علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اقبالیات (گیس پیپر) کورس کوڈ : 405

اردو سطح : بی اے جنرل گروپ

سوال نمبر1: (الف) درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

ا۔ علامہ اقبال کے والد کا نام؟

جواب۔ شیخ نور محمد۔

۲۔ بابولول حج کون تھے؟

جواب۔ بابولول حج علامہ اقبال کے جد اعلیٰ اور کشمیر کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔

۳۔علامہ اقبال نے ایم۔اے کا امتحان کب پاس کیا؟

جواب: علامہ اقبال نے 1899ء میں ایم۔اے کا امتحان پاس کیا۔

۴۔ علامہ اقبال کا یوم ولادت۔

جواب۔ 9 نومبر 1877ء

۵۔ علامہ اقبال کے بڑے بھائی کا نام تحریر کریں۔

جواب۔ شیخ عطا محمد۔

۶۔ علامہ اقبال نے کتنی شادیاں کیں تھیں۔

جواب۔ تین شادیاں

۶۔ علامہ اقبال کی پہلی بیوی کا کیا نام تھا؟

جواب۔ کریم بی بی۔

۸۔ علامہ اقبال کی پہلی شادی کب ہوئی؟

جواب۔ 1893 میں۔

۹۔علامہ اقبال نے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری کب اور کس ادارے سے حاصل کی؟

جواب: علامہ اقبال نے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری میونخ یونیورسٹی سے 1908ء میں حاصل کی۔

۱۰۔علامہ اقبال کے پہلا شعری مجموعے کا نام کیا ہے؟

جواب: بانگ درا۔

۱۱۔علامہ اقبال کے پہلے اردو شعری مجموعے کا نام کیا ہے؟

جواب: بانگ درا۔

۱۲۔علامہ اقبال نے بی اے کہاں سے کیا؟

جواب: گورنمنٹ کالج لاہور سے۔

۱۳۔ علامہ اقبال نے میٹرک کا امتحان کہاں سے پاس کیا؟

جواب۔ سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ سے۔

۱۴۔ پروفیسر آرنلڈ سے علامہ اقبال کا کیا رشتہ تھا؟

جواب۔ استاد شاگرد کا۔

۱۵۔ شعر مکمل کریں۔

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی؟
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی؟

ب) مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لکھیں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
بے چینی	اضطراب، پریشانی	اجتہاد	اسلامی فقہ کی روشنی میں فیصلہ کرنا
موقف	نکتہ نظر، خیال	سامراج	نوآبادیاتی نظام
آزمودہ	پہلے سے آزمایا ہوا	دروں	اندرونی کیفیت
کارساز	چارہ ساز، مددگار مراد اللہ تعالیٰ	بادی النظر	بظاہر
بال جبریل	جبریل فرشتے شہپر، علامہ اقبال	ارمغان	تحفہ

16۔ علامہ اقبال جداگانہ انتخاب کے حامی تھے یا مخالف۔

جواب۔ حامی تھے۔

17۔ تجاویز دہلی کب پیش ہوئیں؟

جواب: مارچ 1927ء میں ہندو مسلم مفاہمت کے لیے تجاویز دہلی مرتب کی گئیں۔

18۔ علامہ اقبال کو کس ایرانی دانشور نے ''غزالی ثانی'' کا خطاب دیا تھا؟

جواب: ڈاکٹر علی شریعتی نے۔

19۔ مسلم قومیت کے نظریے کو عملی انداز میں کس نے پیش کیا؟

جواب۔ علامہ اقبال نے۔

20۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہٰ آباد میں کسی ملک کو چھوٹا ایشیا قرار دیا ہے؟

جواب: ہندوستان کو۔

21۔ ایران میں پہلا یوم اقبال کب منایا گیا؟

جواب۔ 1944ء۔

22۔ اقبال کے خیال میں مسلم قومیت کی بنیاد جغرافیائی حدود میں ہے یا دین اسلام میں

جواب: دین اسلام میں۔

23۔ 1930 میں اقبال نے اپنا کون سا مشہور خطبہ دیا تھا؟

جواب: خطبہ الہٰ آباد

24۔ سب سے پہلے کس ایرانی مصنف نے علامہ اقبال پر قلم اٹھایا۔

جواب۔ ایرانی مصنف محرم علی داعی السلام نے۔

25۔ علامہ اقبال نے سائمن کمیشن کا کیوں خیر مقدم کیا؟

جواب: اس موقع پر علامہ نے کمیشن سے تعاون یا عدم تعاون کے مسئلے پر اپنی رائے ظاہر کرنے سے احتراز کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اتحاد کانفرنس کی ناکامی اور دیگر رنجیدہ حالات نے مسلمانوں کو اس پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ بحیثیت اقلیت اپنی پوزیشن اور اپنے مفاد کا خاص خیال رکھیں۔ یعنی آپ نے کمیشن کے ساتھ تعاون کرنے کی ضرورت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اقبال کا یہ موقف تھا کہ ہندو اکثریت مسلمانوں کے جائز مطالبات اور حقوق تسلیم کر لے۔ پھر ان مطالبات کو کمیشن کے سامنے پیش کیا جائے۔

26۔ قائداعظم نے سائمن کمیشن کی حمایت کی یا مخالفت؟

جواب: قائداعظم نے سائمن کمیشن کی مخالفت کی۔

27۔ دسمبر 1928ء میں دہلی میں آل پارٹی مسلم کانفرنس کی صدارت کس نے کی؟

جواب: سر آغا خان نے

28۔ یہ قول کس کا ہے کہ اقبال ایک نو دریافت براعظم کی مانند ہے؟

جواب۔ ڈاکٹر احمد علی رجائی کا۔

29۔ علامہ اقبال نے کب مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی؟

جواب: جنوری 1927 میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

30۔ سبک اقبال کی اصطلاح کس نے وضع کی؟
جواب۔ ڈاکٹر حسین عظیمی نے۔

31۔ اقبال نے خطبہ الہٰ آباد کب دیا؟
جواب۔ 1932ء میں۔

32۔ علامہ اقبال قدیم ایرانی شعراء میں سب سے زیادہ سے متاثر تھے؟
جواب۔ مولانا رومی سے۔

33۔ علامہ اقبال نے 1930ء میں پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کی تھی؟
جواب: جی ہاں کی تھی۔

34۔ علامہ اقبال نے کے نزدیک تربیت خودی کے کتنے مراحل ہیں؟
جواب: علامہ اقبال نے کے نزدیک تربیت خودی کے تین مراحل ہیں: ۱۔اطاعت ۲۔ضبط نفس ۳۔نیابت الہٰی

35۔ علامہ اقبال نے خودی کے ارتقاء کے لیے کس چیز سے بے پناہ لگاؤ کو انتہائی اہم قرار دیا ہے؟
جواب: خدمت انسانیت اور مقصد۔

36۔ ڈاکٹر نکلسن نے اسرار خودی کا ترجمہ کس نام سے کیا؟
جواب: دی سیکرٹس آف دی سیلف (The secrets of the self)

37۔ ڈاکٹر این میری شمل نے جاوید نامہ کا ترجمہ کس زبان میں کیا؟
جواب: جرمن زبان میں۔

38۔ سید محیط طباطبائی نے ایران سے اقبال نمبر شائع کیا تھا۔ مجلّے کا نام تحریر کریں۔
جواب: مجلّے کا نام محیط ہے۔

39۔ شعر مکمل کریں۔ نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

سوال نمبر1: درج ذیل سوالوں کے مختصر جواب لکھیں۔

40۔ انڈین نیشنل کانگریس کب قائم ہوئی؟
جواب۔ 1885

41۔ مسلم لیگ کب قائم ہوئی؟
جواب۔ 1906ء

42۔ نظم تصویر درد علامہ اقبال کے کس مجموعے میں شامل ہے؟
جواب: بانگ درا میں

43۔ نظم تصویر درد کس بحر میں لکھی گئی؟
جواب: اقبال نے یہ نظم بحر ہزج سالم میں لکھی ہے۔

44۔ نظم تصویر درد علامہ اقبال کے کس مجموعے میں شامل ہے؟
جواب۔ نظم تصویر درد علامہ اقبال کے مجموعے "بانگ درا میں شامل ہے"؟

45۔ نظم "تصویر درد" کس بحر میں ہے؟
جواب۔ اقبال نے یہ نظم بحر ہزج سالم میں لکھی۔

46۔ نظم "تصویر درد" کے کتنے بند ہیں؟
جواب۔ 8 بند

47۔ نظم "خضر راہ" میں کتنے کردار ہیں؟
جواب: "خضر راہ" میں دو کردار ہیں ایک شاعر اور دوسرے حضرت خضر علیہ السلام

48۔ نظم تصویر درد پہلی بار کس رسالے میں شائع ہوئی؟

کاشان اکیڈمی 0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے کاشان اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جواب: رسالہ مخزن۔

49۔ نظم ''خضرراہ'' میں کتنے کردار ہیں؟

جواب۔ نظم خضرراہ میں دو کردار ہیں یعنی شاعر اور خضر علیہ السلام۔

50۔ نظم تصویر درد کے کسی بند کو بنیادی اور کلیدی اہمیت حاصل ہے؟

جواب: تیسرے بند کو

51۔ نظم طلوع اسلام کون سی تحریک سے متاثر ہو کر لکھی گئی؟

جواب: ترک تحریک آزادی سے متاثر ہو کر۔

52۔ نظم ''طلوع اسلام'' کس بحر میں لکھی گئی؟

جواب۔ نظم ''طلوع اسلام'' ہزج مثمن بحر میں لکھی گئی۔

53۔ نظم طلوع اسلام میں اقبال نے لالہ کے پھول کو کس چیز کی علامت قرار دیا ہے؟

جواب: مسلمانوں کی علامت قرار دیا ہے۔

54۔ نظم خضرراہ میں علامہ اقبال نے کتنی باتوں میں حضرت خضر سے رہنمائی کی درخواست کی ہے؟

جواب: علامہ اقبال نے حضرت خضرؑ سے چھ باتوں کے بارے میں رہنمائی کی درخواست کی کہ

1۔آپ ہمیشہ سفر میں کیوں رہتے ہیں؟ 2۔اس دائمی صحرانوردی کا راز کیا ہے؟ 3۔زندگی کسے کہتے ہیں؟ 4۔ سلطنت کس کا نام ہے؟

5۔ محنت اور سرمایہ (یعنی غریب اور امیر) میں جو جھگڑا چل رہا ہے اس کا سبب کیا ہے؟ 6۔مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ کیا ہے؟

55۔ اقبال نے نظم ''خضرراہ'' کس جلسے میں پڑھی تھی؟

جواب: ''خضرراہ'' علامہ اقبال نے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے 37ویں سالانہ جلسے، منعقدہ 16اپریل 1922ء، میں ترنم سے پڑھ کر سنائی۔ یہ جلسہ اسلامیہ ہائی سکول شیراں والا گیٹ میں منعقد ہوا تھا۔

56۔ نظم ''خضرراہ'' کا کوئی شعر درج کریں۔

جواب۔ تو نے دیکھا سطوت رفتار دریا کا عروج
موج مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

57۔ نظم ''خضرراہ'' کس بحر میں ہے؟

جواب۔ نظم ''خضرراہ'' بحرل مثمن میں ہے۔

58۔ نظم ''خضرراہ'' میں کن چار سورتوں کی طرف اشارے ملتے ہیں؟

جواب۔ سورۃ کہف ۲۔سورۃ انعام ۳۔سورۃ النمل ۴۔سورۃ آل عمران۔

59 نظم خضرراہ کی ہیت کیا ہے۔

جواب:ہئیت کے لحاظ سے نظم ''خضرراہ'' ترکیب بند قسم کی نظم ہے۔

60۔ نظم ''طلوع اسلام'' کا مجموعی تاثر امید افزا ہے یا مایوس کن؟

جواب: امید افزا ہے۔

61۔ ''ترجمان حقیقت'' کس شاعر کو کہا جاتا ہے۔

جواب۔ ''ترجمان حقیقت'' علامہ اقبال کو کہا جاتا ہے۔

62۔ پیام مشرق کا سال تصنیف کیا ہے؟

جواب۔ 1923ء

63۔ پیام مشرق کے کتنے حصے ہیں؟

جواب: پیام مشرق کے پانچ حصے ہیں۔

64۔ نظم ''طلوع اسلام کس بحر میں لکھی گئی۔

جواب۔ نظم طلوع اسلام ہزج مثمن بحر میں لکھی گئی۔

65۔ سفر افغانستان میں اقبال کے ہمراہ کون لوگ تھے؟

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551 اکیڈمی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

جواب۔ سفر افغانستان میں اقبال کے ہمراہ سید سلیمان ندوی اور اس مسعود تھے۔

66۔ علامہ اقبال کو افغانستان کی دعوت کس نے دی تھی؟

جواب۔ علامہ اقبال کو افغانستان کی دعوت نادر شاہ بادشاہ نے دی تھی۔

67۔ افغانستان کے دورے کا مقصد کیا تھا۔

جواب۔ افغانستان کے دورے کا مقصد تعلیمی امور میں حکومت کو مشورہ دینا تھا۔

68۔ نظم ''افکار پریشان'' اقباک کے کس مجموعے میں شامل ہے۔

جواب۔ نظم افکار پریشاں'' اقبال کے مجموعے بال جبریل میں شامل ہے۔

69۔ نظم افکار پریشاں'' کس بحر میں لکھی گئی ہے۔

جواب۔ نظم ''افکار پریشاں'' بحر ہزج مثمن میں لکھی گئی۔

70۔ سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا کا مصرعہ ثانی لکھیں۔

جواب۔ غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازہ صحرا۔

71۔ نظم افکار پریشان میں اشعار کی تعداد کتنی ہے؟

جواب۔ 25۔

72۔ اقبال نے اپنی شاعری کا آغاز نظم سے کیا یا غزل سے؟

جواب۔ غزل سے۔

73۔ سنائی کہاں کے رہنے والے تھے۔

جواب۔ غزنی۔

74۔ علامہ اقبال 1931 میں انگلستان کیوں گئے۔

جواب۔ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے۔

75۔ اٹلی میں علامہ اقبال کی ملاقات کس اہم شخصیت سے ہوئی۔

جواب۔ اٹلی میں علامہ اقبال کی ملاقات مرد آہن مسولینی سے ہوئی۔

76۔ فلسطین آنے سے قبل علامہ اقبال کہاں گئے تھے؟

جواب۔ مصر

77۔ نظم ''ذوق وشوق'' اقبال کے کے مجموعہ میں شامل ہے۔

جواب۔ بال جبریل

78۔ نظم ذوق وشوق کس بحر میں لکھی گئی ہے۔

جواب۔ بحر رجز میں۔

79۔ موتمر عالم اسلامی کے مندوبین نے شب معراج کہاں منایا؟

جواب۔ مسجد قرطبہ میں۔

80۔ کاظمہ مکہ کا نام ہے یا مدینہ کا؟

جواب۔ مدینہ منورہ کا۔

81۔ اقبال کتنی بار بھوپال تشریف لے گئے اور مجموعی طور پر کتنے عرصہ وہاں قیام کیا؟

جواب۔ اقبال تین بار بھوپال تشریف لے گئے اور مجموعی طور پر چار ماہ وہاں قیام کیا۔

82۔ بھوپال کے زمانے میں اقبال نے کتنی نظمیں لکھیں ہیں؟

جواب۔ 12

83۔ نظم ذوق وشوق کے پہلے بند میں کون سا شعر ہے جس کا رنگ خالص عربی ہے؟

جواب۔ آگ بجھی ہوئی ہے ادھر ٹوٹی ہوئی طناب ادھر۔ کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں۔

84۔ قافلہ حجاز سے کون سا قافلہ مراد ہے؟

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جواب۔ قافلہ حجاز سے مراد ملت اسلامیہ کا قافلہ ہے۔

85۔ نظم ذوق وشوق میں حسین علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ دجلہ وفرات کا ذکر کیوں آیا۔

جواب۔ نظم ذوق وشوق'' میں حسین علیہ السام کے ذکر کے ساتھ دجلہ وفرات کا ذکر اس لیے آیا ہے کیونکہ حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ یعنی کاروں دجلہ وفرات کے کنارے ہے۔

86۔ ذوق وشوق رزمیہ نظم ہے نعتیہ یا پھر مزاحیہ؟

جواب۔ نعتیہ

87۔ نظم ذوق وشوق'' کے ہر بند میں اشعار کی تعداد برابر ہے یا مختلف۔

جواب۔ برابر

88۔ اذان کے اعتبار سے بھوپالی کے شیش محل کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب۔ اذان کے اعتبار سے بھوپال کے شیش محل کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے اردگرد چودہ پندرہ مسجدیں ہیں۔

89۔ اپنے ایک خط میں اقبان نے کتاب ضرب کلیم کے اسلوب کی کون سی دو خصوصیات گنوائی ہیں؟

جواب۔ اپنے خط میں اقبال نے حقیقت پسندی اور نکتہ آفرینی ضرب کلیم کی دو خصوصیات گنوائی ہیں۔

90۔ علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ کب گئے؟ جواب: یکم ستمبر 1905 کو

91۔ ''بانگ درا'' کے کتنے حصے ہیں؟ جواب: تین حصے

92۔ علامہ اقبال کی کس مثنوی کی اشاعت پر صوفیاء کے حلقوں کی طرف سے شدید مخالفت کی گئی؟ جواب: اسرار خودی

93۔ علامہ اقبال نے ضرب کلیم کا پہلے کیا نام تجویز کیا تھا؟ جواب: دورِ حاضر کے خلاف اعلان جنگ

94۔ علامہ اقبال کے پی ایچ ڈی مقالے کا موضوع کیا ہے؟ جواب: ایران میں مابعدالطبیعات کا ارتقاء

95۔ علامہ اقبال کے آخری مجموعے کا نام لکھیں۔ جواب: ارمغان حجاز

96۔ ''محراب گل افغان'' حقیقی شخصیت ہے یا فرضی کردار؟ جواب: فرضی کردار

97۔ علامہ اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' ان کے کس مجموعے میں شامل ہے؟ جواب: بال جبریل میں

98۔ علامہ اقبال نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کب اور کس ادارے سے حاصل کی؟ جواب: 4 نومبر 1907 میونخ یونیورسٹی جرمنی

99۔ علامہ اقبال کے پہلے شعری مجموعے کا نام لکھیں۔ جواب: بانگ درا

100۔ کن دو مثنویوں کو علامہ اقبال کے بنیادی فلسفہ حیات کا ترجمان کہا جاتا ہے؟ جواب: اسرار خودی اور رموز بے خودی

101۔ علامہ اقبال نے ایم اے کا امتحان کب پاس کیا؟ جواب: 1899ء میں

102۔ علامہ اقبال نے اپنے کس مجموعے میں ساتوں آسمانوں کی سیر کا احوال قلمبند کیا ہے؟ جواب: جاوید نامہ میں

103۔ نظم ''خضر راہ'' علامہ اقبال کے کس مجموعہ کلام میں شامل ہے؟ جواب: بانگ درا میں

104۔ علامہ اقبال کی پہلی اردو تصنیف کا نام کیا ہے؟ جواب: علم الاقتصاد

105۔ علامہ اقبال کے استاد پروفیسر آرنلڈ کا تعلق کس ملک سے تھا؟ جواب: برطانیہ سے

106۔ نظم ''تصویر درد'' علامہ اقبال کے کس مجموعے میں شامل ہے؟ جواب: بانگ درا میں

107۔ اشتراکی ممالک میں فکر اقبال کے کس پہلو سے گہری دلچسپی کا اظہار کیا گیا؟ جواب: فکر اقبال کے اقتصادی پہلو سے

108۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں کس ملک کو چھوٹا ایشیا قرار دیا ہے؟ جواب: ہندوستان کو

109۔ علامہ اقبال کے خیال میں کس قانون کے نفاذ سے ہر آدمی کا معاشی حق محفوظ رہ سکتا ہے؟ جواب: اسلامی قانون

110۔ ''پیام مشرق'' کے کتنے حصے ہیں؟ جواب: چھ حصے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

111۔ 1930 میں اقبال نے اپنا کون سا مشہور خطبہ دیا تھا؟ جواب: خطبہ الٰہ آباد

112۔ علامہ اقبال نے اپنی تصنیف ''بال جبریل'' کا پہلے کیا نام تجویز کیا تھا؟ جواب: کلامِ اقبال

113۔ ''اقبال کا سیاسی کارنامہ'' کس کی تصنیف ہے؟ جواب: محمد احمد خان

114۔ نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں کتنے کردار ہیں؟ جواب: چھ کردار

115۔ اسلام کے دینی نظام کا اس کے معاشرتی نظام سے کیا تعلق ہے؟

جواب: اسلام کا دینی نصب العین بنیادی طور پر اسلام کے معاشرتی نظام سے تعلق رکھتا ہے۔

116۔ علامہ اقبال نے سائمن کمیشن کی تشکیل پر کیا اعتراض کیا تھا؟ جواب: سائمن کمیشن میں کسی ہندوستانی کو شامل نہ کرنے پر شدید اعتراض کیا۔

117۔ علامہ اقبال نے اپنی نظم ''ترانہ ہندی'' کے جواب میں کون سی نظم لکھی؟ جواب: ترانہ ملی

118۔ علامہ اقبال نے کب مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی؟ جواب: جنوری 1927 میں

119۔ علامہ اقبال کا وہ کون سا مجموعہ ہے جس میں اردو اور فارسی دونوں قسم کا کلام شامل ہے؟ جواب: پیامِ مشرق

120۔ علامہ اقبال کے نزدیک جہان تازہ کی نمود کس چیز سے ہوتی ہے؟ جواب: افکارِ تازہ سے

121۔ علامہ اقبال کے پرائمری سکول کے استاد کا نام تحریر کریں۔ جواب: سید میر حسن

122۔ علامہ اقبال نے 1930ء میں پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت کی تھی؟ جواب: جی ہاں کی تھی۔

223۔ علامہ اقبال کے نزدیک تربیت خودی کے کتنے مراحل ہیں؟ جواب: چار مراحل

124۔ علامہ اقبال نے خودی کے ارتقاء کے لیے کس چیز سے بے پناہ لگاؤ کو انتہائی اہم قرار دیا ہے؟ جواب: خدمت انسانیت

125۔ علامہ اقبال کا فلسفہ خودی ہمیں کس قسم کی راہ دکھاتا ہے؟ جواب: عمل اور جدوجہد کی راہ

126۔ علامہ اقبال کی تصنیف ''اسرارِ خودی'' کا پہلا انگریزی ترجمہ کس نے کیا تھا؟ جواب: ڈاکٹر نکلسن نے

۔ نظم ''طلوع اسلام'' اقبال کے کس مجموعے میں شامل ہے؟ جواب: بانگ دراء

127۔ شعر مکمل کریں۔ جواب: عقل گو آستاں سے دور نہیں

128۔ نظم ''طلوع اسلام'' میں کس زمانے کے حالات کا ذکر ہے؟

جواب: علامہ اقبال نے یہ نظم اس وقت لکھی جب کمال اتاترک نے ترکی کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرا کے ترکی میں اسلامی جمہوریہ کی بنیاد رکھی۔

129۔ ''ضربِ کلیم'' کس کی تصنیف ہے؟ جواب: علامہ اقبال کی تصنیف ہے۔

130۔ ''زندہ رود'' کے کیا معنی ہیں؟ جواب: بہتی ہوئی ندی

131۔ ''زندہ رود'' سے کون سی شخصیت مراد ہے؟ جواب: ''زندہ رود'' سے مراد خود علامہ اقبال ہیں۔

132۔ علامہ اقبال نے کس شعر میں ''زبور عجم'' پر ناز کیا ہے؟

جواب: علامہ اقبال نے اپنی کتاب ''بال جبریل'' کے اس شعر میں "زبور عجم" پر ناز کیا ہے:

ے اگر ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم فغان نیم شبی بے نوائے راز نہیں

133۔ علامہ اقبال نے کن دو اہم شخصیات کے ہمراہ افغانستان کا دورہ کیا تھا؟ جواب: مولانا سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود

134 علامہ اقبال کے والد کا کیا نام ہے؟ جواب: شیخ نور محمد

135۔ علامہ اقبال نے کتنی شادیاں کیں؟ جواب: دو شادیاں کیں۔

136۔ مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' کب شائع ہوئی؟ جواب: 1936ء میں شائع ہوئی۔

137۔ علامہ اقبال کا شعری مجموعہ ''جاوید نامہ'' کب شائع ہوا؟ جواب: 1932ء میں

138۔ ''جاوید نامہ'' کے افلاک کی سفر میں علامہ اقبال کی رہنمائی کس نے کی؟ جواب: مولانا جلال الدین رومی نے

139۔ نظم ''طلوع اسلام'' کون سی تحریک سے متاثر ہو کر لکھی گئی؟ جواب: ترکی کی تحریک آزادی سے متاثر ہو کر۔

140۔ علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کب یورپ سے واپس آئے؟ جواب: جولائی 1908 میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

141۔ نظم ''طلوع اسلام'' میں اقبال نے لالہ کے پھول کو کس چیز کی علامت قرار دیا ہے؟

جواب: اقبال نے مسلمانوں کو لالہ کے پھول سے تشبیہ دی ہے یہ خوبصورتی کی علامت ہے۔

15۔ نظم ''خضر راہ'' میں علامہ اقبال نے کتنی باتوں کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام سے رہنمائی کی درخواست کی؟

جواب: علامہ اقبال نے حضرت خضرؑ سے چھ باتوں کے بارے میں رہنمائی کی درخواست کی کہ

1۔ آپ ہمیشہ سفر میں کیوں رہتے ہیں؟ 2۔ اس دائمی صحرانوردی کا راز کیا ہے؟ 3۔ زندگی کسے کہتے ہیں؟ 4۔ سلطنت کس کا نام ہے؟

5۔ محنت اور سرمایہ (یعنی غریب اور امیر) میں جو جھگڑا چل رہا ہے اس کا سبب کیا ہے؟ 6۔ مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ کیا ہے؟

142۔ علامہ اقبال کا کوئی ایسا شعر لکھیں جس میں امید دکھائی گئی ہو؟

جواب:

دلیلِ صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی ـ افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے ـ شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

143۔ علامہ اقبال نے شروع میں جو روایتی شاعری کی اس کی مثال کے لیے کوئی شعر درج کریں۔

جواب:

اقبال لکھنو سے نہ دلی سے ہے غرض ـ ہم تو اسیر ہیں خم زلف کمال کے

144۔ علامہ اقبال نے اپنی کس کتاب کے آغاز میں حکمت کلیمی اور حکمت فرعونی پر بحث کی ہے؟

جواب: مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" میں۔

145۔ بانگ دراء کا دیباچہ کس نے لکھا؟ جواب: سر عبدالقادر نے

146۔ پیام مشرق کا دیباچہ کس نے تحریر کیا؟ جواب: علامہ اقبال نے۔

147۔ نظم ''طلوع اسلام'' کا مجموعی تاثر امید افزا ہے یا مایوس کن؟ جواب: امید افزا ہے۔

148۔ ''ترجمان حقیقت'' کس شاعر کو کہا جاتا ہے؟ جواب: علامہ اقبال کو

149۔ اقبال نے اپنی تصنیف ''پیام مشرق'' کا انتساب کس کے نام کیا؟ جواب: افغانستان کے بادشاہ امان اللہ خان کے نام۔

150۔ ''پیام مشرق'' کے پہلے حصے کا نام تحریر کریں۔ جواب: ''پیام مشرق'' کے پہلے حصے کا نام ''لالہ طور'' ہے۔

151۔ نظم ''ذوق وشوق'' کے متعدد اشعار کس ملک میں لکھے گئے؟ جواب: فلسطین میں۔

152۔ علامہ اقبال کا وہ شعر تحریر کریں جس پر مرزا ارشد گورگانی نے اقبال کی بے حد تعریف کی تھی؟

جواب:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے ـ قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

153۔ علامہ اقبال کس صوفی شاعر سے بہت زیادہ متاثر تھے؟ جواب: جلال الدین رومی سے

154۔ ''زندہ رود'' کس کی تصنیف ہے؟ جواب: علامہ اقبال کے صاحبزادے ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال کی۔

155۔ خودی کی تربیت کے کتنے مراحل ہیں؟ ترتیب سے نام لکھیں۔

جواب: **خودی کی تربیت کے مراحل:**

(1) اطاعت الٰہی: اقبال کے نزدیک خودی کا پہلا درجہ اطاعت ہے یعنی کہ اللہ کے قانون حیات کی پابندی کرنا

(2) ضبط نفس: دوسرا درجہ ضبط نفس ہے انسان نفس کو جس کی سرکشی کی کوئی حد نہیں قابو میں لائے

(3) نیابت الٰہی: ان دونوں مدارج سے گزرنے کے بعد انسان اس درجے پر فائز ہو جائے گا۔ جسے انسانیت کا اوج کمال سمجھنا چاہیے۔ یہ نیابت الٰہی کا درجہ ارتقائے خودی کا بلند ترین نصب العین ہے۔

156۔ علامہ اقبال بیت المقدس کس مقصد کے لیے گئے تھے؟ جواب: موتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت کے لیے۔

157۔ ''پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر'' کا مصرعہ ثانی تحریر کریں۔

جواب:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر ـ مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

158۔ مندرجہ بالا شعر اقبال کے کس مجموعے کے سرورق پر تحریر ہے؟ جواب: بال جبریل کے سرورق پر۔

159۔ اقبال کے انگریزی خطبات کس نام سے شائع ہوئے؟

جواب: تشکیل جدید الہیات اسلامیہ (The Reconstruction of Religious Thought in Islam)

160۔ علامہ اقبال کہاں دفن ہیں؟ جواب: لاہور میں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم فل کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

161۔ علامہ اقبال کا یوم ولادت اور یوم وفات تحریر کریں۔ جواب: علامہ اقبال کا یوم ولادت: 9 نومبر 1877

علامہ اقبال کا یوم وفات: 21 اپریل 1938

162۔ علامہ اقبال کی تصنیف ''ضرب کلیم'' کب شائع ہوئی؟ جواب: علامہ اقبال کی تصنیف ''ضرب کلیم'' 1936ء میں شائع ہوئی۔

163۔ علامہ اقبال نے اپنے کس مجموعہ کلام کو ''دور حاضر کے خلاف اعلان جنگ'' قرار دیا ہے؟ جواب: ضرب کلیم کو

164۔ علامہ اقبال نے کس مضمون میں ایم اے کیا؟ جواب: فلسفہ میں

1465۔ قائداعظم نے سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا تھا۔ کیا علامہ اقبال نے بھی سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا؟

جواب: علامہ اقبال سائمن کمیشن کے حامی تھے۔

۔ اقبال کا فلسفہ خودی ان کی کس تصنیف میں مفصل بیان ہوا ہے؟ جواب: اسرار خودی میں

166۔ اقبال نے اپنی شاعری کا آغاز غزل سے کیا تھا یا نظم سے؟ جواب: غزل سے

167۔ اقبال کے ذہنی وفکری ارتقاء کا تیسرا دور کس سن سے شروع ہوتا ہے؟

جواب: اقبال کے ذہنی وفکری ارتقاء کا تیسرا دور 1908ء سے شروع ہوتا ہے اور 1924ء یعنی یورپ سے واپس آنے کے بعد ''بانگ درا'' کی اشاعت تک کی شاعری اسی دور کا حصہ ہے۔

168۔ علامہ اقبال کا ظریفانہ کلام ان کے کس مجموعہ کلام میں شامل ہے؟ جواب: بانگ درا میں

199۔ اقبال کی غزلوں کی سب سے نمایاں خوبی کیا ہے؟ جواب: غزل کی زبان کا نیا پن اقبال کی غزلوں کی سب سے نمایاں خوبی ہے۔

170۔ اٹلی میں علامہ اقبال نے کس اہم شخصیت سے ملاقات کی تھی؟ جواب: جنرل مسولینی سے

171۔ اقبال کے نظریہ مردمومن کی وضاحت کے لیے کوئی شعر لکھیں۔ جواب:

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں ہے جو صاحبِ افلاک نہیں ہے

172۔ نظم ''تسخیر فطرت'' اقبال کے کس مجموعہ کلام میں شامل ہے؟ جواب: پیام مشرق میں

173۔ علامہ اقبال کی تصنیف ''زبورعجم'' کا سال تصنیف لکھیں۔ جواب: 1927ء

174۔ علامہ اقبال کی تصنیف ''جاوید نامہ'' اردو میں ہے یا فارسی میں؟ جواب: فارسی میں

175۔ علامہ اقبال کی فارسی تصانیف کے نام لکھیں۔

جواب: اسرارخودی، رموز بے خودی، پیام مشرق، زبورعجم، جاوید نامہ، مثنوی مسافر، مثنوی پس چہ باید کرد، ارمغان حجاز

سوال نمبر2: مندرجہ ذیل عنوانات پر ایک صفحے پر مشتمل نوٹ لکھیں۔

(الف) نظم ''طلوع اسلام'' کا خلاصہ (ب) علامہ اقبال کا نظریہ مردمومن

جواب: (الف) نظم ''طلوع اسلام'' کا خلاصہ: اس نظم کا شمار بھی علامہ اقبال کی چند بہترین نظموں میں سے ہوتا ہے۔ اس نظم کو علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں اپریل 1932ء میں پہلی بار پڑھ کر سنایا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ترکوں کو ہر طرف سے دشمنوں نے گھیر رکھا تھا، یونانیوں نے سمرنا پر قبضہ کر کے ترکوں کا قتل عام کیا، جس سے ترکوں میں جذبات بھڑک گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1922ء میں ترکوں نے جارحانہ جنگ کا آغاز کیا اور ان تمام علاقوں پر دوبارہ قبضہ کیا جو یونانیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے خاص کر سمرنا پر دوبارہ قبضہ اس جنگ کی سب سے بڑی فتح تھی۔ اور اس جنگ میں یونانیوں کی تین لاکھ فوج کو شرمناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اور بیشتر فوجیوں کو قتل کر دیا گیا۔ جس سے یورپ کے ایوانوں میں صف ماتم بچھ گیا تھا۔ چنانچہ لون صاحب ترکوں کی اس عظیم فتح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ترکوں کی فتح نے اتحادیوں کے ایوانوں کو لرزا دیا، یونانی فوجیوں میں بہت کم جان بچا پائے۔ بیشتر سمندر میں دھکیلے گئے یا میدانِ جنگ میں قتل ہو گئے۔ ایک بڑی تعداد گرفتار ہوگئی۔ ترکوں کے ہاتھ بے شمار مالِ غنیمت لگا۔ ان کی اس فتح نے یورپ کو مبہوت کر دیا''۔

ترکوں کی اس فتح سے عالم اسلام میں خوشی کی لہر پھیل گئی۔ علماء اور اہل دانش نے اس عظیم فتح پر گراں قدر مضامین لکھے اور بہت سے شعراء نے ولولہ انگیز نظمیں لکھیں۔ اس زمانے کے ایک معروف شاعر اقبال سہیل خان نے ''فتح سمرنا'' کے عنوان سے ایک طویل نظم لکھی تھی جس میں ان کا ایک شعر اس طرح تھا:

زمانے نے ورق الٹا ہے پھر تاریخ کا
وہ پہنچا پرچم اسلام پھر ارضِ سمرنا میں

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ترکوں کی اس فتح نے علامہ اقبال پر بھی گہرے اثرات چھوڑے تھے اور انھوں نے بھی اسی تناظر میں 'طلوع اسلام' کے عنوان سے ایک فکر انگیز نظم لکھی تھی۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی اس نظم کے پس منظر کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''طلوع اسلام' کا پس منظر یہ ہے کہ اس کو انھوں نے 1932ء میں لکھا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں مصطفیٰ کمال پاشا نے سقاریہ کی جنگ میں یونانیوں کو شکست دے کر ساری دنیا پر حقیقت آشکارا کر دی تھی کہ ترک ابھی زندہ ہیں اور سمرنا فتح کر کے مسٹر گلیڈسٹن کے خاندان میں صفِ ماتم بچھا دی تھی۔ اس لیے اقبال نے جس طرح مایوسی کے عالم میں ''شمع اور شاعر'' لکھی تھی اسی طرح رجائیت کے عالم میں یہ نظم لکھی''۔

علامہ اقبال کی یہ نظم خیالات کی بلند پروازی کی شہکار ہے۔ اس نظم کی مضمون آفرینی اور فلسفہ طرازی کے حوالے سے لون صاحب نے پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہی کا یہ اقتباس نقل کیا ہے۔

''میری رائے میں بندش اور ترکیب، مضمون آفرینی اور بلند پروازی، رمز و کنایہ کی پریشانی اور مشکل پسندی، شوکتِ الفاظ اور فلسفہ طرازی غرضیکہ صوری اور معنوی محاسنِ شعری کے اعتبار سے یہ نظم بانگ درا کی تمام نظموں پر فوقیت رکھتی ہے۔ اقبال کی شاعری کا نقش میرے دل پر اسی نظم کے مطالعہ سے مرتسم ہوا اور اس کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ یہ نظم انھوں نے اس وقت لکھی جب ترکوں کی کامیابی سے ان کے دل میں مسرت کے جذبات موجزن تھے:

''افق سے آفتاب ابھرا گیا دورِ گراں خوابی''۔

واضح رہے یہ نظم علامہ اقبال نے اس وقت لکھی تھی جب ترکوں نے یونانیوں کی تین لاکھ فوج کو شکست دے کر عظیم فتح حاصل کی تھی۔ اگرچہ اس کے بعد بھی اہل ترک عروج و زوال کے کئی دور سے گزرے اور دشمنوں کی ظلم و بربریت اور سازشوں کے شکار بھی رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ترکی میں سیاسی و ملکی صورت حال کافی زیادہ بہتر اور مستحکم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کی موجودہ لیڈر شپ عالم عرب کے دوسرے ممالک کے حکمرانوں کے مقابلے میں زیادہ بھروسہ مند اور باضمیر ہے۔ اربکان اور رجب اردغان جیسے مخلص و دین پسند قائدین نے ترکی کا وقار و استحکام تعمیر و ترقی اور شرعی احکام پر عمل آوری کرانے کے سلسلہ میں قابل تعریف رول انجام دیا ہے۔ اور اگرچہ رجب طیب اردغان کی وزارت عظمیٰ کی مدت پوری ہو چکی ہے لیکن وہ اب صدارتی عہدے پر بھی فائز و منتخب ہوئے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگ ایسی لیڈر شپ چاہتے ہیں جو ان کو احساس تحفظ اور ملکی اعتبار سے مستحکم اور خود کفیل بنائے۔ اور اس سلسلہ میں ان کی پہلی پسند رجب طیب اردغان قرار پائے۔ اور سچ یہ ہے کہ وہاں اس وقت ان سے بہتر لیڈر اور مغربی ممالک کے حکمرانوں سے آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرنے والا کوئی نہیں۔ چنانچہ موجودہ ترکی کی بہتر سیاسی و ملکی صورت حال، علامہ اقبال کی طلوع اسلام والی نظم کی یاد دلاتی ہے۔ جو تقریباً ایک صدی قبل انھوں نے ترکوں کی ہی یونانیوں کے مقابلے میں فتح اور سمرنا پر دوبارہ قبضہ کرنے پر لکھی تھی۔ یہ نظم آج بھی امت مسلمہ کو حوصلہ دیتی ہے، امید کی جوت جگا دیتی ہے اور روشن مستقبل کا مژدہ سنا دیتی ہے اور یہی چیز اس نظم میں عصری معنویت کو ثابت کرتی ہے۔ اور بالکل تازہ نظر آتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال کا بیشتر کلام الہامی ہونے کا گمان ہوتا ہے جس کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ پچھلے کچھ عرصہ سے عالم عرب کے کئی ممالک جنگ یا جنگی جیسی صورت حال کی زد میں ہیں۔ جہاں کے عوام انتہائی بدترین دور سے گزر رہے ہیں۔ خاص کر شام و فلسطین کے نہتے انسانوں کا قتل عام ایک معمولی سی بات بن گئی ہے۔ ان دونوں ممالک کی اس ابتر و ناگفتہ بہ صورت حال پر علامہ اقبال کی تقریباً ایک صدی پہلے لکھی ہوئی ایک نظم 'دامِ تہذیب' کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے:

جلتا ہے شام و فلسطین پہ مرا دل   کھلتا نہیں تدبیر سے یہ عقدۂ دشوار

(ب) علامہ اقبال کا نظریہ مردِ مومن: اقبال کے کلام میں مردِ مومن کی صفات اور خصوصیات کو کافی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے اور ان صفات کا بار بار تذکرہ اس صورت سے کیا گیا ہے۔ کہ اس کی شخصیت اور کردار کے تمام پہلو پوری وضاحت سے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ مردِ مومن وہی ہے جس نے اپنی خودی کی پوری طرح تربیت و تشکیل کی ہے اور تربیت اور استحکام خودی کے تینوں مراحل ضبطِ نفس، اطاعتِ الٰہی، اور نیابتِ الٰہی طے کرنے کے بعد اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ اس کے کردار اور شخصیت کی اہم خصوصیات کلامِ اقبال کی روشنی میں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تجدید حیات: اقبال کا مردِ مومن حیات و کائنات کے قوانین کا اسیر نہیں بلکہ حیات و کائنات کو اسیر کرنے والا ہے۔ قرآن مجید نے انسانوں کو تسخیر کائنات کی تعلیم دی ہے اور مردِ مومن عناصرِ فطرت کو قبضے میں لے کر ان کی باگ اپنی مرضی کے مطابق موڑتا ہے۔ وہ وقت کا شکار نہیں بلکہ وقت اس کے قبضہ میں ہوتا ہے۔

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی   مری کلام پہ حجت ہے نکتۂ لولاک
مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر   ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

گویا کافر کا کمال صرف مادہ کی تسخیر ہے لیکن مردِ مومن مادی تسخیر کو اپنا مقصود قرار نہیں دیتا بلکہ اپنے باطن سے نئے جہانوں کی تخلیق بھی کرتا ہے۔ وہ زمان و مکان کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ عرفانِ خودی کے باعث اسے وہ قوت حاصل ہو جاتی ہے جس سے حیات و کائنات کے اسرار و رموز اس پر منکشف ہوتے ہیں اور اس کی ذات جدت و انکشاف اور ایجاد و تسخیر کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ وہ اپنے عمل سے تجدید حیات کرتا ہے۔ اس کی تخلیق دوسروں کے لیے شمع ہدایت بنتی ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے   مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ماسٹرز ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آئیڈیل نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے آج ہی نمبر پر رابطہ کریں

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی   خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش   خودی کی رو میں ہے ساری خدائی

بقول ڈاکٹر یوسف حسین خان، ''اپنے نفس میں فطرت کی تمام قوتوں کو مرتکز کرنے سے مردِ مومن میں تسخیر عناصر کی غیر معمولی صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کے باعث وہ اپنے آپ کو نے ابت الٰہی کا اہل ثابت کرتا ہے اور اس کی نظر افراد کے افکار میں زلزلہ ڈال دیتی ہے۔ اور اقوام کی تقدیر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا   نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

2۔عشق: بندہ مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام تر کوششوں کو عشق کے تابع رکھے۔ نہ صرف خودی کا استحکام عشق کا مرہونِ منت ہے بلکہ تسخیر ذات اور تسخیر کائنات کے لیے بھی عشق ضروری ہے اور عشق کیا ہے؟ اعلیٰ ترین نصب العین کے لیے سچی لگن، مقصد آفرینی کا سرچشمہ، یہ جذبہ انسان کو ہمیشہ آگے بڑھنے اور اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لیے سرگرم عمل رکھتا ہے۔ یہ جذبہ مردِ مومن کو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ گہری محبت کی بدولت عطا ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے اس کے اعمال صالح اور پاکیزہ ہو جاتے ہیں اسے دل و نگاہ کی مسلمانی حاصل ہوتی ہے۔ اور کردار میں پختگی آ جاتی ہے۔

وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو   ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار

یہی جذبہ عشق ہے جو مسلمان کو کافر سے جدا کرتا ہے

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی   نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

سید وقار عظیم اپنی کتاب ''اقبال شاعر اور فلسفی'' میں اس بارے میں لکھتے ہیں، "اقبال نے اس اندرونی کیفیت، اسی ولولہ انگیز محرک اور زبردست فعالی قوت کو عشق کا نام دیا ہے۔ اور اسے خودی کے سفر میں یا انسانی زندگی کے ارتقاء میں سب سے بڑا رہنما قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مردِ مومن کی عملی زندگی میں اس جذبہ محرک کو سب سے زیادہ جگہ دی گئی ہے۔"

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ   عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام

3۔جہدو عمل: اقبال جسے ''مستی کردار'' کہتے ہیں وہ دراصل عمل اور جدوجہد کا دوسرا نام ہے ان کے ہاں پیہم عمل اور مسلسل جدوجہد کو اسی قدر اہمیت دی گئی ہے کہ مردِ مومن کے لیے عمل سے ایک لمحہ کے لیے بھی مفر نہیں

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی   یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم   جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

4۔جمال و جلال: مردِ مومن کی ذات میں جمالی اور جلالی دونوں کیفیات بیک وقت موجود ہوتی ہیں۔ بظاہر یہ کیفیات متضاد نظر آتی ہیں لیکن بباطن یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں اور مردِ مومن کی زندگی ان دونوں صفات کی حامل ہوتی ہے۔ وہ درویشی و سلطانی اور قاہری و دلبری کی صفات کا بیک وقت حامل ہوتا ہے۔ اس کی سیرت میں نرمی اور سختی کا امتزاج ہوتا ہے اور اس کے مضبوط و قوی جسم کے پہلو میں ایک دل درد آشنا ہوتا ہے۔ جو بے غرض، بے لوث، پاک اور نفسانیت سے خالی ہوتا ہے۔ اسی لیے ابنائے زمانہ کے حق میں اس کا وجود خدا کی رحمت ثابت ہوتا ہے۔

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل   اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو   رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

وہ رزم گاہِ حیات میں شمشیر بے نیام ہوتا ہے تو شبستان محبت میں کوئی چیز اس سے زیادہ نرم نہیں ہو سکتی۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم   رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم   دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

5۔حق گوئی و بے باکی: مردِ مومن جرات مند، بے خوف اور حق گو ہوتا ہے۔ اسے نہ جابر و قاہر انسان خوفزدہ کر سکتے ہیں اور نہ موت اسے ڈرا سکتی ہے۔ وہ ایمان کی قوت سے حق و صداقت کا پرچم بلند کرتا ہے اور شر کی قوتوں کے مقابلہ میں پوری قوت کے ساتھ اس طرح ڈٹ جاتا ہے کہ انہیں پسپا ہونا پڑتا ہے۔ اور پھر معاشرہ اسی نصب العین کی جانب رجوع کرتا ہے۔ جو مردِ مومن کا مقصودِ زندگی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن   گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت   یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

6۔فقر و استغنا: مردِ مومن کا ایک امتیازی وصف فقر و استغنا ہے۔ وہ نیٹشے کے مرد برتر کی طرح تکبر و غرور کا مجسم نہیں بلکہ اقبال کے ہاں تو فقر کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ وہ اسلام کو ''فقر غیور'' کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ درویشی، فقر اور قلندری پر اقبال نے بار بار زور دیا ہے اور اسے تکمیل خودی کے لیے لازمی اور انتہائی اہم عنصر کی حیثیت دی ہے۔ ان کے ہاں فقر کا کیا درجہ ہے اور مردِ مومن کی زندگی میں اس کا کیا مقام ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل اشعار سے لگایا جا سکتا ہے۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ، بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا — یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے — وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے — وہ کیا تھا؟ زور حیدر، فقر بوذر، صدق سلمانی

فقر ارتقائے خودی سے حاصل ہوتا ہے۔انسان کامل کے فقر اور فقر کافر (رہبانیت) میں بڑا بنیادی فرق ہے۔رہبانیت جنگل میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔فقر کائنات کی تسخیر کرتا ہے اور اس کے لیے اپنی خودی کو فروغ دیتا ہے۔فقر کا کام رہبانیت کے گوشہ عافیت میں پناہ لینا نہیں بلکہ فطرت کے اسراف اور معاشرت کے شر اور ناانصافی کا مقابلہ کرنا ہے خواہ اس میں سخت سے سخت اندیشہ کیوں نہ ہو۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری — کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

ان بڑی بڑی اور اہم صفات کے علاوہ اقبال کے مرد مومن میں عدل، حیا، خوفِ خدا، قلب سلیم، قوت، صدق، قدوسی، جروت، بلند پروازی، پاک ضمیری، نیکی، پاکبازی وغیرہ شامل ہیں۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت — یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ہمسایہ جبریل امیں بندہ خاکی — ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ سمرقند

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن! — قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے — دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان

اور ان تمام صفات کا حامل انسان وہ ہے جو حاصل کائنات اور مقصود کائنات ہے۔

موازنہ: انسان کامل یا مرد مومن کے لیے اسلامی معیار ہمارے سامنے ہیں اس کے علاوہ مشرقی اور مغربی مفکرین کے ہاں انسان کامل کا جو تصور ملتا ہے۔ ان سے اقبال کے مرد مومن کا موازنہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے اسلامی تعلیمات کو اپنے لیے معیار بنایا ہے۔مرد مومن اور سچے مسلمان کے لیے اسلام نے جو معیار مقرر کیا ہے بنیادی طور پر اقبال نے اسی کو اپنایا ہے۔

جبکہ مسلمان مفکرین میں عبدالکریم الجیلی کے افکار سے اقبال نے اثر قبول کیا ہے۔جیلی نے انسان کامل کے روحانی ارتقاء کے تین مراحل مقرر کیے ہیں۔اقبال نے بھی تربیت خودی کے تین مراحل رکھے ہیں۔

جہاں تک نیٹشے کا تعلق ہے تو یہ رائے درست نہیں کہ اقبال نے اپنے مرد مومن کا تصور نیٹشے کے مرد برتر سے اخذ کیا ہے۔اقبال کا انسان کامل اخلاق فاضلہ کا نمونہ ہے اور اپنی زندگی میں اعلیٰ قدروں کی تخلیق کرتا ہے۔برخلاف اس کے نیٹشے کا فوق البشر کسی اخلاق کا قائل نہیں، خیر و شر کو وہ محض اضافی حیثیت دیتا ہے۔اور سب سے بڑی بات کہ وہ منکر خدا ہے۔اور اُس کے ہاں فوق البشر کے لیے بھی خدا کا کوئی تصور نہیں اس کا قول ہے کہ "خدا مر گیا" تاکہ فوق البشر زندہ رہے۔

حاصل کلام: مندرجہ بالا تمام تفصیلی بحث کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اقبال انسان کامل کے تمام مشرقی و مغربی تصورات سے واقف ہیں اور ان سے انہوں نے استفادہ ضرور کیا ہوگا۔لیکن ان کے مرد مومن کی صفات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انہوں نے اس تصور کی بنیاد صرف اسلامی تعلیمات پر ہی رکھی ہے۔ اُن کی تصور خودی میں فرد کے لیے مرد مومن بننا اور جماعت کے لیے ملت اسلامیہ کے ڈھانچے میں ڈھلنا ایک اعلیٰ نصب العین کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ تصور محض خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے کیونکہ اسلام کے عروج کے زمانہ میں ایسی ہستیاں موجود رہی ہیں۔اب یہ بات بلاخوف کہی جاسکتی ہے کہ اقبال کا انسان کامل، مسلمان صوفیاء کے انسان کامل اور نیٹشے کے مرد برتر سے مختلف ہے اور اپنی مخصوص شخصیت، منفرد کردار، نرالی آن بان کے باعث وہ دوسروں کے پیش کردہ تصورات کی نسبت زیادہ جاندار، متوازن، حقیقی اور قابل عمل کردار ہے۔

سوال نمبر3: علامہ اقبال کی فارسی شاعری پر کم از کم تین صفحے کا مفصل مضمون لکھیں۔

جواب: علامہ اقبال نے وسیع تر قومی مفاد کی خاطر اور اپنے پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا۔چنانچہ 1915ء میں مثنوی "اسرار خودی" کی اشاعت سے لے کر 1938ء میں اپنے انتقال تک انہوں نے تواتر سے فارسی میں لکھا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشتراک زبان کی بنا پر علامہ اقبال برصغیر کے ساتھ ساتھ ایران میں بھی مقبولیت حاصل کر گئے ۔علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ کرنے پر دو امور بطور خاص اجاگر ہوتے ہیں۔ایک تو ایران اور اہل ایران سے علامہ کی گہری محبت اور دوسرے زبان و اظہار کے بارے میں عجز کا اظہار۔زبور عجم میں علامہ اقبال نے ایک غزل میں ایران کی نوجوان نسل سے جس محبت کا اظہار کیا وہ ایک ایک شعر سے عیاں ہے۔شاید اس لیے یہ اب حوالے کی چیز بن چکی ہے۔اس معروف غزل کے چند اشعار پیش ہیں۔

چوں چراغ لالہ سوزم در خیابان شما — ای جوانان عجم جان من و جان شما

غوطہ ھا زد در ضمیر زندگی اندیشہ ام — تا بدست آوردہ ام افکار پنہان شما

مہر و مہ دیدم نگاہم برتر از پروین گذاشت — ریختم طرح حرم در کافرستان شما

تا سنانش تیز تر گردد فرو پیچیدمش — شعلۂ آشفتہ بود اندر بیابان شما

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

فکر رنگینم کند نذر تہی دستان شرق   پارہء لعلی کہ دارم از بدخشاں شما
حلقہ گرد من زنید ای پیکران آب وگل   آتشی در سینہ و ارم از نیاگان شما

اے عجم (ایران) کے نوجوانوں مجھے اپنی اور تمہاری جان کی قسم میں تمہاری پھلواری میں چراغ لالہ کی طرح جل رہا ہوں۔
میری فکر نے ضمیر زندگی میں کئی غوطے لگائے جب کہیں تمہارے افکار پنہاں میرے ہاتھ لگے۔
میں نے مہر و ماہ کو دیکھا، میری نظریں پروین سے آگے گزر گئیں ہیں۔ میں نے (اپنی اسلامی فکر کے سبب) تمہارے کافرستان میں حرم کی بنیاد رکھ دی ہے۔
میں نے اس شعلے کو جو تمہارے بیابان مین منتشر حالت میں تھا مجتمع کر دیا تا کہ اس کی لو تیز تر ہو جائے۔
میری فکر رنگین اس لعل کے ٹکڑے کو جو مجھے تمہارے بدخشاں سے حاصل ہوا، مشرق کے تہی دستوں کی نذر کر دی ہے۔ اے آب و گل کے پیکر و میرے گرد حلقہ باندھ لو، میرے سینے میں تمہارے اسلاف کی آگ روشن ہے۔ اس ضمن مین مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر   دل از حریم حجاز و نوا از شیراز است

(میرا جسم جنت کشمیر کے چمن کا ایک پھول ہے جب کہ میرا دل حجاز سے وابستہ ہے اور میری نوا کا تعلق شیراز سے ہے)

مرا ہنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی   براہمن زادہء رمز آشنا روم و تبریز است

(یعنی مجھے دیکھو کہ ہندوستان میں تمہیں مجھ ایسا کوئی دوسرا نظر نہیں آئے گا کہ ہوں تو برہمن زادہ لیکن روم و تبریز کی رمز سے بھی آگاہ ہوں۔ روم و تبریز سے مراد مولانا رومی اور ان کے مرشد شمس تبریز کی طرف اشارہ ہے)

عجم از نغمہ ام آتش بجاں است   صدای من درائے کارواں است
حدی را تیز تر خوانم جو عرفی   کہ رہ خوبیدہ و محمل گراں است

(میرے نغموں نے عجم کی روح میں ایک آگ بھر دی ہے میری صدا کاروان کے لیے جرس ہے۔ میں عرفی کی طرح حدی تیز تر گا رہا ہوں کیونکہ مسافر خوابیدہ اور محمل بوجھل ہے) اس گہری محبت کے نتیجے میں جب علامہ اقبال نے فارسی میں شاعری شروع کی تو ہر زبان دان کی مانند انہیں اہل زبان کے مقابلے میں احساس کمتری تھا وہ جانتے تھے کہ میرا ''سبک اسلوب'' کچھ اور ہے جبکہ فارسی کا آہنگ کچھ اور ہے۔ ''اسرار خودی'' کی تمہید میں انہوں نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ حقیقت کافی عرصے تک صرف زبان و اسلوب کی بناء پر ہی ایرانیوں نے علامہ اقبال کے کلام کی طرف خصوصی توجہ نہ دی۔ وہ توجہ جو ان کا حق بنتی تھی بعد میں علامہ اقبال کی کتابوں کو نصیب بنی۔ اس ضمن میں ایک بنیادی وجہ تو برصغیر کے فارسی گو شعراء کے بارے میں خود اہل ایران کا معروف رویہ ہے جس کی طرف وقتاً فوقتاً ناقدین نے اشارات بھی کیے ہیں یعنی وہ یہاں کے شعراء کو خاطر میں نہیں لاتے۔

علامہ اقبال کا یہ کامل کام ہے کہ انہوں نے جبلی طور پر ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ معاصر ایرانی شعراء کے لہجے کی صرف نقل اتار کر وہ اپنے لیے کوئی انفرادی مقام پیدا کرنے میں ناکام رہیں گے۔ لہذا انہوں نے فارسی کے کلاسیکی شعراء اور بالخصوص رومی کے شعری آہنگ کو اپنایا لیکن اس میں بھی چربہ سازی نہ کی بلکہ اپنے لسانی شعور اور شعریت سے جنم لینے والی آگہی کو راہ نما بنا کر صرف اپنے انداز میں شاعری کی۔ اس میں اگرچہ جدید فارسی کا آہنگ شامل نہ تھا لیکن اقبال نے اپنے لہجے کی شیرینی اور حلاوت سے فارسی کے تخلیقی امکانات میں بیحد اضافہ کیا شروع میں ایرانی دانشوروں نے اقبال کی شعری عظمت کے اعتراف میں کافی زیادہ ہچکچاہٹ کا ثبوت دیا لیکن ایک مرتبہ وہ سخن اقبال سے مانوس ہو گئے تو پھر اسکے ایسے شیدائی ہوئے اور اس کی انفرادیت سے ایسے مسحور ہوئے کہ اقبال کو اپنے کسی ''سبک'' کے تحت لانے کے برعکس انہوں نے اقبال کے اسلوب کی یکتا شیرینی اور منفرد لے کے لیے ''سبک اقبال'' کی اصطلاح واضح کر ڈالی۔
چنانچہ ڈاکٹر حسین حطیمی نے ''رومی عصر'' مصنف ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی کے مقدمہ میں لکھا۔
''اگر خواستہ ہاشم سبک اشعار علامہ محمد اقبال لاہوری را در چند کلمات خلاصہ کنم، میگویم این شاعر سبکے مخصوص بخو داشت کہ شید مناسب باشد آنرا بنام سبک اقبال میخوانم'' اگر اقبال کے طرز شاعری کو چند الفاظ میں بیان کرنا چاہتا ہوں تو یہ کہوں گا کہ اس شاعر کا اپنا کاص انداز تھا جسے مناسب الفاظ میں ''طرز اقبال'' کا نام دیتا ہوں
اقبال کے ایک اور ناقد داؤد شیرازی نے بھی اسی خیال کا اظہار کرتے ہوئے ایران میں مطبوعہ ''کلیات اقبال'' کے مقدمے میں لکھا ہے
''اقبال نے فارسی شاعری میں ایک نئے طرز و دبستان کی بنیاد ڈالی جسے صحیح معنوں میں دبستان اقبال کا نام دیا جاتا اور موجودہ ادبی صدی کو اس کے نام نامی سے موسوم کرنا چاہیے۔''

اقبال کے ایک اور مداح ڈاکٹر احمد علی رجائی نے بحیثیت مجموعی علامہ کی زبان اور اسلوب کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ اس قابل ہیں کہ انہیں یہاں پیش کیا جائے وہ ایک مقالہ ''اقبال کا ایک شعر'' میں رقم طراز ہیں
''اقبال کے فارسی کلام میں الفاظ تراکیب اور سبک کے اعتبار سے کوئی مشکل اور ابہام نظر نہیں آتا۔ میں یہ بات بلاخوف و تردید کہوں گا کہ اقبال کا ایک کمال ان کی سادہ گوئی بھی ہے اور بڑی دل آویزی کے ساتھ وہ فلسفے کے کئی دقیق مسائل بیان کر جاتے ہیں سادگی کا ایک اثر یہ ہے کہ بسا اوقات قاری ان کے نکات پر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

غور کیے بغیر گزر جاتا ہے۔اقبال کی یہ سادگی ان کے مرشد معنوی مولانا رومی اور کسی حد تک شیرازی کے سبک سے مشابہ ہے۔رومی اور لسان الغیب حافظ نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی کے اسناد سے تصوف وعرفان کے بلند پایہ مسائل بیان فرمائے اور اقبال نے ان موضوعات کے علاوہ فلسفیانہ اور سیاسی افکار کو بھی اس سادگی سے منظوم کو ڈالا۔وہ شاعری کی قوت سے ناقہ بے مہار کو قطار کی طرف کھینچ رہے تھے ان کی باتیں ایسی تھیں جنہیں برملا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس لیے ہم نفسان خام کو سرگرم عمل رکھنے اور دھیرے دھیرے انہیں اپنے مقاصد سے آگاہ کرنے کی خاطر انہوں نے کنائے کی زبان اختیار کی ہے کہ

سوز و گداز حالتی است بادہ زمن طلب کئی　　پیش تو گر بیان کنم ،مستی ایں مقام را
نغمہ کجا و من کجا؟ ساز سخن بہانہ ایست　　سوی قطار می کشم ناقہ بی زمام را
وقت برہنہ گفتن است من بکنا یہ گفتہ ام　　خود تو بگو کجا برم ،ہم نفسان خام را؟

ترجمہ:عشق کے سوز و گداز کی کیفیت ایسی ہے کہ اگر میں اس کی تفصیل تیرے سامنے بیان کروں تو بھی مجھ سے شراب طلب کرنے لگے گا۔بھلا کہاں شاعری اور کہاں میں شاعری تو بس ایک بہانہ ہے۔میں اس کے ذریعے سے بے مہار اونٹنی کو قطار کی طرف نے جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔وقت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وضاحت سے بات کہہ دی جائے لیکن میں نے اشارے اور کنایئے میں بات کی ہے۔خدایا تو ہی بتا کہ میں اپنے ناپختہ ساتھیوں کو کہاں لے جاؤں؟

پیام مشرق اقبال کی تیسری فارسی کتاب ہے یہ کتاب 1923ء میں شائع ہوئی تھی ''پیام مشرق''یعنی سرزمین مشرق سے ایک پیغام۔جرمنی کے ایک مشہور شاعر اور فلسفی گوئٹے کے نام سے آپ واقف ہوں گے۔اس نے ''ایوان مشرقی وغربی'' کے نام سے جو دل آویز مجموعہ اشعار مرتب کیا تھا۔اس پر اسلامی تعلیمات اور ایرانی شعراء کے خاصے اثرات ہیں اقبال نے ''پیام مشرق'' کے ذریعے گوئٹے کے مذکورہ دیوان کا جواب لکھا ہے۔جواب لکھنے کا مفہوم یہ کہ اقبال نے اپنی کتاب میں گوئٹے کے پسندیدہ موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔گوئٹے کو ''حکیم حیات''یعنی زندگی کے آداب بتانے والا فلسفی کہتے ہیں اقابل بھی حکیم حیات اور حکیم الامت ہیں۔گوئٹے نے جرمن قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔اقبال نے یہی کام بالخصوص مسلمانوں کے لیے کیا۔گوئٹے کا تعلق مغرب سے ہے اور اقبال کا مشرق سے اس لیے اقبال نے اپنی کتاب کا نام ''پیام مشرق رکھا مگر اس کا مدعا یہ نہ تھا کہ اس کتاب کا اہل مغرب سے کوئی تعلق نہیں۔

اقبال گوئٹے کے تعارف کے بعد مسلمان ممالک کے زوال وانحطاط کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔بادشاہ سے کہتے ہیں کہ غیرت مند افغانوں کی تربیت جاری رکھو اور اس کوہستانی سرزمین میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت کی یاد تازہ کر دو۔(پیام مشرق کی اشاعت کے وقت امان اللہ خان افغانستان کے بادشاہ تھا اور اقبال نے کتاب کا انتساب اس بادشاہ کے نام کیا تھا)وہ فرماتے ہیں کہ مغربی اقوام کے علوم وفنون سے مسلمانوں کو مالا مال ہونا چاہیے۔وہ وہ سلطان مراد اول عثمانی کی درویش خوئی کا ذکر کرتے ہیں۔حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے مگر اس عہدے نے ان کی درویش مشربی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔اقبال بادشاہ سے فرماتے ہیں کہ وہ بھی شاہی لباس میں درویشانہ دل رکھے اور عشق رسول ﷺ کی متاع سے بہرہ مند ہونے کی کوشش کرے۔

انتساب کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے کتاب کے پانچ حصے ہیں پہلے حصے کا نام 'لالہ طور' ہے جس میں بابا طاہر کے انداز کی 163 دوبیتیاں یا رباعیاں ہیں دوسرے حصے میں کا عنوان 'افکار' ہے اور اس میں اقبال نے چھوٹے بڑے 51 عنوانات پر اپنے خیالات پیش کئے ہیں تیسرا حصہ مئے باقی (غزلیات) ہے جس میں 45 غزلیں ہیں۔چوتھے حصے میں نقش فرنگ کے عنوان سے 28 قطعے ملتے ہیں جن میں مغربی دانش مندوں کے افکار کا خاکہ اور اہل مغرب کے نام پیغام ہے خردہ (فردیات) کو آخری حصہ کہہ سکتے ہیں جس میں ایک ایک دو دو شعر کے قطعے ہیں مگر اس حصے میں کل 24 شعر ہیں۔پیام مشرق کے مختلف حصوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں جس فارسی کلام کی خصوصیات واضح ہو جائیں گی:

حصہ اول: کوہ طور اور وادی سینا کا ذکر قرآن مجید اور اسلامی ادب میں کئی بار آیا ہے یہ وہ جگہ جہاں حضرت موسیٰؑ نے جلوہ ایزدی دیکھا تھا۔لالہ کے پھولوں کی روایت بھی اردو ادب میں اب معروف ہے سرخ رنگ کے اس پھول کا سوز اور درد اقبال کو بہت عزیز تھا اب آپ لالہ طور کی ترکیب سمجھ سکتے ہیں اس میں 163 دو بیتیوں میں سے چند کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

رباعی 14: تو اپنے خاکی جسم کو اتنا مضبوط بنا کہ پختہ قلعوں کو مات کر سکے۔مگر اس جسم میں دل ایسا ہو جو دوسروں کے درد اور رنج کا احساس رکھے۔پہاڑ کے پہلو میں
ندیاں رواں ہوتی ہیں تو بھی مضبوطی کے ساتھ ساتھ ایسی ہی نرمی اختیار کئے رکھے۔

رباعی 36 : زندگی ہر لمحہ نئے انقلاب لانے کا نام ہے اسے ایک حالت میں رہنا منظور نہیں۔اگر تیرے کل اور آج میں کوئی فرق نہ ہو تو سمجھ لے کہ تو زندگی کی حرارت سے محروم ہو چکا ہے۔

رباعی 76: اپنے پاؤں کے ساتھ تقدیر کی زنجیر نہ باندھو۔اس آسمان کے نیچے کئی راستے ہیں۔تم جب بھی گھوڑ سواری کا عزم کرو تو میدان میسر رہے گا۔

رباعی 83: ہم مسلمان ہیں۔افغان و ترک یا تاتار نہیں ہیں۔ہم ایک چمن میں پیدا ہوئے ،ہماری شاخ ایک ہے اور ہمیں ایک ہی نئی بہار نے پروان چڑھایا ہے۔اس لیے کسی طرح کا رنگ یا نسل کا امتیاز ہمارے لیے بالکل ناجائز ہے۔

حصہ دوم: افکار والے حصے میں نئی شاعری کے نئے تجربے ہیں اور کئی موجوعات پر اچھوتے اور فکر انگیز خیالات ملتے ہیں۔ایک عظیم نظم ''تسخیر فطرت'' ہے جس

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک کی تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں، ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کے پانچ حصے ہیں اور اس کے بارے میں آپ ایک دوسرے یونٹ میں پڑھیں گے۔ایک نظم ''سروانجم'' ہے جس میں ستاروں کی زبانی دنیا کے مختلف حوادث پر تبصر ملتے ہیں۔ایک مختصر نظم میں باز اپنے بچے کو دلیر اور جوانمرد بننے کی نصیحت کرتا نظر آتا ہے ایک نظم حدی ہے۔(نغمہ ساربان حجاز) اس نظم میں اقبال ملت اسلامیہ کو ایک ناقہ سمجھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو ایک ساربان یا شتربان۔ساربان اپنی ناقہ کی برق رفتاری کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''تیز ترک گام زن منزل ما دور نیشت''، یعنی اے اونٹنی ذرا اور تیز چل ہماری منزل مقصود زیادہ دور نہیں ہے۔ایک دلچسپ نظم میں خدا اور انسان کا ایک مکالمہ ملتا ہے۔خدا کہتا ہے کہ انسان نے اس کائنات کو غارت کر رکھا ہے ایک زمین کو اس نے کئی ممالک میں تقسیم کر دیا ہے۔فولاد سے اس نے خوفناک ہتھیار بنا لیے۔درخت کاٹنے کے لیے کلہاڑیاں بنائیں اور پرندوں کو قید رکھنے کے لیے پنجرے۔خدا کی ان باتوں کے جواب میں انسان اپنے فضائل بیان کرتا ہے، خدا تو نے رات بنائی۔میں نے چراغ بنا لیا تو نے مٹی بنائی میں نے برتن بنا لئے۔تو بیابان، کوہسار اور صحرا بنائے میں نے چمن اور باغ بنا لئے۔میں وہ ہوں جو پتھر سے شیشہ اور زہر سے تریاق بناتا ہوں جو زہر کا علاج ہے۔اس مکالمے میں اقبال انسان کی عظمت واضح کر رہے ہیں۔وہ بار بار اس نکتے کو بتاتے ہیں کہ اس کائنات کی سب سے اہم چیز انسان ہے۔

پیام مشرق میں مکالمے کافی ملتے ہیں ایک مکالمہ ایک چھوٹی مچھلی اور شاہین کے بچے کا ہے۔شاہین کا بچہ ایک دن ساحل دریا پہ بیٹھا ایک چھوٹی مچھلی سے گفتگو کر رہا تھا مچھلی اس سے سمندر کی لہروں اور مگرمچھوں کے حملوں کی شکایت کر رہی تھی۔مچھلی نے اپنی ہمت کو قابل داد بتایا کہ سمندر کے سارے حادثے برداشت کر کے وہ زندہ رہتی ہے۔مگر شاہین بچے کو اس کی گفتگو پسند نہ آئی اس نے پر سنبھالے اور پرواز کی راہ لی۔اور جاتے ہوئے کہنے لگا کہ میراز مین اور زمین کی باتوں سے کیا کام؟ میرا مقام تو یہ ہے کہ صحرا اور سمندر سب شاہینوں کے بازوؤں اور پروں کے نیچے ہیں۔ایک دو شعری مکالمہ ساحل اور موج کا ہے اقبال نے اسے جرمی کے ہائنا نام کے ایک شاعر کے جواب میں لکھا اور اس کا عنوان زندگی و عمل رکھا، ساحل نے ایک دن ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اس بات پر افسوس کیا کہ اتنی طویل عمر کے باوجود اسے اپنی زندگی کی حقیقت کا علم نہیں۔پانی کی تیز رفتار لہر نے اس سے کہا کہ زندگی حرکت اور عمل کا نام ہے میں چلتی ہوں تو لوگ مجھے لہر یا موج کہتے ہیں اگر رک جاؤں تو سمندر کے باقی پانی کا حصہ ہوں اور میرا کوئی الگ وجود باقی نہ رہے گا۔

'افکار' کے حصے میں بعض دلچسپ داستانیں اور انتقادات بھی لیتے ہیں مثلاً ایک داستان کشمیر کے ایک فارسی شاعر غنی کے بارے میں ہے ملا محمد غنی کشمیری کا معمول تھا کہ جب اپنے چھوٹے سے گھر میں ہوتا تو اسے بند رکھتا مگر جب باہر جاتا تو اسے کھلا چھوڑ جاتا۔کسی نے اس مجرد شاعر سے اس عجیب معمول کی وجہ پوچھی غنی بولا میرے گھر میں سب سے قیمتی متاع میں خود ہوں۔اس لیے گھر کے اندر آتا ہوں تو دروازہ بند رکھتا ہوں مگر جب میں گھر سے باہر جاؤں تو اسے کس کی خاطر بند کروں؟ اس حصے کی آخری نظم کا عنوان تہذیب ہے اس میں اقبال نے موجودہ دور کے نام نہاد مہذب انسان کی جنگجویانہ سرشت کی مذمت کی ہے اس نظم کا آزاد ترجمہ یوں ہوگا۔آج کے انسان نے تہذیب کے سرخی پاؤڈر سے اپنے چہرے کو چمکا دیا اور اپنی کالی جلد کو آئینے کی طرح صیقل کر دیا۔اس نے ریشم کے دستانوں سے

ہاتھ ڈھانپ دیئے۔وہ قلم کا عاشق ہو گیا اور تلوار کمر سے کھول رکھی ہے۔اس حریص نے صلح عام کی خاطر ایک بت خانہ بنا رکھا ہے (لیگ آف نیشن) اس بت خانے کے گرد وہ ساز اور آواز کے ساتھ ناچتا ہے۔مگر جب جنگ نے اس کی عزت کا پردہ چاک کیا تو میں نے دیکھا کہ یہ مہذب انسان ابھی تک اسی روپ میں ہے جسے قرآن مجید نے خون بہانے والا اور جنگجو کہا ہے۔

غزلیات اقبال، حصہ مئے باقی: مئے باقی یعنی دیر تک نشہ رکھنے والی شراب۔خواجہ حافظ نے مئے باقی اور مئے صافی کی اصطلاحات اپنے کلام میں استعمال کی ہیں اقبال نے اپنی غزلیات کا عنوان، مئے باقی رکھ کر حافظ کے ساتھ اپنے ربط کی طرف خود ہی اشارہ کر دیا ہے۔فارسی کے دوسرے بڑے غزل گو شاعروں مین رومی، عراقی، سعدی اور امیر خسرو ہیں۔یہ سب حضرات اقبال کے پسندیدہ شعراء تھے مگر اقبال کو رومی کا سوز و ساز اور حافظ کی زبان مجموعی طور پر زیادہ پسند تھی۔اور ظاہری طور پر اقبال کی غزلیں ان کے زیادہ قریب ہیں۔اقبال کے خاص موضوعات اور بیسویں صدی کے خاص مسائل کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں غزل، اقبال کی ہے مگر اقبال کے عام اشعار غزل دیوان حافظ میں رکھ دیئے جائیں تو بہت کم لوگ ان اشعار اور حافظ کے انداز میں امتیاز کر سکیں گے۔اس اقبال کی غزلیات کا بلند مقام واضح ہو جاتا ہے۔یہاں یہ نکتہ یار ہے کہ اقبال کی غزل میں ان کے سارے پسندیدہ موضوعات موجود ہیں۔

یک نگہ یک خندہ دزدیدہ،، یک تابندہ اشک بہر پیمان محبت نیست سوگندے دگر

ترجمہ: محبت کے عہد و پیمان کے لیے ایک نگاہ ایک چوری چھپے کی ہنسی اور ایک چمکدار آنسو کے سوا کسی حلفیہ بیان کی ضرورت نہیں ہے

حلقہ بستند سر تربت من نوحہ گراں حلقہ بستند سر تربت من نوحہ گراں

نقش فرنگ: پیام مشرق کے نقش فرنگ (رنگ مغرب) والے حصے کی پہلی نظم 'پیام' ہے۔اس میں شاعر مشرق اہل مغرب کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ عقل کے ساتھ عشق بھی اختیار کریں۔یعنی مادی ترقی کیساتھ روحانی امور کی بھی قدر کریں۔پہلی جنگ عظیم کے بعد لیگ نیشنز قائم ہوئی تھی جس کی جگہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ نے لے لی۔جمعیت اقوام کے عنوان سے ایک دو شعری قطعہ میں اقبال نے لیگ آف نیشنز کو کفن چوروں کی ایک جماعت قرار دیا ہے۔ایک طنزیہ دو شعری قطعہ فلسفی اور سیاستدان کے بارے میں ہے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم ایڈ ایم اے ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

''فلسفی کو سیات دان کے ساتھ یکساں نہ مانو۔فلسفی کے خورشید کی آنکھ اندھی ہے اور سیاستدان کی آنکھ بے نم ہے فلسفی، حق کی بات کی خاطر کمزور دلیل تلاش کرتا ہے مگر سیاستدان جھوٹی بات کی خاطر مضبوط دلیل لے آتا ہے''

اس حصے کی اکثر نظموں میں یورپ کے نامور فلسفیوں کے افکار سے بحث کی گئی ہے مگر ان باتوں سے خاص لوگ ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں چند نظموں میں اقبال نے سرمایہ داروں کی مذمت کی اور محنت کش طبقے کے ساتھ ہمدردی دکھائی ہے دو نظموں میں اقبال نے رومی کے افکار کو خراج تحسین پیش کیا اور ہیگل اور گوئٹے پر ان کی برتری کا ذکر کیا ہے۔'خردہ' کے عنوان سے اقبال نے دلچسپ اشعار پیش کئے ہیں۔اس حصے میں کل 16 نکتے ہیں اور 24 اشعار بعض نکتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

نکتہ 3 مغز خالی ہونے کی بنا پر نیکی قلم کی صدا نکلتی ہے سرمے کے قلم کی آواز تو ہی نہیں

نکتہ 9 اگر تجھ میں معاف کر دینے کی ہمت نہیں تو دشمنوں سے جنگ کر کے بدلہ لے لے۔مگر دل کو دشمنی اور بدخواہی کا کارخانہ نہ بنائے رکھ۔اپنے شہد میں سرکہ نہ ڈال۔

نکتہ 16 کتنا اچھا ہو کہ آدمی پرانے رسم ورواج سے آزاد ہو جائے۔اگر تقلید اچھی بات ہوتی تو رسول اکرم ﷺ بھی اپنے باپ دادا کے طریقوں پر چلتے۔

☆☆☆☆☆

سوال نمبر4: ذیل کے اشعار کی تشریح سیاق وسباق کے حوالے سے کریں۔

برتر از اندیشۂ سُود وزیاں ہے زندگی ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی
تُو اسے پیمانۂ امروز وفردا سے نہ ناپ جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی
زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پُوچھ جُوئے شِیر و تیشہ وسنگِ گراں ہے زندگی
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جُوئے کم آب اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی

جواب: **سیاق وسباق:** یہ علامہ اقبال کی نظم ''خضر راہ'' کا چوتھا بند ہے۔

اس بند میں حضرت خضرؑ نے شاعر کے دوسرے سوال (زندگی کیا ہے؟اس کا راز کیا ہے؟) کا جواب دیتے ہوئے زندگی کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ زندگی نفع ونقصان کے خیال سے بالاتر ہے۔حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے تعلق میں نفع نقصان کا سوال آ ہی نہیں سکتا۔زندگی کبھی اپنی جان کی حفاظت کا نام ہے اور کبھی خدا کی راہ میں جان دینے کا نام زندگی ہے۔مراد یہ ہے کہ اپنی جان کی حفاظت تو ہر شخص کے نزدیک زندگی کی علامت ہے مگر اس حقیقت کی بہت کم لوگوں کو خبر ہے کہ کبھی کبھار کسی بلند مقصد کے حصول کے لیے اپنی جان قربان کر دینا بھی زندگی ہے۔کیونکہ ایسے لوگ مرتے نہیں بلکہ کسی عظیم جدوجہد میں جان دے کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتے ہیں۔زندگی تو ایک جوہر ہے جو کبھی جسم خاکی میں روح رواں کی طرح سرایت کرتا رہتا ہے اور کبھی موت کی شکل میں آکر جسم سے الگ ہو جاتا ہے اس جوہر کے مقامات بدلتے رہتے ہیں مگر یہ ہر جگہ اپنی مکمل صورت میں قائم رہتا ہے اور نفع ونقصان سے الگ اور بالاتر ہے، نہ تو جسمانی شکل میں روح کے جوہر کو نقصان پہنچتا ہے اور نہ موت کے روپ میں اسی طرح نہ اسے جسمانی صورت میں کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ موت کی شکل میں نقصان۔

تو اسے دن اور رات اور حال و مستقبل کے پیمانوں سے کیا ناپ رہا ہے؟ زندگی روز وشب کی قید سے آزاد ہے۔ہم اس جوہر کو دن، رات، مہینے اور سال کے خانوں میں تقسیم نہیں کر سکتے۔یہ ایک ناقابل تقسیم اکائی ہے۔یہ ابدی حیثیت رکھتی ہے۔دائمی ہے ہمیشہ رواں دواں اور جواں۔گردش وقت زندگی کو کبھی بوڑھا نہیں کر سکتی۔سلسلہ روز وشب کبھی اس کے چہرے پر جھریاں نہیں ڈال سکتا۔زندگی کا چہرہ ہمیشہ نکھرا نکھرا رہتا ہے۔اسے سدا بہار جوانی نصیب ہے۔یہ کسی اور مقام اور منزل پر نہیں ٹھہرتی۔ہمیشہ سفر میں رہتی ہے۔

حضرت خضرؑ فرماتے ہیں کہ اگر تو زندوں میں سے ہے اور زندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی کوشش کر۔زندگی تو کائنات کا ضمیر ہے یہ تو وجود آدم کا بھید ہے۔مراد یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق اور آدم کی پیدائش زندگی کے کرشمے ہیں۔اس حقیقت کو سمجھنے اور اس مادی دنیا کو نظر انداز کر کے بلند مقاصد کے حصول کی کوشش کر۔اپنے عزائم اور اعمال صالح کی بدولت نئی دنیا پیدا کر۔علامہ اقبال ایک اور جگہ بھی یہی سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ وخشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

زندگی کی اصلیت سے باخبر ہونا ہے تو اس کی حقیقت فرہاد کے دل سے پوچھ وہ تجھے بتائے گا کہ یہ ایک بھاری پتھر، تیشہ اور دودھ کی نہر ہے۔مراد یہ ہے کہ حقیت فرہاد کے قصے سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس نے کس طرح پہاڑ کھودا اور دودھ کی نہر جاری کی اور اپنی ہمت اور کوشش سے ایک ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا اگر تو نے اپنے اپنے دل میں کوہ کن جیسا جذبہ پیدا کرے تو تو بھی اپنی دنیا آپ پیدا کر سکتا ہے۔

غلامی اور آزادی کی زندگی میں بڑا فرق ہے۔غلامی کی زندگی کی ایک مثال ایک چھوٹی سی ندی کی طرح اور آزادی کی زندگی ایک وسیع سمندر کی طرح ہے جس کا کوئی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس اور مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کنارہ نہیں۔

اگر چہ خدائے تعالیٰ نے زندگی کو مٹی کے ایک چھوٹے سے پیکر میں بند کر دیا ہے مگر یہ اپنی قوت تسخیر سے ظاہر ہوتی ہے۔مراد یہ ہے کہ بظاہر زندگی انسان کے خاکی جسم میں پوشیدہ ہے مگر اس کے کمالات تب نظر آتے ہیں جب انسان کائنات کو اپنے بس میں کرنے کی جدوجہد کرتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ زندگی جو مٹی کے قالب میں نہاں ہے،اس میں تسخیر کی کتنی قوت ہے اور کائنات کو مسخر کرنے کی کتنی اہلیت رکھتی ہے۔تو زندگی کے سمندر سے ایک بلبلے کی طرح پیدا ہوا ہے۔دنیا کے زیاں خانے میں زندگی تیرے لیے ایک امتحان ہے۔یعنی اس دنیا میں جہاں قدم قدم پر نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔تیرا امتحان لیا جائے گا۔جاتے وقت تو نے بھی عام لوگوں کی طرح اپنے جوہر اور خصوصیات کو ضائع ہی کیا ہے یا اس کا کوئی فائدہ بھی اٹھایا ہے اور کچھ اچھے کام بھی کیے ہیں یہ دنیا ہمارے لیے ایک امتحان اور آزمائش سے کم نہیں۔

اگر تو اس دنیا میں مٹی کا ایک پتلا ہی رہتا ہے تو نامکمل ہے۔اگر تو اپنی مخفی قوتوں کو کام میں لائے اور بلند مقاصد کے لیے کمر ہمت باندھ لے اور ولولہ وعزم سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے تو تو پختہ ہو کر ایک ایسی تلوار بن سکتا ہے جس کی کاٹ کوئی چیز نہ روک سکے گی۔بہتر یہی ہے کہ دنیا میں اپنی ہمت اور طاقت سے پورا پورا کام لے۔اپنی خودی کی تربیت کر کے وہ بلند مقامات حاصل کر لے جو انسانیت کی شان کے شایان ہیں،نہ مٹی کا ڈھیر ہی رہے۔

سوال نمبر 5 علامہ اقبال کی نظم نگاری پر مفصل نوٹ لکھیں جس میں اشعار بطور مثال شامل ہوں۔

جواب: علامہ اقبال کی نظم نگاری: اقبال اردو شاعری میں اس قدر بلند نام ہے کہ شائد صدیوں تک کوئی اتنا بڑا قد آور شاعر پیدا نہ ہو سکے۔اقبال نے شاعری کی شکل میں اپنے افکار و نظریات اور جذبات و محسوسات کا جو سرمایہ چھوڑا ہے وہ بہت زیادہ قابل قدر ہے۔

اقبال کے مجموعہ کلام:

بانگِ درا: یہ مجموعہ اقبال کی بیشتر نظموں اور چند غزلیات پر مشتمل ہے۔اس کے آخر میں چند ظریفانہ انداز کی نظمیں بھی ہیں۔شمع وشاعر،شکوہ، جواب شکوہ،خضرِ راہ اور طلوع اسلام وغیرہ مشہور نظمیں اسی مجموعے میں شامل ہیں۔

بالِ جبریل: اس مجموعے میں زیادہ تر اقبال کی غزلیات شامل ہیں۔یہ غزلیات معنوی اعتبار سے غزل کے جدید ترین رنگ کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ضرب کلیم: اس مجموعے میں زیادہ تر نظمیں ہیں جو مختلف ضروری موضوعات پر کہی گئی ہیں۔ان کے علاوہ اقبال کی دیگر کتابوں میں مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں:

پیامِ مشرق ،زبورعجم ،جاوید نامہ ،ارمغان حجاز ،اسرار خودی ،رموز بیخودی ،پس باید کردا ے اقوام شرق

نثر میں اقبال کی کتابوں میں مندرجہ ذیل دو کتابیں بہت مشہور ہیں: تشکیل جدید الٰہیات ، علم الاقتصاد

علامہ اقبال کی شاعرانہ عظمت: اقبال کو شعر وشاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔وہ طالب علمی کے زمانے سے ہی طبع آزمائی کرتے تھے۔انہوں نے اپنی شاعری کے پہلے دور کا آغاز اپنی مشہور نظم "نالہ یتیم" سے کیا۔پھر یہ سلسلہ آخر تک برابر جاری رہا۔اردو زبان وادب پر اقبال کے بے شمار احسانات ہیں۔اقبال صرف شاعر مشرق نہیں بلکہ ہمہ گیر اور غیر منقسم انسانیت کے شاعر تھے۔علم الاقتصاد،فلسفہ ایران،بانگ درا،بال جبریل،ضرب کلیم،ارمغان حجاز،حرف اقبال، اقبال نامہ،اسرار خودی،پیام مشرق،زبور عجم،جاوید نامہ،کلیات اقبال۔اقبال کی اہم تصانیف ہیں۔

ابتدا میں انہوں نے خط و کتابت کے ذریعے داغ سے اصلاح لینا شروع کیا جس کا اقبال کی زبان وشاعری پر بہت بڑا اثر پڑا۔اقبال کا شمار دنیا کے چند بلند پایہ شعراء میں ہوتا ہے۔انہوں نے اپنے شاعرانہ کمالات کی بدولت عالمگیر شہرت وعظمت حاصل کی۔اقبال نہ صرف شاعر بلکہ بلند پایہ مفکر،فلسفی،حکیم الامت،مصلح قوم وملک،عظیم مجتہد،اور روشن خیال وحساس انسان تھے۔ان کے کلام میں اخلاقی قدریں ہیں،۔قومی درد،خدمت،جوش،فلسفہ،تصوف،دعوت عمل،جذبۂ حب الوطنی،آرائش تہذیب اور تعلیم اخلاق سب کچھ موجود ہے۔

علامہ اقبال کی شاعری کی خصوصیات: اقبال نے شعر گوئی کا آغاز غزل سے کیا،ان کی غزلوں میں جدید خیالات ونظریات پائے جاتے ہیں۔لیکن ابتدائی غزلوں کے عکس دھندلے ہیں۔کثرت عشق اور امتداد عمر سے غزل گوئی میں برترین نکھار آتا گیا۔غزلیات کے ساتھ ساتھ اقبال نے جدید رنگ کی نیچرل،قومی اور وطنی نظمیں بھی لکھیں،جو دلکش اور روح پرور ہیں۔ان کی نظم نگاری کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔نظم گوئی کے سلسلے میں حالی نے جو کام شروع کیا تھا اسے انہوں نے مکمل کر دیا۔اقبال کی شاعری کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔پہلا دور ابتداء سے لے کر 1905ء تک رہا۔اس دور کے کلام میں حب الوطنی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔دوسرا دور 1906ء سے 1911ء تک رہا۔اس دور کے کلام میں عشق حقیقی کی جھلک ہے۔تیسرا دور 1911ء سے 1934ء تک رہا۔اس دور کا کلام فلسفہ سے بھرپور ہے۔چوتھا دور 1934ء سے آخر تک رہا اس دور کے کلام میں زندگی کی بہترین تنقید موجود ہے۔علامہ اقبال کے کلام کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

1۔ فلسفیانہ انداز بیاں: اقبال کا کلام فلسفیانہ حقائق سے بھرا ہوا ہے۔ان کا عام انداز بیان فلسفیانہ ہے۔اقبال کی غزلوں میں تغزل کے ساتھ جدید شاعری کی تمام اہم خصوصیات موجود ہیں۔سوز و گداز، سلاست، روانی، شوخی و رنگینی، ندرت ادا، تشبیہات و استعارات، جوش بیان اور شگفتگی ان کے کلام کی خصوصیات ہیں۔اقبال نے غزل کو ایک نیا رنگ دیا۔وہ اپنے امتیازی رنگ میں ممتاز تھے۔ان کے فلسفے میں جہد و عمل کی بڑی اہمیت ہے۔انہوں نے اپنی بات کو زیادہ سے زیادہ پر اثر بنانے کی کوشش کی ہے۔اقبال نے اپنی شاعری میں صنعت تلمیح سے بہت کام لیا ہے۔استعارے اور تشبیہات تو ان کی شاعری کی جان ہیں۔صنعت تلمیح میں شاعر اپنے اشعار میں کسی تاریخی یا نیم تاریخی واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔یہ صنعت اقبال کے کلام میں عام ہے۔اقبال دنیا کے پہلے شاعر تھے جنہوں نے ادب اور فلسفہ کو اصلاحی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ان کے فلسفہ کا خلاصہ خود شناشی و خودنگری ہے۔ان کے کلام سے علم و یقین کی مکمل توانائی ظاہر ہوتی ہے۔ان کے اعتقاد میں شگفتگی اور شاعری میں مذہبی شگفتگی پائی جاتی ہے۔ان کی شاعری میں فلسفہ اور فلسفے میں شعریت کا عنصر ملتا ہے۔ان کی غزل میں واقعیت اور نظم میں غزل کی نشتریت پائی جاتی ہے۔اقبال خالص انسانیت کے سچے ہمدرد تھے۔ان کے دل میں ساری دنیا کا درد موجود تھا۔

2۔ رفعتِ تخیل: تخیل کی رفعت اور بلند آہنگی میں اقبال اردو کے تمام شاعروں سے سبقت لے گئے ہیں۔ان کے فکر فلک سیر کی روشنی میں قاری خیالات کے نئے نئے افق دیکھتا ہے۔مثلاً

ے دہر میں عیشِ دوام آئیں کی پابندی سے ہے — موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں
ے سامنے رکھتا ہوں اس دورِ نشاط افزا کو میں — دیکھتا ہوں دوش کے آئینے میں فردا کو میں
ے برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی — ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں زندگی

3۔ کلاسیکیت اور رومانیت: جس شاعری میں سرمستی، جذبے اور تخیل کا بھرپور رچاؤ ہوا سے رومانی شاعری کہتے ہیں اور وہ شاعری جس میں جن کے مسلمہ اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے روایتی اسلوب بیان کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے اسے کلاسیکی شاعری کہا جاتا ہے۔اقبال کی شاعری میں ہمیں فکر کی گہرائی اور جذبے کی شدت کے ساتھ ساتھ کلاسیکیت کا ایک منفرد انداز بھی ملتا ہے۔مثال کے طور پر

ے عشق کی اک جست نے کر دیا قصہ تمام — اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

4۔ سوز و گداز: اقبال کے دل کا سوز و گداز ان کے اشعار میں بھی نمایاں ہے۔سوز و گداز کی یہ کیفیت صقلیہ بلاد اسلامیہ، گورستان شاہی اور حضور رسالت مآب میں پورے عروج پر ہے۔عکسِ کلام درج ذیل ہے:

ے تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے دردناک — جس کو آوازِ رحیلِ کارواں سمجھا تھا میں
ے دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمی محفل کی یاد — جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد
ے دہر کو دیتے ہیں موتی دیدۂ گریاں کے ہم — آخری بادل ہیں اک گزرے ہوئے طوفاں کے ہم

5۔ موسیقیت اور ترنم: اقبال کے اشعار میں موسیقی اور ترنم کی ایک خاص کیفیت پائی جاتی ہے۔اس مقصد کے لئے وہ عام طور پر مترنم اور رواں بحریں انتخاب کرتے ہیں۔ان بحروں میں حسین الفاظ و تراکیب کی مرصع کاری سے موسیقیت پیدا ہو جاتی ہے۔مثلاً ذیل کے اشعار دیکھئے

ے نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا — میں ہلاکِ جادوئے سامری تو قتیلِ شیوۂ آزری
ے تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر — کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری
ے کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم — وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنھیں دماغِ سکندری

6۔ رمزیت: کسی مضمون کو استعارے، کنائے کے پیرائے میں بیان کرنے کو رمزیت کہتے ہیں۔رمز و کنایہ بلاغت کی جان ہے۔اقبال نے رمز و ایماء کے پیرائے میں نہایت بلند پایہ شعر کہے ہیں۔عکس کلام درج ذیل ہیں

ے خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے — اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ میخانے رہے
رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے — کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں — رقص میں لیلیٰ رہی لیلیٰ کے دیوانے رہے

7۔ مصوری: اقبال مناظرِ فطرت کی لفظی تصویریں بڑی خوبی سے کھینچتے ہیں۔ان کی اکثر نظمیں منظر کشی کا شاہکار ہیں۔مثلاً

ے ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام — وہ حضر بے برگ و ساماں وہ سفر بے سنگ و میل
وہ سکوتِ شامِ صحرا میں غروبِ آفتاب — جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل
اور وہ پانی کے چشمے پر مقامِ کارواں — اہلِ ایماں جس طرح جنت میں گردِ سلسبیل
ے صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں — ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو
ے پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی — جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

8۔ تغزل: اقبال نے نظم کہنے کے لئے عام طور پر غزل کا لطیف، شیریں اور حسین پیرایہ بیان اختیار کیا۔ مضمون آفرینی، فکر کی گہرائی، جذبے کی شدت اور ایمائیت اور غزل کی جان ہیں۔ یہ جملہ عناصر اقبال کی غزل میں موجود ہیں مگر ان کے تغزل میں غزل کے روایتی خیالات کی بجائے ایسے مضامین بیان ہوئے ہیں جن سے قاری کو زندگی اور عمل کی حرارت نصیب ہوتی ہے۔

9۔ تشبیہ و استعارہ: اقبال تشبیہوں اور استعاروں کو بڑی فنکارانہ مہارت کے ساتھ اپنے شعروں میں استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً

جیسے سو جاتا ہے گہوارے میں طفلِ شیر خوار — موجِ مضطر تھی کہیں گہرائیوں میں مست خواب

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں — یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

ٹوٹ کر خورشید کی کشتی ہوئی غرقاب نیل — ایک ٹکڑا تیرتا پھرتا ہے روئے آب نیل

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے — گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

10۔ جدت ترکیب: اقبال کو نئی نئی خوبصورت اور حسین ترکیبیں تراشنے کا ڈھنگ بھی خوب آتا ہے اور پھر ان تراکیب کو شعر میں استعمال کرنے کا سلیقہ بھی وہ جانتے ہیں۔ مثال کے طور متاعِ دیدۂ تر، طلسم دوش و فردا، جگرِ لالہ، پیمانہ امروز و فردا، مدِ نمود، طوقِ گلو افشار، سود فراموش، چراغِ مصطفوی وغیرہ۔ شکوۂ بیان

11۔ جذبات و خیالات: اقبال کے دل میں جذبات و خیالات کا ایک سمندر موجزن ہے۔ یہی جذبات و خیالات جب پر شکوہ اسلوب میں ڈھلتے ہیں تو ان کے کلام میں گھن گرج کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس پر شکوہ لہجے میں ان کے جوشِ ایمانی اور ان کی پر جلال شخصیت کا بھی بہت بڑا دخل ہے، نمونہ کلام پیشِ نظر ہے

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا — غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا

میری نوائے شوق سے شورِ حریم ذات میں — غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں

گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود — گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

سوال نمبر 6: نظم ''خضرِ راہ'' میں علامہ اقبال نے عالم اسلام کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کی وضاحت پر مشتمل ایک مضمون لکھیں۔

جواب: اقبال کی نظم ''خضرِ راہ'' اور عالم اسلام: ''دنیائے اسلام'' کے تحت اقبال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس کا پس منظر عالم اسلام کی وہ صورت حال ہے جس کا ذکر ابتدا میں کیا گیا ہے۔ خضر سے شاعر کا سوال ہے:

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ — خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

جواب میں خضر کہتے ہیں: کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں — مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال عربوں اور ترکوں کی باہمی آویزش کے اسباب و علل اور نتائج و عواقب سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس کے بارے میں انھیں سخت تشویش تھی۔ پہلے شعر میں ''ہاشمی'' سے مراد مکہ کا شریف (یعنی حکمران) حسین ہے۔ علامہ کو اس بات کا سخت قلق تھا کہ عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگے۔ مغربیوں نے بھی پہلے جنگِ بلقان اور پھر جنگِ عظیم میں ترکوں کی قتل و غارت گری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا:

ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو

''کلاہِ لالہ رنگ'' سے مراد خلافت ہے۔ اس زمانے (1922ء) میں ''نوجوان ترکوں'' خاص طور پر کمال اتاترک اور اس کے ہم خیال ساتھیوں نے ''خلافت'' کے ادارے کو عضوِ معطل بنا کر رکھ دیا تھا۔ ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ خلافت کو، جو پہلے ہی برائے نام تھی، زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کریں گے۔ خلافت کی اس بے وقعتی پر اقبال ہی نہیں، ہندستان کے تمام زعما اور دردمند مسلمان بے چین تھے۔ تحریک خلافت اسی بے چینی، ملی احساس اور دردمندانہ تڑپ کا نتیجہ تھی۔ اس اضطراب کے نتیجے میں ہندستان سے سید امیر علی اور سر آغا خاں نے ترک لیڈروں کو خط لکھا کہ دنیا بھر کے مسلمان، خلیفہ کی موجودہ غیر موثر حیثیت سے مطمئن نہیں لہٰذا خلافت کو پورے اختیارات کے ساتھ بحال کیا جائے۔ مگر اتاترک نے 1924ء میں خلافت کی بساط لپیٹ دی۔ اقبال کے نزدیک حکمت مغرب (عیارانہ ڈپلومیسی یا سیاسی چال بازی) زوالِ مسلم کا ایک سبب ہے اور دوسری وجہ خود مسلمانوں کا اپنے مذہب و اخلاق سے انحراف ہے۔

اقبال مسلمانوں کی اس حالت زار پر سخت متاسف' بے چین اور مضطرب ہیں۔ وہ پھر اسی سنہرے دور کے منتظر ہیں جب دنیا کے ایک بڑے حصے پر اسلام کی حاکمیت قائم تھی۔ مگر اس کی واپسی کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں نے اپنا جو (Image) بنا رکھا ہے' اسے تبدیل کیا جائے مغربی تہذیب کی نقالی' یورپ کی ذہنی غلامی اور اسلام کے بارے میں معذرت خواہانہ فرومایگی اسی کے مظاہر ہیں۔ یہ سب باتیں ''زمین و آسمانِ مستعار'' کے ذیل میں آتی ہیں۔ جب تک مسلمان اسے پھونک نہیں ڈالتا اس وقت تک ''جہانِ نو'' تعمیر ہونا ممکن نہیں۔ نظم کے اس حصے میں اقبال نے فارسی کو فلسفۂ خودی کی طرف متوجہ کیا ہے۔

پھر مسلمانوں کی سربلندی' دین کے تحفظ اور نظامِ اسلامی کے قیام کے لیے اتحادِ اسلامی ناگزیر ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کا باہمی اتحاد فکرِ اقبال کا اہم پہلو ہے۔ اس

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، الغرض تمام کلاسز کی ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقیں ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں نیز امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کی بنیاد اسلام ہے نہ کہ وطن، نسل، رنگ یا زبان۔ فکرِ اقبال کا یہ پہلو قرآنی تعلیمات سے ماخوذ ہے:

''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔'' (آلِ عمران: 103)

کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے۔ (آلِ عمران: 105)

علامہ اقبال نے مسلمانوں کو ''بتانِ رنگ و بو'' کو توڑنے کا مشورہ دیا اس لیے کہ یورپ میں نسلی اور وطنی امتیاز کی بنیاد پر فروغ پانے والی قوم پرستی کے مہلک نتائج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ جناب وحید احمد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: ''اس زمانے میں سب سے بڑا دشمن، اسلام اور اسلامیوں کا نسلی امتیاز و ملکی قومیّت کا خیال ہے۔ پندرہ برس ہوئے جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا، اس وقت میں یورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا''۔

عرب ترک آویزش کا سبب عصرِ نو کا یہی فتنہ ہے جس سے عرب دھوکا کھا گئے، مگر انھوں نے ابھی تک اس سے سبق نہیں سیکھا۔ اپنی داستانِ عبرت آج تقریباً ایک صدی بعد بھی عربوں کو متحد نہیں کر سکی۔ علامہ اقبال کا یہ شعر عربوں کی موجودہ حالت کی تفسیر ہے:

نسل اگر مسلم کی، مذہب پر مقدم ہوگئی ؎ اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہ گزر

یہ شعر اور اس بند کا آخری شعر: اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش ؎ اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

اسی آیت کریمہ (وَلَا تَفَرَّقُوا) کی تشریح ہے۔ سیاسی اور بین الاقوامی سطح سے قطع نظر، مسلمان دین و شریعت کی فروعی باتوں اور معمولی مسائل پر آپس میں الجھے ہوئے ہیں۔ مناظرہ بازی اور شغلِ تکفیر مولویوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ ان کا سارا زور ایسے مسائل پر صرف ہو رہا ہے کہ حضراتِ صحابہؓ میں سیدنا ابوبکرؓ افضل تھے یا سیدنا علیؓ؟ اقبال مسلمانوں کو اس غلط روش سے محترز اور ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ آخری بند اختتامیہ ہے۔

خضر نے اس سے پہلے اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ عالمِ اسلام کے لیے سب سے بڑا فتنہ مغرب کی سرمایہ دارانہ تہذیب اور فرنگی سامراج ہے جس نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سیاسی و اقتصادی اور ذہنی طور پر مسلمانوں کو تباہ کیا ہے۔ دوسری طرف مغرب نے سائنسی ترقی کے سبب اپنی ہلاکت کا سامان خود مہیا کر لیا ہے۔ اب صورتِ حال بدل رہی ہے۔ صیاد خود اپنے ہی دام میں الجھنے والا ہے۔ وہ زمانہ بہت قریب ہے جب سرمایہ دارانہ تہذیب اپنی موت آپ مر جائے گی۔ استعارے کی زبان میں یہ بات یوں بیان کی ہے: تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج ؎ موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

اس سے پہلے ''شمع اور شاعر'' میں اقبال کہہ چکے ہیں: دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل ؎ موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی

اقبال کو یقینِ کامل ہے کہ دنیا کی امامت کا منصب یورپی تہذیب کی خودکشی کے سبب خالی ہونے والا ہے۔ مسلمان اپنی خاکستر سے ایک جہانِ نو تخلیق کر کے اس منصب کو سنبھالیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر وہ صراطِ مستقیم پر چلتے رہے تو یقیناً دنیا میں انھیں غلبہ و اقتدار حاصل ہو کر رہے گا۔

''غلبہ و اقتدار تمھیں ہی حاصل ہوگا اگر تم مومن ہو۔'' (سورہ آلِ عمران: 139) اور ''اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ کبھی خلاف نہیں کرتا۔'' (سورہ آلِ عمران: 9)

''ہر زماں پیشِ نظر لا یخلف المیعاد دار'' میں اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔

سوال نمبر 7: نظم ''ذوق و شوق'' کا فکری و فنی تجزیہ کریں۔

جواب: نظم ''ذوق و شوق'' کا فکری تجزیہ: یہ نظم ایک تو اس ذوق و شوق کی آئینہ دار ہے، جو اقبال کے دل میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موجود تھا۔ دوسرے اس میں ملت اسلامیہ کے احیا کا ذوق و شوق ہے، جس کے لیے اقبال عمر بھر تڑپتے رہے اور روشن مستقبل کے لیے پر امید بھی رہے۔ ابتدا میں نظم زیادہ طویل تھی، نظرِ ثانی میں اقبال نے کم و بیش تین درجن اشعار قلم زد کر دیے۔

یہ نظم سفرِ فلسطین کا حاصل تھی، اور ایک ایسا تحفہ جو اس سفر کے دوران میں علامہ اقبال کے ہاتھ لگا۔ وطن واپسی پر انھوں نے یہ تحفہ ملت کے سامنے پیش کر دیا۔ نظم کے آغاز میں سعدیؒ کا شعر:

دریغ آمدم زاں ہمہ بوستاں ؎ تہی دست رفتن سوئے دوستاں (سعدی)

اور اس کا ترجمہ یہ ہے: اس سراپا باغ سرزمین (فلسطین) سے دوستوں کی طرف خالی ہاتھ آنا مجھے اچھا نہیں لگتا (اس لیے میں ان کی خاطر نظم کا یہ تحفہ لایا ہوں) درج کرنے سے اسی مدعا کا اظہار مقصود ہے۔

☆ **تمہید:** ''ذوق و شوق'' میں علامہ نے اظہارِ خیال کے لیے تمہیدی طور پر ایک منظرِ فطرت کا سہارا لیا ہے۔ ''خضرِ راہ'' کی طرح اس نظم میں بھی انھوں نے ایک منظرِ فطرت کو اپنے حکیمانہ خیالات کی تمہید بنایا ہے۔ شاعر کے دل میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کی خواہش کروٹیں لے رہی ہے، اس لیے وہ خود کو عالمِ تصوّر میں مدینۂ طیبہ کے آس پاس محسوس کرتا ہے۔ اس تصوّراتی منظر کا نقشہ کچھ یوں ہے:

مدینہ منورہ کے قریب صحرا میں صبح کا سہانا وقت ہے۔ ٹیلوں کی اوٹ سے سورج نمودار ہوتا ہے تو اس کی نورانی کرنیں چاروں طرف یوں بکھر جاتی ہیں جیسے حسنِ ازل

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نے اپنا نقاب اتار دیا ہے۔ رات کی بارش کے سبب نواحِ کاظمہ کی ریت ریشم کی مانند نرم ہوگئی ہے۔ درختوں کے پتے ڈھل کر پاک وصاف اور چمک دار ہو گئے ہیں۔ فضا ہر طرح کی آودگی سے مبرّا ہے۔ رات کے برسے ہوئے بادلوں کے چھوٹے چھوٹے رنگا رنگ ٹکڑے ادھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ کوہِ اِضم کی پہاڑیوں کے پس منظر میں جب ان بدلیوں پر سورج کی نقرئی کرنیں پڑتی ہیں تو ان کی رنگینی اور رعنائی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس بند میں لفظ ''کاظمہ'' اور ''کوہِ اِضم'' وضاحت طلب ہیں۔ کاظمہ مکہ کی جانب والے ایک راستے' ایک مقام یا ایک چشمے کا نام ہے۔ یہ مدینے کے متعدد ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اِضم مضافاتِ مدینہ کے ایک پہاڑ یا وادی کا نام ہے۔ اقبال نے پہاڑ مراد لیا ہے۔ کاظمہ اور اِضم کے نام قصیدۂ بردہ کے اس شعر سے ماخوذ ہیں:

ے أم ہَبَّتِ الرِّیحُ مِن تِلقَاءِ کَاظِمَۃٍ أو أومَضَ البَرقُ فِی الظَّلمَاءِ مِن اِضَمِ

(کاظمہ کی جانب سے ہوا چلی یا وادی اِضم سے اندھیری رات میں بجلی چمکی ہے۔)

☆ **مسلم انحطاط کا پرسوز تذکرہ:** عالمِ تصوّر میں' بیت المقدس اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت' ملت اسلامیہ کے احیائے نو پر بحث مباحثہ اور دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلم نمائندوں سے ملاقاتیں اور احساسِ یگانگت شاعر کے ذہن میں تازہ ہے۔ اس کے سامنے پوری مسلم دنیا کی حالتِ زبوں اور مسلمانوں کی حالتِ زار کا نقشہ کھنچ جاتا ہے اور اسے مسلمانوں کی بے حسی' غفلت' بے عملی اور پستی کا بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے۔ دوسرے بند کے بیشتر شعروں میں اسی احساس کا مؤثر اور بھرپور اظہار ملتا ہے۔ اقبال کے نزدیک مسلم انحطاط' اس درجے کو پہنچ چکا ہے کہ اب تقریباً زندگی کے ہر شعبے میں اسلاف کی روایات بالکل عنقا ہو چکی ہیں۔

عرب وعجم کے اس انحطاط کا ایک عبرت انگیز ورق یہ ہے کہ پوری اسلامی دنیا میں جلوتیانِ مدرسہ (یعنی قدیم دینی مدارس کے تعلیم یافتہ) کور نگاہ اور مردہ ذوق ہیں۔ ملت اسلامیہ کے انحطاط کے سبب شاعر شدید درد و کرب میں مبتلا ہے۔ رنج و غم کی تلخی نے اس کے شب و روز میں زہر بھر دیا ہے۔ چنانچہ مسلم انحطاط کے تذکرے میں اس نے تلخی اور درد و کرب اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سوز وگداز کا اظہار کیا ہے۔ یوں شاعر کا دلی کرب اور سوز وگداز پوری نظم میں وقتاً فوقتاً ابھر کر سامنے آتا ہے۔

اس کرب اور سوز وگداز کا مقامِ آغاز یہ ہے کہ شاعر اپنی قوم کی حالت سے غیر مطمئن ہے۔ اس کی مستقل خواہش یہی رہی ہے کہ کھوئے ہوؤں کی جستجو کی جائے یعنی مسلمانوں کے دل میں نشاۃِ ثانیہ اور احیائے ملت کی آرزو پیدا ہو۔ شاعر اسی آرزو کی نشو و نما کے لیے کوشاں ہے اور اس کوشش میں اپنا خونِ دل وجگر صرف کر دینا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں اس کی آرزو اور دعا ہے کہ ملت کی سربلندی کے لیے اس کی تڑپ' بے چینی اور بے قراری نہ صرف یہ کہ قائم رہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا رہے کیونکہ جہادِ زندگانی میں یہی چیز مہمیز کا کام کرتی ہے۔

☆ **بحضور رسالت مآب ﷺ:** اقبال سمجھتے ہیں کہ ملت اسلامیہ اپنی عظمت رفتہ کو پا سکتی ہے اور اس سلسلے میں میری کوششیں بھی کسی درجے میں کارا؟ مد ہو سکتی ہیں، بشرطیکہ ملت اسلامیہ اپنی جد و جہد میں رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بنائے۔

ا۔ سب سے پہلے تو شاعر نے کائنات میں آنحضور ﷺ کی اصل حیثیت کا ذکر کیا ہے۔ تیسرے بند کے پہلے شعر اور تیسرے بند کے پہلے تین مصرعوں کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ پاک ہی وجہِ تخلیقِ کائنات ہے۔ اس کا پس منظر یہ حدیث ہے کہ ''اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا'' [تحقیقی طور پر یہ حدیث ثابت نہیں]۔ بقول مصحفی : سارے جہاں کا تجھ کو جانِ جہاں بنایا

۲۔ پھر عربوں (ذرۂ ریگ) نے دنیا کی قوموں میں جو امتیازی حیثیت (طلوعِ آفتاب) حاصل کی' بعض مسلمان حکمرانوں نے عظمت وصولت کا نقش لوگوں کے دلوں پر بٹھایا اور مسلم بزرگوں اور صوفیا نے عوام کے دلوں کو اپنے اخلاقِ حسنہ کے ذریعے مسخر کیا تو اس کی وجہ صرف اتباعِ رسول ﷺ تھی۔ مسلم حکمرانوں کا جاہ و جلال اور بزرگانِ دین کا فقر اور ان کی اخلاقی برتری ایک طرح سے اسلام کی حقانیت اور جلال و جمالِ نبوی ﷺ کا مظہر ہے۔

۳: مسلمان کے لیے انفرادی راہِ نجات اور اجتماعی نشاۃ ثانیہ کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ اس پیروی کا سرچشمہ آنحضور ﷺ سے محبت اور عقیدت ہونی چاہیے۔ از روئے فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: آنحضور ﷺ سے محبت کرنا ایک مسلمان کے ایمان کا جز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اپنے والدین' اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔

اس کے بغیر نہ تو ظاہری عبادات (نماز، روزے) کا حقیقی مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور نہ انسانی عقل کائنات کی بھول بھلیوں کے معمے کو حل کر سکتی ہے۔ دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی بے اطمینانی' ظلم وتعدّی اور تعصّب وجہالت کا خاتمہ بھی صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان سارے انسانی فلسفوں اور نظاموں کو (جو ''علم، نخیلِ بے رطب'' کی حیثیت رکھتے ہیں) چھوڑ کر محسن انسانیت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائے اور اسی کی روشنی میں اپنی سمتِ سفر متعیّن کر کے منزل مقصود کو پالے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس نظم کے نعتیہ یا حمدیہ ہونے کے بارے میں شارحین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یوسف سلیم چشتی' غلام رسول مہر' محمد عبدالرشید فاضل اور خواجہ محمد زکریا چوتھے بند: ''لوح بھی تو' قلم بھی تو...'' کا مشار الیہ آنحضور ﷺ کو قرار دیتے ہیں مگر پروفیسر اسلوب احمد انصاری' ڈاکٹر عبدالمغنی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اورڈاکٹر اسرار احمد کا خیال ہے کہ اس میں خطاب اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

☆**عشق وفراق:** نظم کے آخری پانچ اشعار میں اقبال نے اپنے نظریۂ عشق اور فلسفۂ فراق ووصال کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے:

ا۔عشق کے مقابلے میں عقل ناقص ہے۔انسان زندگی میں عقل پر کلی بھروسا کرے تو وہ اسے گمراہی کی طرف لے جائے گی۔اس کے برعکس اگر وہ عشق کو راہنمائے زندگی بنائے تو وہ اسے بالآخر اصل حقیقت تک پہنچا دے گا۔ارمغانِ حجاز میں کہتے ہیں:

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں	عشق سیتا ہے انھیں بے سوزنِ تار ورفو

عشق کی راہنمائی میں سفرِ زندگی طے کرتے ہوئے انسان کو آغاز سے انجام تک ہر ہر مرحلے میں ایک نرالی کیفیت اور قلبی لذت کا احساس ہوتا ہے۔''بمصطفیٰ برساں خویش را'' کا ذریعہ بھی عشق ہے۔

۲۔عشق کو زندہ وتابندہ رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ''فراق'' ہے۔کائنات کا ہر ذرہ اس بات پر شاہد ہے کہ فراق اور دوری،ایک اہم محرک اور تخلیقی قوّت ہے اور بقاو استحکام خودی اور عشق بھی اسی پر منحصر ہے۔اقبال کہتے ہیں کہ اگر فراق کی مسلمہ اہمیت قلب وذہن میں راسخ ہو تو وہ وصال کی ظاہری خوش نمائی اور وقتی فوائد کے باوجود کبھی اس کے قریب نہیں پھٹکے گا۔اسے حوصلہ ہی نہ ہوگا کہ وہ کسی بہانے ترکِ فراق کرکے بے ادبی کا مرتکب ہو۔اقبال ایک اور جگہ کہتے ہیں:

تو نہ شناسی ہنوز شوق بمیرد ز وصل	چیست حیاتِ دوام؟ سوختنِ ناتمام

نظم کو عشق وفراق کے موضوع پر ختم کرتے ہوئے،اقبال یہ حقیقت قارئین کے ذہن نشین کراتے ہیں کہ رسالت مآب ﷺ کی محبت،مسلم ممالک کی تعمیر وترقی اور ملت اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ کا منبع وسرچشمہ عشق وفراق ہی ہوسکتا ہے۔

فنی تجزیہ: ''ذوق وشوق'' ترکیب بند ہیئت کے پانچ بندوں پر مشتمل ہے اور بحر رجز مثمن مطوّی مخبون میں ہے۔بحر کے ارکان یہ ہیں:

مُفتَعِلُن مَفَاعِلُن مُفتَعِلُن مَفَاعِلُن

☆**موضوع اور وسیلۂ اظہار میں ہم آہنگی:** ''ذوق وشوق'' میں شاعر نے موضوع کی مناسبت سے اظہارِ خیال کے مختلف وسیلے اختیار کیے ہیں۔اس کی کوشش رہی ہے کہ وہ جس ماحول کو پیش کررہا ہے،اس کے وسیلہ ہائے اظہار،ماحول وموضوع سے ہم آہنگ ہوں۔نظم کے آغاز میں شاعر سرزمین حجاز کا جو تخئیلی منظر پیش کرتا ہے،پیش کش اور بیان کا انداز اور زبان کی نوعیت بھی اس سرزمین اور متعلقات سے مناسبت رکھتی ہے۔نظم کے بعد کے حصے میں بھی یہی صورت ہے۔کوہِ اِضم،برگِ نخیل،ریگِ نواحِ کاظمہ،بت کدۂ تصوّرات،مغنیِ دیریاب،صدائے جبریل،قافلۂ حجاز،گیسوئے دجلہ وفرات،صدقِ خلیلؑ،صبرِ حسینؓ،ذرۂ ریگ،معرکۂ وجود،عشق تمام مصطفیٰ،عقل تمام بولہب اور دوسری بہت سی تراکیب،تلمیحات اور الفاظ بجائے خود بلیغ ہیں۔

☆**عربی اثرات:** ''ذوق وشوق'' اقبال کے سفرِ فلسطین کی یادگار ہے،جیسا کہ انھوں نے خود وضاحت کی ہے کہ اس نظم کے بیشتر اشعار فلسطین میں لکھے گئے۔وہ تقریباً ایک ہفتہ بیت المقدس میں مقیم رہے،عربوں سے ملاقاتیں رہیں اور تبادلہ ؟ خیالات ہوا۔اس پس منظر میں لکھی جانے والی زیرِ مطالعہ نظم میں عربی ماحول اور عربی شعر وادب کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔اس ضمن میں پروفیسر محمد منور لکھتے ہیں:

''کلامِ اقبال پر عربی اثرات مختلف انداز میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔کچھ باتیں صاف اور صریح ہیں،کچھ علامت بن گئی ہیں اور کچھ تصاویرِ خیالی ہیں۔لطف وہاں آتا ہے جہاں وہ عرب کی ادبی روح کو اپنے شعروں میں سمو دیتے ہیں۔جہاں ان کی تشبیہیں،استعارے اور تلمیحیں اور خیالی تصویریں قاری کے ذہن کو عربی ماحول کی طرف منتقل کردیتی ہیں[ذوق وشوق] کا آغاز اپنی معنوی خوبی کو جبھی واضح کرتا ہے کہ اسے عربی ادب کے آئینے میں دیکھا جائے... کوہِ اِضم اور ریگِ نواحِ کاظمہ کے اندر مدینہ منورہ کی یاد مضمر ہے... وہ عالم خیال میں مدینہ منورہ کی سیر وزیارت کررہے تھے... ٹوٹی ہوئی طناب،بجھی ہوئی آگ اور گزر جانے والے قافلے عرب شعرا کے محبوب ترین مضمون ہیں... یہ مصرعے دیکھیے:

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں

نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ وبو

مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علم،نخیلِ بے رطب

''نخیلِ بے رطب'' ٹھیٹھ عربی پیرایۂ بیان ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے اقبال کو جو عشق تھا،اس کا ذکر کرتے ہوئے سر اکبر حیدری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:''میرا ہر بنِ مو آپ ﷺ کی احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے''۔دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آں حضور ﷺ کی ذات شاعر اقبال کے لیے سب سے بڑا محرکِ تخلیق یا InspirationofSource ہے... حیات اقبال کی بکثرت روایات شاہد ہیں کہ آپ ﷺ کا ذکر آتے ہی اقبال پر ایک عجیب بے خودی وسرشاری کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی،کچھ ایسی کیفیت کہ:

جب نام ترا لیجیے تب چشم بھر آوے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی تمام اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

0345 5045651
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

☆**سوز و گداز:** فنی اعتبار سے نظم کی ایک بڑی خوبی اس کا انداز تغزل اور سوز و گداز ہے ''ذوق و شوق'' کا موضوع (عشق رسول ﷺ اور احیائے ملت اسلامیہ کی تڑپ) ہی ایسا ہے کہ اظہار بیان میں سوز و گداز کا پیدا ہونا قدرتی بات ہے۔ عابد علی عابد کے خیال میں ''سوز و گداز کا اظہار جس دل فریب پیرایے میں ''ذوق و شوق'' میں ہوا ہے، ویسا کسی اور نظم میں نہیں ہوا... خصوصیت سے نظم کے پہلے اور آخری بند میں''۔

☆**ایجاز و بلاغت:** زیر مطالعہ نظم اقبال کی چندان نظموں میں سے ہے جن میں اقبال کا فن پورے عروج پر ہے۔''ذوق و شوق'' ان کی شاعرانہ عظمت کا شاہ کار ہے۔نظم پڑھتے ہوئے ہر ہر شعر میں ''سمندر ہے اک بوند پانی میں بند'' والی کیفیت نظر آتی ہے۔نہایت وسیع مطالب و مفاہیم کو کمالِ فن سے ایک مختصر ترکیب، ایک مصرعے یا شعر میں بیان کیا گیا ہے۔ایجاز و بلاغت کی چند خوب صورت مثالیں ملاحظہ ہوں:

عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بولہب

آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

جلوتیانِ مدرسہ، کور نگاہ و مردہ ذوق
خلوتیانِ مے کدہ، کم طلب و تہی کدو

☆**محاکات:** زیر مطالعہ نظم میں محاکات کی بڑی خوب صورت مثالیں ملتی ہیں۔نظم کے پہلے بند میں سرزمین عرب کی جو منظر کشی کی ہے، وہ بجائے خود تصویر کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے، لیکن مندرجہ ذیل اشعار خصوصاً اس کی بڑی عمدہ مثالیں ہیں:

گرد سے پاک ہے ہوا برگِ نخیل دھل گئے
ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں

آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

☆**صنعت گری:** ''ذوق و شوق'' سے صنعت گری کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

ا۔صنعتِ تلمیح:

ریگِ نواحِ کاظمہ، نرم ہے مثلِ پرنیاں

کیا نہیں اور غزنوی کار گہِ حیات میں

گرچہ ہے تاب دارا بھی گیسوئے دجلہ و فرات

۲۔صنعت تجنیس مضارع: (دو ایسے متجانس الفاظ کا استعمال جن میں صرف قریب المخرج یا متحد المخرج حرف کا اختلاف ہو):

عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب

۳۔صنعت ترافق: (جس مصرع کو چاہیں پہلے پڑھیں، معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا):

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق، صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

شوکتِ سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمالِ بے نقاب

۴۔صنعت ترصیع: (دو مصرعوں کے زیادہ یا تمام الفاظ کا ہم قافیہ ہونا):

گرمیِ آرزو فراق، شورشِ ہائے ہو فراق   موج کی جستجو فراق، قطرہ کی آبرو فراق

۵۔صنعت مراعاۃ النظیر: لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

فنی اعتبار سے ''ذوق وشوق'' بڑی متناسب اور سڈول نظم ہے۔اس کا ہر بند چھے اشعار پر مشتمل ہے جب کہ اقبال کی بیشتر طویل نظموں میں ہر بند کے شعروں کی تعداد مختلف ہے۔وسعت معانی اور بلاغت کے اعتبار سے اسے اقبال کی دو چار بہترین نظموں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر 8: مندرجہ ذیل عنوانات پر ایک صفحے پر مشتمل نوٹ تحریر کریں۔

1۔ نظم ''طلوعِ اسلام'' کا پس منظر 2۔ نظم ''خضرِ راہ'' کا فکری وفنی تجزیہ

جواب: 1۔ نظم ''طلوعِ اسلام'' کا پس منظر: بانگِ درا کی یہ آخری نظم انجمن حمایت اسلام کے اڑتیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ مارچ 1923ء میں پڑھی گئی۔اس سلسلے میں قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ ''طلوعِ اسلام'' آخری طویل نظم ہے جو اقبال نے انجمن کے جلسے میں خود پڑھ کر سنائی۔بانگِ درا کی ترتیب کے وقت' بہت سی دوسری نظموں کے برعکس ،اس نظم کو بغیر کسی ترمیم کے مجموعے میں شامل کیا گیا۔

''خضرِ راہ'' کے آخری حصے میں اقبال نے مسلمانوں کے روشن اور پر امید مستقبل کی جو نوید سنائی دی ''طلوعِ اسلام'' اس کا تتمہ ہے۔1923ء کی صورت حال گذشتہ سال کے مقابلے میں حوصلہ افزا اور اطمینان بخش تھی۔ترکوں کو یونانیوں کے خلاف جوابی کارروائیوں میں خاصی کامیابی حاصل ہو رہی تھی۔یہاں تک کہ ستمبر 1922ء میں انھوں نے عصمت پاشا کی سرکردگی میں سمرنا پر قبضہ کرلیا۔اس فتح پر ہندی مسلمانوں نے زبردست خوشیاں منائیں اور مساجد میں گھی کے چراغ جلائے۔ترکوں کو مشرقی یونان اور اَدَرنہ بھی واپس مل گئے۔ایران بھی انقلابی تبدیلیوں کی طرف گامزن تھا۔مصر سے برطانوی پروٹیکٹوریٹ ختم ہوا اور سعد زاغلول پاشا کی قیادت میں مصر نے آزادی کا اعلان کردیا۔مراکش میں ہسپانوی فوج کے مقابلے میں مجاہد ریف عبدالکریم کا پلہ بھاری تھا۔ہندستان میں تحریکِ ترکِ موالات زوروں پر تھی' جس کے متاثرین میں اسی فیصد مسلمان تھے۔بیداری کی اس لہر نے ہندی مسلمانوں کے جذبات میں زبردست ہل چل مچا دی تھی۔

غرض یوں معلوم ہوتا تھا کہ تمام مسلمان ممالک سامراجیت اور غلامی کا جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکنے کے لیے انگڑائی لے کر بیدار ہو رہے ہیں۔

علامّہ اقبال اس کیفیت سے بے خبر نہ تھے۔''طلوعِ اسلام'' اسی کیفیت کا پرجوش اور فن کارانہ اظہار ہے۔غلام رسول مہر کے بقول یہ نظم ''سراسر احیاے اسلامیت کے پُرمسرت جذبات سے لبریز ہے''۔

اس نظم میں کل نو بند ہیں۔نظم کے مطالب ومباحث کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے:

ا۔جہانِ نو کی نوید ۲۔کائنات میں مقامِ مسلم ۳۔مسلمان کا کردار اور اس کی خصوصیات ۴۔جنگِ عظیم کے نتائج اور اثرات پر تبصرہ

۵۔مغرب سے مایوسی ۶۔انسانیت کا مستقبل:مسلمان ۷۔روشن مستقبل

2۔ نظم ''خضرِ راہ'' کا فکری وفنی تجزیہ: ''خضرِ راہ'' علامّہ اقبال نے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے 37ویں سالانہ جلسے،منعقدہ 16اپریل 1922ء، میں ترنم سے پڑھ کر سنائی۔یہ جلسہ اسلامیہ ہائی سکول شیراں والا گیٹ میں منعقد ہوا تھا۔چوہدری محمد علی بتاتے ہیں: ''جلسے سے چند روز قبل ان کی طبیعت ناساز تھی ،مگر عین جلسے کے دن ان کی طبیعت سنبھل گئی۔جلسے میں تشریف لائے۔اگرچہ بوجہ نقاہت مسند پر بیٹھ کر نظم 'خضرِ راہ' سنائی لیکن آواز میں وہی سوز اور لہجے میں وہی تاثیر تھی''۔

''خضرِ راہ'' کو اقبال نے نہایت درد انگیز لے میں پڑھا تھا۔غلام رسول مہر کا بیان ہے کہ: ''یہ نظم سننے کے لیے بے شمار آدمی جمع ہو گئے تھے ... پورا مجمع بیس ہزار سے کم نہ ہوگا۔بعض اشعار پر اقبال خود بھی بے اختیار روئے اور مجمع بھی اشک بار ہوگیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ اقبال پر جتنی رقت ''خضرِ راہ'' پڑھنے کے دوران میں طاری ہوئی ،اتنی کسی نظم کے دوران میں نہ ہوئی''۔بعض دوسری نظموں کے برعکس ''خضرِ راہ'' پہلے سے شائع نہیں کی گئی۔اقبال کے پاس نظم کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا، تاہم نظم کا زیادہ تر حصہ انھوں نے حافظے کی مدد سے زبانی سنایا۔

خضرِ راہ کا فکری جائزہ: زیر مطالعہ نظم میں اقبال نے ،مختلف مسائل اپنے خیالات کے اظہار کے لیے خضر کے روایتی کردار کا سہارا لیا ہے۔

☆**خضر کی شخصیت:** خضر کی شخصیت کے بارے میں تاریخی اور ادبی روایات معروف تو ہیں مگر مستند نہیں اور ان کی روشنی میں کسی واضح نتیجے تک پہنچنا ممکن نہیں۔قرآن وحدیث میں خضر کا تذکرہ موجود ہے اور یہ ماخذ زیادہ یقینی ،مستند اور معتبر ہے۔قرآن پاک کی سورۃ الکہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔اس واقعے کا تعلق اس دور سے ہے جب مصر میں بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم کا سلسلہ جاری تھا۔

☆**صحرا نوردی اور گردشِ پیہم:** خضر سے شاعر کا پہلا سوال یہ ہے:

چھوڑ کر آبادیاں ،رہتا ہے تو صحرا نورد زندگی تیری ہے بے روز وشب وفردا ودوش

یعنی خضر کو صحرا نوردی اس قدر عزیز کیوں ہے؟

دراصل اقبال طبعاً صحرائیت اور بدویت پسند ہیں اور اپنی اس پسندیدگی کے اظہار وبیان کے لیے ایک سوال کی صورت میں وجہ جواز پیدا کی ہے۔صحرا نوردی کا اقبال کے بنیادی فلسفے سے گہرا تعلق ہے۔اقبال کی شاعری کی بنیاد ان کا انقلابی فکر ہے۔ان کے نزدیک فرد کی بقا،قوموں کی تعمیر وترقی اور تسخیرِ کائنات کے لیے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

محنتِ پیہم، جہدِ مسلسل، کشمکش و معرکہ آرائی، سعی و عمل اور سخت جانی و سخت کوشی کی خصوصیات بہت ضروری ہیں۔ چونکہ ان اوصاف کی پختگی میں صحرانوردی سے مدد ملتی ہے، اس لیے انھیں صحرانوردی عزیز ہے۔ جب انسان صحرانوردی کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے تو وہ ایسے ذوق و شوق سے آشنا اور ایسی لذت سے ہم کنار ہوتا ہے جو اسے راحت و اطمینان اور عیش کوشی کی زندگی میں کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ صحرانوردی کو پُرکشش بنانے کے لیے اقبال اب ایک پر لطف صحرائی منظر کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

☆زندگی کی حقیقت: شاعر کا دوسرا سوال انسانی زندگی کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں ہے۔ انسانی زندگی کی حقیقت اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک اس کائنات اور دنیا کی تخلیق کی اصل غرض و غایت کا پتا نہ چلے۔ کائنات اور انسان کے بارے میں دو نظریے اہم اور قابلِ لحاظ ہیں:

ایک نظریے کے مطابق کائنات کی تخلیق محض اتفاقی ہے۔ کائنات کی تمام چیزیں جن میں ہماری دنیا اور اس کے باسی بھی شامل ہیں خود بخود وجود میں آ گئی ہیں۔ اور ان کی خلقت کا سبب مادّے کے سوا کوئی اور شے نہیں۔

حیات و کائنات کے بارے میں دوسرا نظریہ اسلام کا ہے۔ جس کے مطابق اس کائنات کو ایک بلند و برتر ہستی نے، جو رب العالمین ہے، تفریحِ طبع کی خاطر نہیں بلکہ ایک خاص مقصد کے پیشِ نظر تخلیق فرمایا ہے۔ کائنات کا نظام اس کے مقررہ اصولوں کے مطابق چل رہا ہے۔ کائنات کی کوئی شے رب العالمین کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کر سکتی۔ اس نظام میں انسان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ دیگر مخلوقات کو اس کی خدمت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

☆قدیم ملوکیت و شہنشاہیت: اقبال ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر یقین رکھتے تھے۔ اقبال تمہیداً سلطانی و حاکمیت کے اس بنیادی اصول اور انسانی برہمنیت کے مختصر تذکرے کے بعد خواجگی کی قدیم صورت (شہنشاہیت اور ملوکیت) کے بیان کی طرف آتے ہیں۔

قدیم ملوکیت کی بنیاد ہوس کے "پنجۂ خونیں" اور جبر و استبداد پر استوار تھی۔ وضاحت کے لیے اقبال نے "رمز آیہ اِنَّ المُلُوکَ" کہہ کر قرآنی تلمیح کا سہارا لیا ہے۔ سورۃ النمل میں آتا ہے:

ترجمہ: بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ (سورۃ النمل:34)

☆جمہوریت: جدید مغربی جمہوریت کو اقبال نے قدیم ملوکیت کی نئی شکل قرار دیا کیونکہ نتائج کے اعتبار سے یہ بھی قیصریت سے مختلف نہ تھی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغرب میں دین و اخلاق کو سیاست سے بے دخل کر دیا گیا۔ تحریک نشاۃ ثانیہ کی انتہاپسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ میکاولی جیسے لوگوں نے کھلم کھلا کہا کہ سیاست میں اخلاقی اصولوں کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں۔

سرمایہ داری: اقبال کہتے ہیں کہ سرمایہ دار، صدیوں سے مزدور کا استحصال کرتا چلا آ رہا ہے۔ "ساحرِ الموط" کا اشارہ حسن بن صباح کی طرف ہے۔ یہاں اقبال واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ایک سرمایہ دار بھی حسن بن صباح ہی کی طرح مزدور کا استحصال کرتا ہے اور مزدور کے لیے اس کے ظلم و استحصال سے بچ نکلنا اتنا ہی مشکل ہے جس قدر کسی باطنی یا فدائی کے لیے حسن بن صباح کے چنگل سے نکل بھاگنا۔ یہاں اقبال نے مزدور کی سادگی اور سرمایہ دار کی مکاری اور حیلہ سازی کی طرف بلیغ اشارے کیے ہیں۔ اب نانِ جویں کو ترسنے والا مزدور مظلومیت کی تصویر بنا مایوسی کے عالم میں کھڑا ہے، اقبال اسے نوید سناتے ہیں:

ے اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

☆عالمِ اسلام: "دنیائے اسلام" کے تحت اقبال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس کا پس منظر عالمِ اسلام کی وہ صورت حال ہے جس کا ذکر ابتدا میں کیا گیا ہے۔ خضر سے شاعر کا سوال ہے:

ے بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

جواب میں خضر کہتے ہیں: ے کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال عربوں اور ترکوں کی باہمی آویزش کے اسباب و علل اور نتائج و عواقب سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس کے بارے میں انھیں سخت تشویش تھی۔

فنی تجزیہ: "خضرِ راہ" ترکیب بند ہیئت کے گیارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ یہ نظم بحرِ رمل مثمن محذوف الآخر میں ہے۔ بحر کا وزن اور ارکان یہ ہیں:

فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلُن

☆نظم میں خضر کی کردار کی اہمیت: "خضرِ راہ" میں حیاتِ انسانی اور دورِ حاضر کے چند مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ اقبال نے نظم کے آغاز ہی میں خضر کے سامنے چند سوالات پیش کر کے قاری کی دلچسپی اور تجسس کو ابھارا ہے۔ سوالات کا خاتمہ اس شعر پر ہوتا ہے:

ے آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

☆ڈرامائی کیفیت: "خضرِ راہ" میں اقبال جو باتیں کہنا چاہتے ہیں، قارئین (یا سامعین) کے لیے انھیں زیادہ باوزن اور مؤثر بنانے کی خاطر انھوں نے خضر کے کردار کا سہارا لیا ہے اور اس طرح نظم میں ایک ڈرامائی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔

☆نظم کا دھیما لہجہ: بحیثیت مجموعی نظم کا لہجہ نرم، ملائم اور دھیما ہے۔ پہلے بند کا سکوت افزا منظر اور الفاظ کی نرمی، لہجے کا دھیما پن ظاہر کر رہی ہے۔ اس حصے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میں شاعر کے محتاط لہجے سے گویا ''سرہانے میرؔ کے آہستہ بولو'' والی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ اس کے بعد کم وبیش پوری نظم کے لہجے میں نرمی اور دھیما پن غالب ہے۔

☆ **رنگِ تغزل:** ''خضرراہ'' اگرچہ ایک نظم ہے جس میں حیات وکائنات کے حقائق وٹھوس مسائل کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے مگر چونکہ اقبال کے مزاج میں شعریت اور تغزل رچا بسا ہے' اس لیے غزلوں کے علاوہ ان کی بیشتر نظموں میں بھی تغزل کا رنگ نمایاں ہے۔ ''خضرراہ'' کے بعض حصوں اور شعروں میں ہمیں اقبال کا یہی رنگِ تغزل نظر آتا ہے۔

سوال نمبر 9: علامہ اقبال کی اردو تصانیف پر تین صفحات پر مشتمل مضمون لکھیں۔

جواب: **علامہ اقبال کی اردو تصانیف:** بانگ درا علامہ محمد اقبال کی شاعری پر مشتمل پہلا مجموعہ کلام ہے جو 1924ء میں شائع ہوئی۔ بانگ درا کی شاعری علامہ محمد اقبال نے 20 سال کے عرصے میں لکھی تھی اور اس مجموعے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1905ء تک لکھی گئی نظمیں: جب اقبال انگلستان گئے۔ اس میں بچوں کے لیے خوبصورت نظمیں اور حب الوطنی کے حوالے سے مشہور "تران ؟ ہندی" موجود ہے، جسے بھارت میں اہم حیثیت حاصل ہے اور اسے یوم آزادی پر گایا جاتا ہے۔

1905ء سے 1908ء کے درمیان لکھی گئی نظمیں: جب اقبال انگلستان میں طالب علم تھے۔ اس میں علامہ نے مغرب کی علمیت وعقلیت کو تو سراہا ہے لیکن مادہ پرستی اور روحانیت کی کمی پر کڑی تنقید کی ہے۔ اس صورت حال نے اقبال کو اسلام کی آفاقی اقدار کے قریب کر دیا اور انہوں نے مسلمانوں کو جگانے کے لیے شاعری کرنے کے بارے میں سوچا۔

1908ء سے 1923ء کے درمیان کی گئی شاعری: جس میں اقبال نے مسلمانوں کو اپنے عظیم ماضی کی یاد دلائی ہے اور تمام تر سرحدوں سے بالاتر ہو کر ان سے اخوت وبھائی چارے کا مطالبہ کیا ہے۔ مشہور نظمیں شکوہ، جواب شکوہ، خضرراہ اور طلوع اسلام اسی حصے میں شامل ہیں اور انہیں تاریخ کی بہترین اسلامی شاعری تسلیم کیا جاتا ہے۔ محبت اور خودی اس حصے کے اہم موضوع ہیں۔

بال جبریل: یہ ان کا دوسرا اردو مجموعہ کلام ہے جو بانگ درا کے بعد 1935ء میں منظر عام پر آئی۔ اس مجموعے میں اقبال کی بہترین طویل نظمیں موجود ہیں۔ جن میں مسجد قرطبہ۔ ذوق وشوق۔ اور ساقی نامہ شامل ہیں۔

ضرب کلیم: ضرب کلیم کی اشاعت 1936ء کے وسط میں ہوئی۔ بال جبریل اور ضرب کلیم یکے بعد دیگرے شائع ہوئیں۔ ان کے درمیان کوئی فارسی کتاب حائل نہیں ہے۔ ضرب کلیم کی تمام نظمیں ایک خاص انداز بیاں میں لکھی گئی ہیں۔ اس کتاب کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے فرعونی قوتوں پر کاری ضرب لگائی تھی، اس طرح علامہ صاحب نے اس کتاب کے ذریعے سے فرعونی قوتوں پر ایک کاری ضرب لگائی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وہ اس کتاب کو خود ہی دور حاضر کے خلاف اعلان جنگ قرار دیتے ہیں۔

دور حاضر اقبال کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ مغرب نے اپنے افکار کے ذریعے سے دنیا بھر میں جو گمراہیاں پھیلائیں اور جن گمراہیوں کو لوگ راہ راست سمجھتے ہیں اور جن کی وجہ سے دنیا روز بروز اخلاقی اور روحانی لحاظ سے زوال کا شکار ہوتی جا رہی ہے، ان گمراہیوں میں مبتلا افراد کے بارے میں علامہ اقبال نے بال جبریل میں لکھا تھا:

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی ے کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری

تہذیب حاضر کی اسی انسانیت دشمن آزادی کو علامہ اقبال نے بڑی تفصیل سے ضرب کلیم کا موضوع بنایا ہے۔ اس کتاب کے پہلے حصے میں اسلام اور مسلمان کے زیر عنوان متفرق نظمیں ہیں۔ پھر تعلیم وتربیت، عورت، ادبیات اور سیاسیات مشرق ومغرب کے عنوانات قائم کر کے ہر عنوان کی ذیل میں اس کے مختلف پہلوؤں پر متعدد نظمیں درج کی گئی ہیں۔ آخری حصے میں محراب گل افغان کے افکار کے زیر عنوان ایک فرضی کردار کے نام سے کچھ نظمیں تحریر کی گئی ہیں۔

ضرب کلیم کی اکثر نظمیں بے حد مختصر ہیں۔ اکثر نظمیں دو تین یا چار اشعار سے تجاوز نہیں کرتیں۔ تمام نظمیں ہر قسم کے حشو وزائد سے بلکل پاک ہیں۔ خیالات براہ راست طریقے سے اور پرزور الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اگرچہ انداز بیاں میں عمداً "شعریت نہیں رکھی گئی مگر اس کے باوجود نظموں کے مطالعے سے احساس نہیں ہوتا کہ یہ غیر شاعرانہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے ک ان میں جذبہ ایک آگ کی طرح رواں ہے جو پڑھنے والے کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے۔ علام اقبال کی تمام زندگی شاعران مہارت اور مطالعے کا نچوڑ اس کتاب میں موجود ہے۔ اگرچہ اقبال اپنا تمام نظام فکر اس سے پہلے پیش کر چکے تھے مگر اس میں بعض نظمیں اتنی واضع ہیں کہ انہوں نے اقبال کے افکار کے متعلق تمام غلط فہمیاں دور کر دی ہیں۔ اس کتاب کے اکثر اشعار سے علامہ اقبال کے خیالات کی وضاحت کے لیئے سند پیش کی جاتی ہے خاص طور پر علامہ اقبال کے نظریہ فن کے بارے میں جو کچھ اس کتاب میں کہا گیا اور کہیں موجود نہیں، دوسرے موضوعات بھی اسی طرح واضع ہیں۔ مثلاً" نظم ملاحظہ ہو بعنوان "تن بہ تقدیر"

اسی قرآں میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم ے
جس نے مومن کو بنایا مہ وپرویں کا امیر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

'تن بہ تقدیر' ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو' ناخوب' بتدریج وہی' خوب' ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

علامہ اقبال نے اس سے قبل مسلمانوں کی بے عملی اور مغربی فلسفے کے ان پر ہلاکت آفریں اثرات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس قطعے میں تمام وکمال بڑی خوبصورتی سے آ گیا ہے۔ضرب کلیم کی اکثر نظموں کا انداز یہی ہے۔ مثلاً "ایک شعر ملاحظہ ہو:

گریزِ کشمکش زندگی سے مردوں کی اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

غرض علامہ اقبال کی اردو شاعری کے مستقل مجموعے تین ہیں۔ بانگ درا، بال جبریل اور ضرب کلیم۔ان کے علاوہ ارمغان حجاز کے کچھ حصے بھی اردو میں شامل ہیں۔اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے مختلف ناموں سے اقبال کا وہ کلام مرتب کیا ہے جو ان کے رائج مجموعوں میں شامل نہیں ہے۔اس سلسلے میں عبد الواحد معینی و محمد عبداللہ قریشی کی مرتبہ "باقیات اقبال" اور مولانہ غلام رسول مہر اور صادق علی دلاوری کی مرتبہ سرودرفتہ زیادہ مکمل ہیں۔مگر ان دونوں مجموعوں میں اکثر کلام مشترک ہے۔علاوہ ازیں تقریباً" سارا کلام وہی ہے جو اقبال کا رد کیا ہوا ہے۔فن شعر یا خیالات کی پختگی کے اعتبار سے یہ کلام زیادہ اہم نہیں مگر اقبال کے ذہنی ارتقاء کا مطالعہ کرنے کے لیئے اس کی اہمیت یقیناً" بہت زیادہ ہے۔

ارمغان حجاز: ارمغان حجاز علامہ اقبال کی فارسی شاعری کی کتاب ہے۔ یہ کتاب 1938ء میں شائع ہوئی۔ارمغان حجاز کا مطلب ہے حجاز کا تحفہ۔اس کی شاعری کا کافی سارا حصہ فارسی زبان پر مشتمل ہے البتہ کچھ نظمیں اردو زبان میں بھی ہیں جو اس کتاب کا ایک اہم حصہ ہیں۔ یہ کتاب علامہ اقبال کی وفات کے چند مہینے بعد شائع ہوئی۔ یہ کتاب اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے کلام کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب علامہ اقبال کی نامکمل کتابوں میں سے ہے جسے وہ حج کا فرض ادا کرنے اور دربارِ حضور کی حاضری کے بعد مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ان کا ارادہ تھا کہ وہ ارمغان حجاز لکھ کر حجاز مقدس میں اپنے ساتھ لے جائیں گے لیکن بیماری نے انہیں مہلت نہ دی اور وہ وفات پا گئے اور ان کی وفات کے کے بعد یہ کتاب شائع ہو سکی۔

سوال نمبر 10: علامہ اقبال کی فکری وفنی آفاقیت پر جامع مضمون لکھیں۔

جواب: علامہ محمد اقبال کی شاعری ہمہ جہت، ہمہ گیر اور آفاقی ہے،ان کے اشعار میں جو عمیق فکر، بلند تخیل، سوز و گداز، جدت طرازی،ظرفگی، ندرت خیال، پیکر تراشی، منظر نگاری، مضمون آفرینی، مثال نگاری، حقیقت بیانی اور جوش بیان ہے وہ دیگر شعرا میں اس درجہ کی نہیں ہے۔اقبال سے پہلے اردو شاعری عشق وعاشقی، گل وبلبل، شمع و پروانے اور ساقی و مے خانے کے اردگرد گھوم رہی تھی، اکثر شعرا گیسوئے محبوب میں الجھے نظر آتے تھے،ایسے ماحول میں اقبال نے معجزاتی انداز سے شاعری کی دنیا میں قدم رکھا اور اردو شاعری کو فرسودہ اور روایتی خیالات سے نکال کر نئی فکر، نیا اسلوب، نیا آہنگ اور نئے الفاظ وتراکیب کا بیش بہا ذخیرہ عطا کیا،قدیم اصطلاحات کے بتوں کو عصائے کلیمی سے تراش کر نئے نئے علائم واصطلاحات وضع کیے،اپنی شاعری کو حقیقت بیانی، پیغام رسانی اور قوم وملل کو بیدار کرنے کا ذریعہ بنایا، یہی وہ امتیازی پہلو ہے جس نے اقبال کو اپنے ہم عصر اور پیش روشعرا سے ممتاز کیا،اقبال نے جہاں فکری طور پر فلسفیانہ خیالات کو شاعری میں شامل کیا اور فلسفۂ خودی، بےخودی، فلسفۂ حیات، ماخذ حیات، مقصد حیات، انجام حیات، حیات بعد الموت، شعور ذات، عشق اور حسن کی ماہیت کو اپنی شاعری میں پیش کر کے پوری دنیائے شاعری کو حیران کر دیا، وہیں فنی طور پر نئے نئے علائم، تشبیہات، استعارات، پیکر تراشی، محاکات، تلمیحات، منظر نگاری، تصویر آفرینی اور صنم تراشی میں ایسی جدت پیدا کی کہ اردو شاعری عالمی سطح پر اپنی پہچان بنانے میں کامیاب ہوگئی، اقبال نے شاعری کی ابتدا غزل گوئی سے کی تھی اور ابتدائی دور میں ہی غالب، داغ اور دیگر روایتی شعراء کے رنگ میں نہایت ہی خوبصورت غزلیں کہیں؛ مگر جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کہ اصل ان کے مقصد کی بار آوری نظم کے ذریعہ ہوگی کیوں کہ یہ ایسی صنف ہے، جس میں وضاحت سے اپنی بات کہی اور سمجھائی جا سکتی ہے،اس لیے زیادہ توجہ نظم نگاری میں دی اور دیگر اصناف کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ نظمیں لکھیں، اسی وجہ سے بعض حضرات انہیں نظمیہ شاعر کہہ کر پکارتے ہیں، مگر اقبال جیسے شاعر کو جس نے تقریباً تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے، صرف نظم تک محدود کرنا صحیح نہیں ہے، اقبال کی شاعری کی ڈگر دیگر ہم عصر حضرات سے قدرے مختلف ہے وہ کاہلی، سستی، فرسودگی اور یاس و ناامیدی سے سخت نفرت کرتے ہیں، ان کے نزدیک اسلام کی پیغام رسانی، حقیقت بیانی اور لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنا ہے اصل مقصد شاعری ہے اور ایسا کیوں نہ ہو ان کے دل و دماغ قرآن و حدیث کی تعلیمات سے معمور تھے انہوں نے نہ شرف یہ کہ قرآن وحدیث اور اسلامی تعلیمات وک پڑھا تھا؛ بلکہ ان کے علوم و معارف کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا، اس کا اندازہ ان کی شاعری سے بہ آسانی لگایا جاسکتا، ہمیشہ انہوں نے آئیڈیل ہرفن میں اعلی طبقہ کو بنایا شاعری میں غالب ؟ ، گوئٹے اور دانتے کو پسند کیا تو تصوف میں جلال الدین رومی ؟ اور مجدد الف ثانی خواجہ سرہندی کو، فلسفہ میں برگساں اور نیطشے کو تو سیاست میں مسولینی اور جواہر لال نہرو جیسے قد آور سیاست دانوں کو، ان کی سب سے بڑی خوبی یا سب سے اہم پیمانہ یہ ہے کہ انہیں جہاں بھی اچھی فکر، اچھا علم اور اچھی تعلیمات ملتی ہے انہیں بلا جھجک قبول کر کے قوم کے سامنے پیش دیتے ہیں، خواہ وہ مفکر و معلم مغربی ہو یا مشرقی ،فلسفی ہو یا شاعر، موحد ہو یا کافر، صوفی ہو یا عالم، ان کے پاکیزہ خیالات کو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اسلامی اصول ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' کے میزان پر تول کر اپنی شاعری میں جگہ دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اقبال کی شاعری میں دانتے، نطشے، ہومز، کالیداس، ملٹن، برگساں، ایمرسن، لانگ فیلو، ٹینی سن، رام اور بھرتری ہری جیسے شعراء فلاسفہ اور مفکرین کے نام آتے ہیں، یہ نام دیگر اردو یا برصغیر کی دیگر زبانوں کے شعرا کے یہاں عام طور پر نہیں سنائی دیتے، اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ مردہ قوم میں جان ڈالنے کی کوشش کی؛ بلکہ اقتصادی، سماجی، سیاسی اور دینی ہر طرح کے مسائل اور ان کے حل کو شاعری میں پیش کر دیا اور بطور خاص مزدوروں اور کسانوں کے مسائل کو اقبال نے اس وقت اٹھایا جب باضابطہ طور پر ترقی پسند تحریک کی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی، اقبال کی وجہ سے بہت سے ایسے حضرات بھی اردو سے جڑ جاتے ہیں جو فلسفہ، طبعیات اور دیگر علوم وفنون سے تعلق رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں اقبال کے جتنے تراجم سامنے آئے اتنے کسی اور اردو داں کے نہیں آئے حتی کہ ان کے استاذ نے بھی ان کے کلام کو ترجمہ کے زیور سے آراستہ کر کے شائع کیا ڈاکٹر ممتاز احمد خاں نے اقبال کے متعلق لکھا ہے کہ ''اقبال کی شاعری اردو میں ایک نئی اور منفرد آواز ہے، انہوں نے نہ صرف پرانی شاعری کے ازکار رفتہ ہونے کا اعلان کر دیا؛ بلکہ عملی طور پر اپنی شاعری میں انسان کے تمدنی وروحانی مسائل کو سمونے اور سمیٹنے کا کام کیا، اقبال کی شاعری اوڑھے ہوئے فلسفے اور اپنے اوپر مصنوعی طور پر طاری کی ہوئی کیفیات کی شاعری نہیں ہے، اقبال اپنا مخصوص زاویۂ نگاہ رکھتے ہیں، وہ شاعری کا ایک مقصد سمجھتے ہیں، اسے تفریح وتفنن کا ذریعہ نہیں سمجھتے، وہ اسے ایک سنجیدہ فن قرار دیتے ہیں اور اسے اعلی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں ان کا یہی نظریہ ان کے فن کو ایک واضح سمت یا جہت عطا کرتا ہے''

اقبال کی شاعری کی انفرادیت فکر وفن کے تناظر میں: اقبال کی شاعری میں فکر وفن لازم وملزوم ہیں، اقبال کی انفرادیت جیسے افکار وخیالات میں ہیں عین اسی طرح فن میں بھی ہے، اقبال نے اگر شاعری میں اپنی عمیق اور آفاقی افکار وفلسفیانہ خیالات کے ذریعہ اسے بام عروج پر پہنچایا کہ پوری دنیا کے صرف شعرا ہی نہیں؛ بلکہ عالمی سطح پر منفرد شناخت رکھنے والے فلاسفہ بھی ان کے قدر دان ہو گئے، وہیں فنی سطح پر بھی شاعری کو جلا بخشنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اگرچہ اس تعلق سے ان کا مشہور قول ہے جسے خلیفہ عبدالحکیم نے نقل کیا ہے، ''خدا اس شخص کو نہ بخشے جس نے مجھے شاعر جانا، خود فرماتے تھے کہ اس کا امکان ہے کہ مستقبل میں فن شعر کے نقاد مجھے شاعروں کی فہرست سے خارج کر دیں: لیکن شاعری اور شاعری میں فرق ہے'' اس شاعری اور شاعری سے ہی اقبال کی مراد کو بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ اقبال کی شاعری کا مقصد کیا تھا، غرض اقبال کو جس زاویہ سے بھی پرکھا جائے خواہ فن ہو یا فکر اس کی انفرادیت مسلم ومستحکم ہے، سے ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں؛ بلکہ اپنے آپ میں وہ خود دلیل اور برہان ہے۔

فکر: اقبال کی شاعری افکار وخیالات کے اعتبار سے ایک بحر بیکراں ہے اور اس کی بنیادی وجہ ہے کہ اس کی نگاہ قرآن وحدیث اور اس کے اثار پر انتہائی گہری ہے، اس کے علاوہ ایک بنیادی اور اہم اصول ''خذ ما صفا ودع ما کدر'' کو اس کی گھٹیوں میں پیوست ہے، وہ اس اصول پر عمل پیرا ہو کر پوری دنیا کے چوٹی کے فلاسفہ، شعراء، حکماء، علما اور صوفیا کے افکار وخیالات کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کی پاکیزہ اور اہم چیز ان کو اپنی شاعری کا حصہ بناتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں کالی داس، دانتے، گوئٹے، نطشے، ملٹن، برگساں، مسولینی، رام وار بھرتری ہری جیسے فلاسفہ اور شعراء کے نام ملتے ہیں جن کا کسی دوسرے شعرا کے اشعار میں اشارتا بھی ذکر نہیں ملتا، اقبال نے مغربی فلاسفہ کو نہ صرف یہ کہ پڑھا؛ بلکہ ان کے باطل افکار ونظریات کا دندان شکن جواب بھی دیا، جس کی واضح مثال دانتے کی ڈیوائن کامیڈی کا جواب ہے، اقبال کی شاعری ان کے فلسفیانہ خیالات سے بھری ہوئی ہیں انہوں نے فلسفۂ خودی، حرکت وعمل، حیات، ماخذ حیات، انجام حیات، شعور ذات، عشق اور حسن کی ماہیت جیسے لاجواب فلسفے شاعری کی زبان میں پیش کر کے پوری دنیائے شاعری کو چیلنج پیش کر دیا، اسی طرح مزدوروں اور کسانوں کی حمایت اور جاگیردارانہ نظام کی مخالفت کے ذریعہ بھی ایک مثال قائم کی جس کی مثال اقبال کا مشہور شعر ہے۔

جس کھیت سے میسر نہ ہو دہقاں کو روزی   اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مزدوروں اور مظلوموں کی اقبال کو کس قدر فکر دامن گیر تھی۔

فکر اقبال کے سرچشمے: اقبال کی فکر کے سرچشموں کو اگر بنیادی طور پر تقسیم کیا جائے تو ہم بہ آسانی تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) مسلمان حکما اور صوفیا (۲) ہندو مذہب کے رشی اور فلسفی (۳) مغربی اور یورپی مفکرین، پہلے سرچشمے میں شیخ احمد سرہندی فاروقی اور مجدد الف ثانی اور جلال الدین رومی کے نام بطور خاص شامل ہیں، اقبال نے مجدد الف ثانی کو ''ہند میں سرمایہ ملت کے نگہبان'' کے طور پر یاد کیا ہے تو جلال الدین رومی کے متعلق یہ شعر کہا:

صحبت پیر روم سے مجھ پر ہوا یہ راز فاش   لاکھ حکیم سر بر جیب ایک کلیم سر بہ کف

دوسرے سرچشمے میں ہندو مفکرین وشعرا بھرتری ہری، کالی داس اور رام وغیرہ شامل ہیں ان کے افکار میں سے بھی اقبال نے صالح افکار کا انتخاب کیا جس کی مثال اقبال کے بہت سے اشعار ہیں خاص طور پر بھرتری ہری کا یہ شعر جسے اقبال نے بال جبریل جیسے اہم مجموعۂ کلام کا عنوان بنایا۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر   مرد ناداں پر کلام نرم ونازک بے اثر

اقبال کے تیسرے سرچشمے میں جرمنی زبان کا مشہور شاعر گوئٹے اور مغربی مفکر نطشے اور برگساں وغیرہ بطور خاص شامل ہیں، اقبال نے گوئٹے کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کی ہے:

صبا بہ گلشن ویمر سلام ما برساں   کہ چشم نکتہ وراں خاک آں دیار افروختہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، ڈی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس اور امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اقبال نے جرمنی مفکر نطشے کے قوت اور حوصلہ کے فلسفہ کو خوب پسند کیا، اسی طرح فرانسیسی مفکر برگساں کے خیالات ''ساقی نامہ'' اور ''مسجد قرطبہ'' جیسی اہم نظموں میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔

چند متفرق اہم خیالات: اقبال کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ سیکڑوں کتابوں میں بھی پورے شرح وبسط کے ساتھ سمیٹنا آسان نہیں ہے، یہاں چند اہم چیزوں کی طرف اشارہ جو اپنے آپ میں ایک اکائی کی حیثیت رکھتی ہیں، ان میں سے اہم حب الوطنی بھی ہے، اقبال نے حب الوطنی کے نغمے جس انداز سے گنگنائے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی، نہ ہی وہ غنائیت، سلاست وروانی ملتی ہے اور نہ ہی تخیل کی پروازی

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

اسی طرح ہمالہ کی قصیدہ خوانی کس خوبصورتی سے کی ہے:

اے ہمالہ! اے فصیل کشور ہندوستاں چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

اس کے علاوہ محبت و بھائی چارگی اور گنگا جمنی تہذیب کی ترجمانی اقبال نے کی ہے اس کی بھی نظیر نہیں ملتی:

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

اگر اس شعر کو آئیڈیل بنایا جائے تو آج کے پس منظر میں ملک کی منافرت کو بہ آسانی ختم کیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ غلامی کی منافرت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کرنے اور لوگوں کو ہندوستان کی آزادی کے لیے کس انداز سے ابھارا ہے یہ بھی اپنے آپ میں مثال ہے:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اسی طرح پوری دنیا کو ایک وحدت میں پرو کر اپنے آفاقی مزاج اور آفاقی شاعری کی دلیل پیش کی ہے سے اس شعر میں محسوس کیا جا سکتا ہے:

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

نوجوانوں کو شاہین سے سبق لینے اور اس جیسی قدرت پیدا کرنے کی تلقین کی ہے:

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

شاہین اقبال کا خاص محبوب اور پسندیدہ پرندہ ہے اس کی وجہ ہے کہ شاہین ہمیشہ محنت و مشقت میں مصروف رہتا ہے اور ہمیشہ اپنی قوت پر بھروسہ کرتا ہے حتی کہ جب بارش ہوتی ہے تو سارے پرندے اپنے گھونسلوں میں آرام کرتے ہیں اور شاہین بارش سے اوپر مقام پر جا کر شکار کی تلاش میں لگا رہتا ہے، نوجوانوں میں سستی اور کاہلی کو بالکل پسند نہیں کرتے اور اسے قابل مذمت عمل قرار دیتے ہیں:

تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالیں ہیں ایرانی لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

اقبال اصل مقصدیت کے ترجمان شاعر تھے، ان کا نظریہ وہی تھا جو سرسید نے تہذیب الاخلاق اور حالی نے مقدمہ شعر وشاعری کے ذریعہ پیش کیا تھا، ان حضرات کا ایک ہی مقصد تھا کہ شاعری کے ذریعہ صالح افکار ونظریات کو فروغ دیا جائے، اقبال ؟ نے اپنی شاعری میں پرانے علائم کو بھی ضرور جگہ دی، مگر ان کے روایتی مفہوم سے قطع نظر ایک نئے مفہوم میں، اسی طرح تاریخی اور اسلامی جتنے علائم اقبال نے استعمال کیے ہیں اس قدر کسی اور شعراء نے نہیں اور اس کی بنیادی وجہ ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ علوم پر دسترس حاصل تھی اس قدر علوم پر عام طور پر شعرا کی دسترس نہیں ہوتی۔

فلسفہ خودی: اقبال نے فلسفہ خودی کو بہت اہمیت سے بیان کیا ہے، خودی کو اقبال نے ایک نئے معنی میں استعمال کیا ہے، خودی کے اگر لغوی معنی تلاش کریں تو کبر ونخوت، غرور اور انانیت نظر آتے ہیں مگر اقبال کے یہاں خودی سے مراد عرفان نفس، اپنی ذات کا تشخص اور اپنی پوشیدہ صلاحیتوں پر واقفیت ہے، اس کے ذریعہ انسان میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور بڑے سے بڑے امور کو بہ آسانی انجام دے سکتا ہے، اس فلسفہ کا ماخذ حدیث رسول ہے ''یہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ'' سے ماخوذ ہے، بعض حضرات اسے مغربی فلاسفہ سے ماخوذ بتاتے ہیں، مگر اگر گہرائی سے اس فلسفہ کو سمجھا جائے تو خود اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ پورے طور پر اسلامی ہے، اگر انسان میں خود اعتمادی پیدا نہ ہو تو اس کی حالت غلاموں والی ہو جاتی اور غلامی انسان کو کس مقام پر پہنچاتی ہے اقبال کے اس شعر سے سمجھا جا سکتا ہے:

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

اقبال تو ہمیشہ قوت حرکت وعمل کی تلقین اس انداز سے کرتے نظر آتے ہیں:

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

خودی کے لیے اقبال نے تین چیزیں ضروری قرار دی ہیں ان میں سے ایک عشق بھی ہے، اقبال ہمیشہ عقل پر عشق کو ترجیح دیتے ہیں:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اقبال نے اپنے اس فلسفہ کی اصل وضاحت اپنے فارسی مجموعوں میں کرائی ہے مگر اردو شاعری اور نثر میں بھی اس کی مثالیں خوب ملتی ہیں۔

اقبال کا فن: اقبال فنی اعتبار سے بھی بڑے فنکار تھے اور فن شعر وادب کے بارے میں مخصوص خیالات بھی رکھتے تھے، اقبال نے تقریبا تمام ہی اصناف سخن میں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

طبع آزمائی کی ہے، انہوں نے شاعری کا سفر غزل سے شروع کیا تھا؛ مگر نظمیں اس قدر معنی خیز اور پر اثر لکھی کہ بعض حضرات نے انہیں نظمیہ شاعر کے نام سے ہی موسوم کر دیا، ان کی نظموں میں جو حسن، فنکاری، غنائیت، روانی، سلاست اور مضمون آفرینی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی، اقبال کے کمالِ فن کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ غالب جہاں دو اور تین تراکیب کا استعمال کرتے ہیں وہاں تسلسل تو دور اس کی ادائیگی قاری کے لیے دشوار ہو جاتی ہے؛ مگر اقبال دو دو اور تین تین تراکیب استعمال کرنے کے باوجود روانی اور تسلسل میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آنے دیتے یہی اقبال کے فن کا کمال ہے اس کے علاوہ اقبال نے حکمت و دانائی کے بیان کو تمثیل و تجسیم کا جو پیکر عطا کیا ہے وہ بھی خوب اور قابل دید ہے، اقبال ? فنی اعتبار سے کس قدر گرفت رکھتے ہیں اس کا اندازہ ان کے استعارات و علائم، منظری شاعری، پیکر تراشی، عمدہ تراکیب، تصوف کی مخصوص اصطلاحات، آیات قرآنی اور احادیث رسول کے تراجم اور نئے نئے تلمیحات کے استعمال سے لگایا جا سکتا ہے اس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ انہوں نہ شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی بلکہ اپنی ان ایجاداتِ نو کے ذریعہ شاعری کو مزید وسعتیں بھی عطا کیں ان کے اس اہم کارنامے کی وجہ سے دنیائے شاعری ہمیشہ ان کا ممنون رہے گی۔

منظری شاعری: منظری شاعری کے نمونے تو ہمیں قدیم شعراء کے مثنویوں، قصائد اور انیس ? و دبیر ? کے مراثی میں بھی ملتے ہیں؛ مگر اقبال ? نے فطرت کی منظر کشی اور عکاسی جس اچھوتے اور خوبصورت انداز میں کی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی، اس کے عمدہ نمونے ہمیں ''بانگ درا'' اور ''بال جبریل'' دونوں مجموعوں میں زیادہ ملتے ہیں بانگ درا میں ''گورستان شاہی''، ''خضر راہ''، ''عشق اور موت'' اور ''بزم انجم'' زیادہ اہمیت کے حامل ہیں جبکہ بال جبریل میں ''ساقی نامہ'' اور ''ذوق وشوق'' منظری شاعری کے اعلی نمونے ہیں۔

ے چاندنی پھیکی ہے اس نظارہ خاموش میں — صبح صادق سو رہی ہے رات کے آغوش میں

اس شعر میں کس خوبصورتی سے اقبال نے منظر کشی ہے اس کا اندازہ اس شعر سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔

استعاراتی اظہار: تشبیہات و استعارات کا استعمال اقبال نے جس قدر کیا ہے اتنی مقدار میں دیگر شعراء نے نہیں کیا ہے اور یہی استعاراتی اظہار کی وجہ سے کلام اقبال میں معنوی وسعت کافی بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، اس کی طرف اقبال نے بھی اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے:

ے شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوق تکلم کی — چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

علائم: علاماتی لفظیات بھی اقبال کی خاص پہچان ہے، اس نے عام طور پر جدید علاماتی الفاظ تخلیق کیے ہیں اور کچھ قدیم لفظیات کا استعمال بھی کیا ہے تو روایتی معنی سے قطع نظر اسے ایک نئے مفہوم میں ڈھال کر استعمال کیا ہے، ان علاماتی الفاظ میں ''شاہین''، ''عشق''، ''موج وساحل''، ''قلندری وفقیر''، ''لالہ''، ''ساقی''، ''ستارہ''، ''شبنم اور موتی''، ''ابلیس''، ''پرویز اور کوہکن''، ''جم اور تخت'' کا استعمال خوب کیا ہے، البتہ سب سے زیادہ پسندیدہ علامات شاہین ہے، اقبال اسے مثبت علامتی پیکر کے طور پر استعمال کرتے ہیں وہیں ''کرگس، زاغ، چکور، بلبل، اور دراج وغیرہ کو منفی علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ بطور مثال چند اشعار:

ے عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

ے وہ فریب خوردہ شاہین جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

ے ہوگی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہین بچوں کو صحبت زاغ

اقبال کا واضح نظریہ ہے کہ جس چیز میں وہ قوت و عمل تجسس اور توانائی محسوس کرتے ہیں اسے مثبت استعمال کرتے ہیں اور جس چیز میں انہیں کاہلی اور سستی نظر آتی ہے اسے منفی علامت کے طور استعمال کرتے ہیں۔

حرف آخر: اقبال کی شاعری میں بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جو اسے بحیثیت شاعر بہت سے لوگوں سے ممتاز کرتی ہیں، چاہے فکر و فلسفہ کے لحاظ سے ہو یا فن کے اعتبار سے، اقبال ہمیشہ اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے انسان میں قوت فکر و عمل کی ترجمانی ہو اور ہمیشہ ان چیزوں کی مذمت کرتے ہیں جو ضعف و پستی کا سبب بنتی ہیں، اس کا اظہار اقبال نے اپنے اس شعر میں بھی کیا ہے:

ے تقدیر کے قاضی کا یہ فتوی ہے ازل سے ہے — جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

اقبال کی انفرادیت سب سے زیادہ اس معنی کر ہے کہ انہوں نے اردو شاعری کو عالمی سطح پر لا کھڑا کیا، ان کے منفرد فلسفیانہ افکار و خیالات کی وجہ سے مغربی فلاسفہ اور مفکرین نے بھی ہاتھوں ہاتھ لیا، ان کی شاعری میں فلاسفہ، شعراء، حکماء اور تاریخ اسلامی سے منسلک جتنی شخصیات اور جتنے مقامات کا ذکر ملتا ہے اتنا ہمیں کسی اور کی شاعری میں نہیں ملتا، انہوں نے سب سے پہلے غالب کا موازنہ یورپ کے مشہور شاعر گوئٹے سے کیا اسے تفہیم غالب کی ایک نئی سمت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام: اقبال فکر و فن دونوں اعتبار سے اعلی مقام پر فائز ہے اور ان کی شاعری کو برصغیر ہی نہیں دنیا کے کسی بھی شاعر کے مقابلہ میں بلا تامل پیش کیا جا سکتا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔
میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم فل کی تمام اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ہے انہوں نے قرآن واحادیث کے اسرار ورموز کو شاعری کی زبان میں جس خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے یہ کارنامہ کوئی تلمیذِ رحمان ہی کر سکتا ہے۔

سوال نمبر 1:2 مندرجہ ذیل عنوانات پر دس دس سطروں کے پیراگراف لکھیں۔

(الف) اقبال کے حالات زندگی (ب) اقبال اور اشتراکیت (ج) اقبال کا پہلا سفر یورپ

جواب: (الف) اقبال کے حالات زندگی: علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستدان، مسلم صوفی اور تحریک پاکستان کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔ اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے اور یہی ان کی بنیادی وجۂ شہرت ہے۔ شاعری میں بنیادی رجحان تصوف اور احیائے امت اسلام کی طرف تھا۔ علامہ اقبال کو دورِ جدید کا صوفی سمجھا جاتا ہے۔ بحیثیت سیاستدان ان کا سب سے نمایاں کارنامہ نظریۂ پاکستان کی تشکیل ہے جو انہوں نے 1930ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔ یہی نظریہ بعد میں پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔ گو کہ انہوں نے اس نئے ملک کے قیام کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن انہیں پاکستان کے قومی شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال 9 نومبر 1877 کو سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے، ماں باپ نے نام محمد اقبال رکھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہی حاصل کی اور مشن ہائی اسکول سے میٹرک اور مرے کالج سیالکوٹ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ شعر و شاعری کا شوق بھی آپ کو یہیں پیدا ہوا اور اس شوق کو فروغ دینے میں آپ کے ابتدائی استاد مولوی میر حسن کا بڑا دخل تھا۔ لاہور کے بازار حکیماں کے ایک مشاعرے میں انہی دنوں اقبال نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اس شعر کا سننا تھا کہ محفل مشاعرہ میں موجود افراد پھڑک اٹھے اور مرزا ارشد گورگانی نے اسی وقت پیشگوئی کی کہ اقبال مستقبل کے عظیم شعراء میں سے ہوگا۔

ایف اے کرنے کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور چلے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاس کیے یہاں آپ کو پروفیسر آرنلڈ جیسے فاضل شفیق استاد مل گئے۔ 1905 میں علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔ بعد میں آپ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے آپ نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ابتداء میں آپ نے ایم اے کرنے کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے لیکن آپ نے بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنایا۔ وکالت کے ساتھ ساتھ آپ شعر و شاعری بھی کرتے رہے۔ 1926ء میں آپ پنجاب قانون ساز اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ آپ آزادیٔ وطن کے علمبردار تھے۔ سیاسی تحریکوں میں حصہ لیتے تھے۔ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے آپ کا الٰہ آباد کا مشہور صدارتی خطبہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے اس خطبے میں آپ نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ 1931ء میں آپ نے گول میز کانفرنس میں شرکت کر کے مسلمانوں کی نمائندگی کی۔ آپ کی تعلیمات اور قائداعظم کی ان تھک کوششوں سے ملک آزاد ہو گیا اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ لیکن پاکستان کی آزادی سے پہلے ہی علامہ انتقال کر گئے تھے۔ لیکن ایک عظیم شاعر اور مفکر کے طور پر قوم ہمیشہ ان کی احسان مند رہے گی۔ جس نے پاکستان کا تصور پیش کر کے برصغیر کے مسلمانوں میں جینے کی ایک نئی آس پیدا کی۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال حساس دل و دماغ کے مالک تھے آپ کی شاعری زندہ شاعری ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ کلام اقبال دنیا کے ہر حصے میں پڑھا جاتا ہے اور مسلمانان عالم اسے بڑی عقیدت کے ساتھ زیر مطالعہ رکھتے ہیں اور ان کے فلسفے کو سمجھتے ہیں۔ اقبال نے نئی نسل میں انقلابی روح پھونکی اور اسلامی عظمت کو اجاگر کیا۔ ان کے کئی کتابوں کے انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، چینی، جاپانی اور دوسرے زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ جس سے بیرون ملک بھی لوگ آپ کے معترف ہیں۔ بلا مبالغہ علامہ اقبال ایک عظیم مفکر مانے جاتے ہیں۔

(ب) اقبال اور اشتراکیت: انقلاب روس کے زمانے میں کارل مارکس اور دوسرے رہنماؤں کے بارے میں اقبال نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جس کو غلط رنگ دے کر بعض مقامی اشتراکیوں نے اقبال پر اشتراکیت کی تہمت لگائی۔ اقبال نے ترجمان حقیقت کی حیثیت سے عالمی تمدنی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے پیام مشرق کی چند نظموں اور خضر کی زبانی سرمایہ و محنت کی آویزش اور روس کے اشتراکی انقلاب کے حوالے سے مغربی نظام سیاست کے انجام پر اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا جسے غلط رنگ دینے کی کوشش کی گئی۔ اقبال نے اس مکروہ پروپیگنڈہ کا فی الفور مسکت جواب دے کر اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کر دی۔ چونکہ یہ مسئلہ ایک اہم عصری سیاسی، معاشی نظام کے بارے میں اسلام دنیا کے موقف کا ہے اس لیے اقبال کا یہ قطعی بیان ہر قسم کے ابہام کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔ اقبال کے بیان کا متن یہ ہے۔

''میں نے ابھی ایک دوست سے سنا ہے کہ کسی صاحب نے آپ کے اخبار میں یا کسی اور اخبار میں (میں نے ابھی تک اخبار میں نہیں دیکھا) میری طرف بولشویک خیالات کئے گئے ہیں۔ چونکہ بالشویک خیالات رکھنا میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کے مترادف ہے اس واسطے اس تحریر کی تردید میرا

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
03415504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

فرض ہے میں مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین حل قرآن نے تجویز کیا ہے اس میں شک نہیں کہ سرمایہ داری کی قوت حد اعتدال سے تجاوز کر جائے تو دنیا کے لیے ایک قسم کی لعنت ہے۔لیکن دنیا کو اس کے مضر اثرات سے نجات دلانے کا طریق یہ نہیں کہ معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کر دیا جائے جیسا کہ بولشویک (اشتراکیت) تجویز کرتے ہیں۔قرآن کریم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے قانون میراث، حرمت ربا اور زکوۃ وغیرہ کا نظام تجویز کیا ہے اور فطرت انسانی کو محفوظ رکھتے ہوئے یہی طریق قابل عمل بھی ہے روسی بولشوزم یورپ کی ناعاقبت اندیش اور خود غرض سرمایہ داروں کے خلاف ایک زبردست ردعمل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی سرمایہ داری اور روسی بولشوزم دونوں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں اعتدال کی راہ وہی ہے جو قرآن نے ہم کو بتائی ہے اور جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے شریعت حقہ اسلامیہ کا مقصود یہ ہے کہ سرمایہ داری کی بنا پر ایک جماعت دوسری جماعت کو مغلوب نہ کر سکے اور اس مدعا کے حصول کے لیے میرے عقیدے کی رو سے وہی راہ آسان اور قابل عمل ہے جس انکشاف شارع اسلام ﷺ نے کیا ہے۔اسلام سرمایہ کی قوت کو معاشی نظام سے خارج نہیں کرتا بلکہ فطرت انسانی پر ایک عمیق نظر ڈالتے ہوئے اسے قائم رکھتا ہے اور ہمارے لیے ایک معاشی نظام تجویز کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے قوت کبھی اپنے مناسب حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے میرا عقیدہ ہے ''فاصبحتم بنعمتہ اخوانا'' (آل عمران، ترجمہ اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے) میں اسی نعمت کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ چونکہ کسی قوم کے افراد صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے اخوان نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ ہر پہلو سے ایک دوسرے کے ساتھ مساوات نہ رکھتے ہوں اس مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے سوشل نظام کے ممکن نہیں جس کا مقصود سرمایہ داری کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنا ہے۔ یورپ اس نکتے کو نظر انداز کر کے آج آلام و مصائب کا شکار ہے میری دلی آرزو ہے کہ بنی نوع انسان کی تمام قوتیں اپنے ممالک میں ایسے قوانین وضع کریں جن کا مقصود سرمائے کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق و تولید ہو۔اور مجھے یقین ہے کہ خود روسی قوم بھی اپنے موجودہ نظام کے نقائص تجربے سے معلوم کر کے کسی ایسے نظام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے گی جس کے اصول اساسی یا تو خالص اسلامی ہوں گے یا ان سے ملتے جلتے ہوں گے۔موجودہ صورت میں روسیوں کا اقتصادی نصب العین خواہ کیسا ہی محمود کیوں نہ ہو۔ان کے طریق عمل سے کسی مسلمان کو ہمدردی نہیں ہو سکتی ہے''

(ج) اقبال کا پہلا سفر یورپ: 25 دسمبر 1905ء کو علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی ٹرنٹی کالج میں داخلہ لے لیا۔ چونکہ کالج میں ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے لیے گئے تھے اس لیے ان کے لیے عام طالب علموں کی طرح ہوسٹل میں رہنے کی پابندی نہ تھی۔ قیام کا بندوبست کالج سے باہر کیا۔ابھی یہاں آئے ہوئے ایک مہینے سے کچھ اوپر ہوا تھا کہ بیرسٹری کے لیے لنکنز اِن میں داخلہ لے لیا۔اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔ بعد میں آپ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے آپ نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔
سر عبدالقادر بھی یہیں تھے۔اسی زمانے میں کیمبرج کے استادوں میں وائٹ ہیڈ، میگ ٹیگرٹ، وارڈ، براؤن اور نکلسن جیسی نادر؟ روزگار اور شہر؟ آفاق ہستیاں بھی شامل تھیں۔ میگ ٹیگرٹ اور نکلسن کے ساتھ اقبال کا قریبی ربط ضبط تھا بلکہ نکلسن کے ساتھ تو برابر کی دوستی اور بے تکلفی پیدا ہو گئی۔البتہ میگ ٹیگرٹ کی جلالت علمی کے ساتھ ان کی عمر بھی تھی، وہ اقبال سے خاصے بڑے تھے جب کہ نکلسن کے ساتھ سن کا کوئی ایسا تفاوت نہ تھا۔میگ ٹیگرٹ ٹرنٹی کالج میں کانٹ اور ہیگل کا فلسفہ پڑھاتے تھے۔خود بھی انگلستان کے بڑے فلسفیوں میں گنے جاتے تھے۔ براؤن اور نکلسن عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر تھے۔آگے چل کر نکلسن نے اقبال کی فارسی مثنوی "اسرار خودی" کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو اگرچہ اقبال کو پوری طرح پسند نہیں آیا مگر اس کی وجہ سے انگریزی خواں یورپ کے شعری اور فکری حلقوں میں اقبال کے نام اور کام کا جزوی سا تعارف ضرور ہو گیا۔انگلستان سے آنے بعد بھی اقبال کی میگ ٹیگرٹ اور نکلسن سے خط کتابت جاری رہی۔
آرنلڈ جو کیمبرج میں نہیں تھے، لندن یونیورسٹی میں عربی پڑھاتے تھے، لیکن اقبال بڑی باقاعدگی سے ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ہر معاملے میں ان کا مشورہ لے کر ہی کوئی قدم اُٹھاتے۔انھی کے کہنے پر میونخ یونیورسٹی میں پی۔ایچ۔ڈی کے لیے رجسٹریشن کروایا۔کیمبرج سے بی اے کرنے کے بعد جولائی 1907ء کو ہائیڈل برگ چلے گئے تاکہ جرمن زبان سیکھ کر میونخ یونیورسٹی میں اپنے تحقیقی مقالے کے بارے میں اس زبانی امتحان کی تیاری ہو جائے جو اسی زبان میں ہوتا تھا۔ یہاں چار ماہ گزارے۔"ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقا" کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پہلے ہی داخل کر چکے تھے، ایک زبانی امتحان کا مرحلہ ابھی رہتا تھا، اس سے بھی سرخروئی کے ساتھ گزر گئے۔ 4 نومبر 1907ء کو میونخ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دے دی۔ 1908ء میں یہ مقالہ پہلی بار لندن سے شائع ہوا۔ انتساب آرنلڈ کے نام تھا۔ڈاکٹریٹ ملتے ہی لندن واپس چلے آئے۔ بیرسٹری کے فائنل امتحانوں کی تیاری شروع کر دی۔ کچھ مہینے بعد سارے امتحان مکمل ہو گئے۔ جولائی 1908ء کو نتیجہ نکلا۔ کامیاب قرار دیے گئے۔اس کے بعد انگلستان میں مزید نہیں رُکے، وطن واپس آ گئے۔
لندن میں قیام کے دوران میں اقبال نے مختلف موضوعات پر لیکچروں کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا، مثلاً اسلامی تصوّف، مسلمانوں کا اثر تہذیب یورپ پر، اسلامی جمہوریت، اسلام اور عقلِ انسانی وغیرہ بدقسمتی سے ان میں ایک کا بھی کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔ایک مرتبہ آرنلڈ لمبی رخصت پر گئے تو اقبال ان کی جگہ پر لندن یونیورسٹی میں چند ماہ کے لیے عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ مئی 1908ء میں جب لندن میں آل انڈیا مسلم لیگ کی برٹش کمیٹی کا افتتاح ہوا تو ایک اجلاس میں سیّد امیر علی کمیٹی کے صدر چنے گئے اور اقبال کو مجلسِ عاملہ کا رُکن نامزد کیا گیا۔اسی زمانے میں انھوں نے شاعری ترک کر دینے کی ٹھان لی تھی، مگر آرنلڈ اور اپنے قریبی دوست

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ,گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

شیخ عبدالقادر کے کہنے پر یہ ارادہ چھوڑ دیا۔ فارسی میں شعرگوئی کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی۔ قیامِ یورپ کے دوران میں اقبال کے دو بنیادی خیالات تبدیل ہونے شروع ہوئے۔ اقبال وطنی قومیّت اور وحدت الوجود کی طرف میلان رکھتے تھے۔ اب وہ میلان گریز میں بدلنے لگا تھا۔ خاص طور پر وطنی قومیت کے نظریے کے تو اس قدر خلاف ہو گئے جسے نفرت کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔

یورپ پہنچ کر انھیں مغربی تہذیب وتمدّن اور اس کی روح میں کارفرما مختلف تصوّرات کو براہ راست دیکھنے کا موقع ملا۔ مغرب سے مرعوب تو خیر وہ کبھی نہیں رہے تھے، نہ یورپ جانے سے پہلے نہ وہاں پہنچنے کے بعد۔ بلکہ مغرب کے فکری، معاشی، سیاسی اور نفسیاتی غلبے سے آنکھیں چرائے بغیر انھوں نے عالمی تناظر میں امتِ مسلمہ کے گزشتہ عروج کی بازیافت کے لیے ایک وسیع دائرے میں سوچنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان پر مغربی فکر اور تہذیب کا چھپا ہوا بودا پن منکشف ہو گیا۔ جولائی 1908ء میں وطن کے لیے روانہ ہوئے۔ بمبئی سے ہوتے ہوئے 25 جولائی 1908ء کی رات دہلی پہنچے۔

سوال نمبر 13۔ مندرجہ ذیل عنوانات پر ایک ایک صفحے پر مشتمل نوٹ لکھیں۔

(الف) نظم صبح کا تعارف۔

جواب: نظم صبح میں اقبال کی حسن پرست طبیعت اور مسلمان کی ہنگامہ خیز روح دونوں کا ظہور واضح طور پر ہوا ہے صبح کے منظر سے لطف اندوز ہونا اور اس کی آمد پر خیال آرائی کرنا کہ یہ کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ شاعرانہ ذوق اور شاعرانہ فلسفہ کا تقاضا ہے بندۂ مومن کی اذاں سے روح کا لرزنا ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ اقبال جذباتِ اسلامی سے مست ہیں از خود رفتہ ہیں ان کی شاعری میں دین سے عشق کا والہانہ جذبہ جاری وساری نظر آتا ہے مگر اقبال کا یہ مستانہ جذبۂ اسلامی محض جذبہ ہی نہیں ہے انہوں نے تعلیماتِ اسلامی کے گہرے مطالعے کے بعد اپنی زندگی کا ایک فلسفہ وضع کیا ان کے فکر وفلسفہ میں شعائر اسلامی کی اہمیت سب سے زیادہ ہے ان کے ہاں عقائد اور عبادات میں کوئی حدِ فاصل نہیں بلکہ یہ باہم متصل ہیں۔ دونوں انسانی زندگی کو ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کے لیے ہیں۔ جس سے ایک عبادات میں نماز سب سے زیادہ اہم عبادت ہے اور اذان اس عبادت کی تمہید ہے۔ یہی سبب ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری میں جا بجا اذان اور اس کی انسانی زندگی پر اثر پذیری کا ذکر کیا یہ اذان تمام عقائد کا مظہر ہے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا ذکر، نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار، توحید کا اعلان، نماز کی دعوت اور اس کی بدولت فلاح ونجات کی خوشخبری جو انسان اذان کے ان کلمات کو پوری روح کے ساتھ سمجھ لیتا ہے وہ ہر قسم کے خوف سے نجات پالیتا ہے توحید کے اقرار سے انسان دنیاوی خداؤں کی غلامی سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اس نے اپنی زندگی گزارنے کے لیے بہترین نمونہ یعنی حضور ﷺ کی ذات کو منتخب کر لیا ہے۔ جو اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوا وہ یقیناً دونوں جہان میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوا۔ توحید اور رسالت پر ایمان لانا، دراصل اپنے آپ کو امتِ مسلمہ کا رکن بنا کر ایک پاکیزہ معاشرے کا حصہ بنا ہے اس معاشرے کا حصہ بننے سے نا صرف انسان کی اپنی زندگی ایک انقلابی سانچے میں ڈھالنا ہے بلکہ انسانی برادری کو بھی منقلب کرکے دنیا کو جنت نظیر بنانا ہے اقبال کے نزدیک توحید کا فائدہ یہ ہے کہ انسان سوائے خدا کے کسی کے آگے جھکنا پسند نہیں کرتا۔ اس عقیدے سے انسان پر انسان کی حاکمیت ختم ہو جاتی ہے توحید، انسان کو آزاد رہنا سکھاتی ہے رسالت کی برکت یہ ہے کہ اس مرکز پر قوم متحد ہو جاتی ہے اور انسان خود کو ایک پاکیزہ معاشرے کا جزو سمجھنے لگتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے اقرار سے مسلمان ایک نئی ملت، ایک نئی برادری کا حصہ بن جاتا ہے اس برادری کی بنیاد نیکی، اخوت اور انسانی ہمدردی پر قائم ہے جو دنیا میں اعلیٰ روحانی اور اخلاقی قدروں کو فروغ دیتی ہے انسانیت کو ایسے ہی معاشرے اور برادری کی اشد ضرورت ہے نماز کی حکمت یہ ہے کہ انسان کو برائیوں سے روکتی ہے اور نیکیوں کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے پانچ وقت ہر چیز سے منہ موڑ کر ایک خدا کی طرف رجوع کرنا۔ نماز کے تمام اجزاء اپنے اندر اعلیٰ درجہ کی حکمت لیے ہوئے ہیں۔ نماز کی شرائط جہاں انسان کو روحانی پاکیزگی عطا کرتی ہیں وہاں جسمانی صفائی کا اہتمام بھی کرتی ہیں لباس کی طہارت، جگہ کا پاک ہونا، وضو، اذان، اقامت اور رکوع وسجود سب انسانی روح اور جسم پر خاطر خواہ اثر انداز ہوتے ہیں نماز کے ان متعلقات میں اذان کا درجہ برتر ہے اقبال نے اذان کے اثرات اور اس کی برکات کے کئی خوبصورت نکتے اپنی شاعری میں بیان کیے ہیں۔ ڈاکٹر محمد ریاض اپنے مضمون، اقبال اور عبادت وشعائر اسلامی میں لکھتے ہیں کہ ''اذان کے کلمات مہتم بالشان ہیں ان کلمات میں توحید اور رسالت محمدی کا اقرار ہے اور نماز کی پر فلاح ونجات حیثیت کا ذکر۔ مگر اقبال گویا تکبیر ''اللہ اکبر'' پر زیادہ متوجہ رہے ہیں۔ اقبال نے اپنی ایک نظم ''اذان'' میں بانگِ اذاں اور سحر خیزی کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں اقبال شب بیداری اور تہجد گزاری کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں اسی طرح صبح خیزی اور عبادت گزاری بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اس کے علاوہ اذان صبح رات کی تاریکی چیرنے والی آواز ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نئی صبح کی نوید بھی ہے۔ اسی لیے اقبال نے متعدد تلازمات کے ذریعے اذان سحر کو ایک نئی صبح کی ولادت کا ہم معنی قرار دیا ہے اور اسے زندگی اور کائنات میں ایک نیا انقلاب برپا کرنے والی قرار دیا ہے صبح کی اذان اقبال کے نزدیک ایک نئے دن کا اعلان ہے جو مومن کو ایک اور نیا میدانِ عمل فراہم کرتی ہے۔

اقبال کی نظم گوئی: علامہ اقبال نظم اور غزل دونوں اصنافِ سخن کے بلند مرتبہ شاعر تھے۔ انہوں نے اپنے کلام میں اگر ایک طرف غزل کی تنگنائے کو معنوی وسعت عطا کی تو دوسری جانب نظم کو فن کی معراج پر پہنچا دیا۔ اقبال نے جلد ہی جان لیا کہ روائتی قسم کی غزل گوئی ان کے مزاج اور طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتی اسے ایک وسیع میدان کی ضرورت ہے لہٰذا انہوں نے اپنی توجہ نظم کی طرف کی۔ ہمالہ جیسی نظم سے ابتدا کی جسے فوری قبول عام کی سند حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد مشہور زمانہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے پیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی اسائمنٹس معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس پی ایچ ڈی کی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

نظمیں 'نالہ یتیم' ہلال عید سے خطاب اور 'ابر گہر بار' کے عنوان سے انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں پڑھی گئیں۔ ہمالہ اور ایک آرزو نظمیں مناظر فطرت کے ساتھ ان کی وابستگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ اقبال نے بہت سی انگریزی نظموں کے خوبصورت ترجمے بھی کئے۔ پیام صبح عشق اور موت، رخصت اے بزم جہاں ترا جم کی واضح مثالیں ہیں۔ بچوں کی نظموں کے حوالہ سے 'مکڑا اور مکھی' 'ایک پہاڑ اور گلہری' 'ایک گائے اور بکری' 'بچے کی دعا' 'ماں کا خواب' 'ہمدردی' وغیرہ نظمیں مغربی شعراء کے کلام سے ماخوذ ہیں لیکن بعض نظمیں جو قدرے طویل بھی ہیں خاص اہمیت رکھتی ہیں ان نظموں میں شکوہ، جواب شکوہ، والدہ مرحومہ کی یاد میں شمع وشاعر، خضر راہ، طلوع اسلام، ذوق وشوق، مسجد قرطبہ، ساقی نامہ، اور ابلیس کی مجلس شوریٰ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اور ان کے فکر وفن کے جملہ لطافتیں ان میں اس طرح یکجا ہوگئی ہیں کہ اقبال کا قاری اگر ان کے بقیہ اردو کلام سے بے نیاز بھی گزر جائے تو بھی ان نظموں کے ذریعے اقبال کی عظمت شاعرانہ کا پورا اندازہ لگا سکتا ہے۔ شکوہ مسدس کی ہیت میں ایک طویل نظم ہے جس میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کے بیان کے ساتھ ان کی موجودہ خستہ حالی کو بارگاہ ایزدی میں بطور شکایت پیش کیا گیا ہے۔ جواب شکوہ 1913 کی تخلیق ہے یہ نظم بھی انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں پڑی گئی۔ شمع وشاعر اقبال کی بہترین نظموں میں سے ایک ہے۔ اس میں اقبال نے اپنے ایمائی انداز بیان کا کمال دکھایا ہے بقول ڈاکٹر یوسف حسین خان سارا مکالمہ کنائے کی زبان میں ہے اور اقبال نے اس کے ذریعے سامع کو اپنی ذہنی بلندیوں کی سیر کرائی ہے والدہ مرحومہ کی یاد میں بالکل شخصی نوعیت کی نظم ہے لیکن اقبال نے اس میں اپنے ذاتی غم کی سطح کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ ان کا غم پوری ملت کو غم بن گیا ہے۔ خضر راہ کا سال تصنیف 1921 ہے خضر راہ فنی ومعنوی اعتبار سے ایک ایسی مکمل نظم ہے جو غزل کے پیرائے میں متعدد سیاسی نکتوں اور پہلوؤں کو بیک وقت موضوع بحث بناتی ہے۔ طلوع اسلام 1924 میں یعنی خضر راہ سے تین سال بعد منظر عام پر آئی۔ اس نظم کو ہر مکتبہ فکر کے ادیبوں نے سراہا ہے بقول کلیم الدین احمد اقبال کا مخصوص رنگ طلوع اسلام کے ہر شعر میں جلوہ گر ہے ذوق وشوق 1931 کی تخلیق ہے اور بقول سید عابد علی جاوید سوز وگداز کا اظہار جس دلفریب پیرائے میں ہوا ہے ویسا کسی اور نظم میں نہیں ہوا۔ علامہ نیاز فتح پوری نے لکھا ہے کہ مسجد قرطبہ اور ذوق شوق دو ایسی نظمیں ہیں جو یقیناً اقبال کو زندہ جاوید بنا دینے کے لیے کافی ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جذبات وخیالات کا ایک دریا منڈ تا چلا آ رہا ہے۔

(ب) نظم لا الہ الا اللہ۔

جواب۔

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ\
خودی ہے تیغ۔فساں لا الہ الا اللہ

اقبال کا خودی کا تصور بہت وسیع اور تفصیلی مطالعہ کا متقاضی ہے۔ مختصراً اس کا مفہوم خودشناسی RespectSelf اور esteemSelf کے معنی میں لیا جا سکتا ہے۔ اس شعر میں اقبال فرماتے ہیں کہ خودشناسی اور EsteemSelf تک رسائی؟ کا راز اس میں ہے کہ انسان کو پختہ یقین ہو جائے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے مختار کل ہونے کا۔ خودی اگر تلوار ہے تو اس کو تیز اور صیقل کرنے کا طریق؟ اسی یقین میں پوشیدہ ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو انسان کو خودی اور خردشناسی تک لے جا سکتا ہے۔

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا\
فریب سود وزیاں لا الہ الا اللہ

تم نے تھوڑے سے فایدے کے لیے اپنی RespectSelf کا سودا کر لیا اور یہ نہ جانا کہ فایدہ اور نقصان محض فریب نظر اور سطحی سی باتیں ھیں۔ اصل چیز خداشناسی اور اسکی وحدانیت پر اعتماد واعتبار ہے۔

یہ مال ودولت۔ دنیا یہ رشتہ وپیوند\
بتان۔ وہم وگماں۔ لا الہ الا اللہ

ہم ساری زندگی مال ودولت اور تعلقات کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں اور انہی پر انحصار کرتے ہیں بغیر احساس کیے کہ یہ محض وہم اور خیال ہے اور اصل دولت خداشناسی میں ہے۔

یہ نغمہ فصل۔گل ولالہ کا نہیں پابند\
بہار ہو کہ خزاں، لا الہ الا اللہ

لا الہ کا پیغام ابدی اور ہمہ وقتی ہے نہ کہ کسی خاص وقت کا پابند۔ یہ پیغام ہر حالت میں مدنظر رہنا چاہیے اور ہر وقت پھیلانا چاہیے۔

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں\
مجھے ہے حکم۔اذاں لا الہ الا اللہ

مجھے معلوم ہے کہ میرے چاروں طرف اندھیرا اور خداناشناسی کا دور دورہ ہے لیکن مجھے تو خود بھی صراط مستقیم پر رہنے کا حکم ہے اور یہ بھی کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تلقین وتبلیغ کرتا رہوں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

خودی کی مخفی صلاحیتوں کو جاننے کا راز یا خودی کی اصلاح یا تزکیہ نفس کا راز اس بات توحید میں ہے کہ تمام غیر خداوں کی نفی کر کے صرف ایک حقیقی اللہ کے احکامات کی پیروی کی جائے۔ جیسے تلوار کو فساں پر چڑھا کر اس کی دھار تیز کی جاتی ہے اور اسے صحیح معنوں میں تلوار بنایا جاتا ہے۔ ایسے ہی خودی کی صلاحیتوں کو صرف ایک خدا کے احکامات کی پیروی کر کے مرتبہ کمال پر پہنچایا جا سکتا ہے۔ خودی کو اگر تیغ (تلوار) سے اور توحید کو فساں (سان: اوزار تیز کرنے والا پتھر) سے تشبیہ دی جائے تو جب تک تلوار میں دھار نہ ہو وہ کاٹ نہیں سکتی، تلوار بیکار ہے۔ اس لیے توحید خودی (تزکیہ نفس) کے لئے فساں ہے۔ جس طرح سان پر چڑھانے سے تلوار صحیح معنی میں تیز دھار دار تلوار بنتی ہے۔ اسی طرح جب مسلمان حقیقی معنوں میں موحّد (صرف ایک رَب پر یقین رکھتے ہوئے اس کے احکامات کی پیروی کرتا) ہے، تو اس کی خودی اپنے مرتبہ کمال کو پہچان جاتی ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لا الہ الا اللہ

فرماتے ہیں کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اللہ کے بندوں کو بتوں اور اپنی پرستش پر مجبور کیا تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا اور بتوں کا خاتمہ کیا تھا۔ اسی طرح موجودہ زمانے میں کئی نمرود پیدا ہو گئے ہیں جو اللہ کے بندو کو اپنے غیر شرعی احکامات کی اطاعت کرنے کو کہتے اور مجبور کرتے ہیں۔ اس لیے موجودہ زمانہ میں بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ کا کوئی ایسا بندہ پیدا ہو جو عصر حاضر (موجودہ زمانے) کی حکومتوں کے تمام غیر شرعی نظاموں کو پاش پاش کر دے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ دنیا تو صنم کدو (غیر خدا) ہے۔ اور پرستش اور اطاعت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے تو بندہ مومن کو صرف اسی کے احکامات کی پیروی کرنی چاہیے جو اللہ نے اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے دے کر بھیجے۔

کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریب سود و زیاں، لا الہ الا اللہ

اے انسان تو نے اس دنیائے فانی سے دل لگا لیا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر میں نے سچ بولا تو حکومت ناراض ہو جائے گی اور مالی نقصان ہو جائے گا اور اگر میں خدا کی بجائے ارباب اقتدار کے احکامات کی اطاعت کروں گا تو مجھے دولت اور عزت نصیب ہوگی۔ یہ سب خیالات بالکل غلط ہیں تو غلط طور پر نفع اور نقصان کے فریب میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ارے نادان نہ اس دنیا کی کوئی اصلیت ہے اور نہ اس کا سود و زیاں (نفع و نقصان) کوئی حقیقت رکھتا ہے یہ سب فانی چیزیں ہیں کیونکہ بندہ مومن کیلئے اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے، نہ مقصود، نہ مطلوب، نہ مجود اور نہ ہی کوئی معشوق ہوتا ہے۔ توحید کے ماننے والا صرف اللہ ہی کی عبادت اور صرف اس کے احکامات کی اطاعت کرتا ہے اور اسی کی رضا کو اپنا مقصد اور اسی سے اپنی ساری حاجتیں رکھتا ہے۔

سوال نمبر 14۔ ضرب کلیم کے نظموں پر مضمون تحریر کریں جو کم از کم تین صفحات پر مشتمل ہو۔ جواب۔

ضرب کلیم:

ضرب کلیم کی اشاعت 1936ء کے وسط میں ہوئی۔ بال جبریل اور ضرب کلیم یکے بعد دیگرے شائع ہوئیں۔ ان کے درمیان کوئی فارسی کتاب حائل نہیں ہے۔ ضرب کلیم کی تمام نظمیں ایک خاص انداز بیان میں لکھی ہیں۔ اس کتاب کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح موسیٰ نے فرعونی قوتوں پر کاری ضرب لگائی تھی۔ اس طرح علامہ اقبال اس کتاب کے ذریعے سے دور حاضر کی فرعونی قوتوں پر کاری ضرب لگانا چاہتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو خود ہی دور حاضر کے خلاف ''اعلان جنگ'' قرار دیا ہے۔ دورِ حاضر اقبال کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ مغرب نے اپنے افکار کے ذریعے سے دنیا بھر میں جو گمراہیاں پھیلائی اور جن گمراہیوں کو لوگ راہ راست سمجھتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے دنیا روز بروز اخلاقی اور روحانی لحاظ سے زوال کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ ان گمراہیوں میں مبتلا افراد کے بارے میں علامہ اقبال نے بال جبریل میں لکھا تھا:

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری

تہذیب حاضر کی اسی انسانیت دشمن آزادی کو علامہ اقبال نے بڑی تفصیل سے ضرب کلیم میں موضوع بنایا ہے۔ اس کتاب کے پہلے حصے میں اسلام اور مسلمانوں کے زیر عنوان متفرق نظمیں ہیں۔ پھر تعلیم و تربیت، عورت، ادبیات (فنون لطیفہ) اور سیاسیات مشرق و مغرب کے عنوانات قائم کر کے ہر عنوان کی ذیل میں اس کے مختلف پہلوؤں پر متعدد نظمیں درج کی گئی ہیں آخری حصے میں ''محراب گل افغان کے افکار'' کے زیر عنوان ایک فرضی کردار کے نام سے کچھ نظمیں تحریر کی گئی ہیں۔

ضرب کلیم کی اکثر نظمیں بے حد ہیں۔ اکثر نظمیں دو تین یا چار اشعار سے تجاوز نہیں کرتیں۔ تمام نظمیں ہر قسم کے حشو و زوائد سے بالکل پاک ہیں۔ خیالات براہ راست طریقے سے اور براہ راست طریقے سے اور پر زور الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں اگر چہ انداز بیان میں عمداً شعریت نہیں رکھی گئی مگر اس کے باوجود نظموں کے مطالعے سے یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ غیر شاعرانہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں جذبہ ایک آگ کی طرح رواں ہے جو پڑھنے والے کو پگھلا کر رکھ دیتا ہے۔ علامہ

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اقبال کی تمام کی تمام زندگی کی شاعرانہ مہارت اور مطالعے کا نچوڑ اس کتاب میں موجود ہے۔
خاص طور پر علامہ کے نظریہ فن کے بارے میں جو کچھ اس کتاب میں کہا گیا ہے اور کہیں موجود نہیں۔ دوسرے موضوعات بھی اس طرح واضح ہیں۔
مثلاً ملاحظہ ہو نظم بعنوان ''تن بہ تقدیر''

اسی قرآن میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

علامہ اقبال نے اس سے قبل مسلمانوں کی بے عملی اور مغربی فلسفے کے ان پر ہلاکت آفریں اثرات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اس قطعہ میں تمام و کمال بڑی خوبصورتی سے آ گیا ہے۔ ضرب کلیم کی اکثر نظموں کا انداز یہی ہے۔ مثلاً یہ ایک شعر ملاحظہ ہو:

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست!

غرض علامہ اقبال کی اردو شاعری کے مستقل مجموعے تین ہیں بانگ درا، بال جبریل اور ضرب کلیم۔ ان کے علاوہ ارمغان حجاز کے کچھ حصے میں بھی اردو کلام شامل ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے مختلف ناموں سے اقبال کا وہ کلام مرتب کیا ہے جو ان کے ان رائج مجموعوں میں نہیں۔ اس سلسلے میں عبدالواحد معینی و محمد عبداللہ قریشی کی مرتبہ ''باقیات اقبال'' اور مولانا غلام رسول مہر اور صادق علی ولا دری کی مرتبہ ''سرود رفتہ'' زیادہ مکمل ہیں۔ مگر ان دونوں مجموعوں میں اکثر کلام مشترک ہے۔ علاوہ ازیں تقریباً سارا کلام وہی ہے جو اقبال کا رد کیا ہوا ہے۔ فن شعر یا خیالات کی پختگی کے اعتبار سے یہ کلام زیادہ اہم نہیں مگر اقبال کے ذہنی ارتقاء کا مطالعہ کرنے کے لیے اس کی اہمیت یقیناً بہت زیادہ ہے۔

فارسی زبان میں مہارت۔

اقبال نے عربی اور فارسی زبانوں میں بہت مہارت حاصل کی تھی۔ فارسی سے ان کی طبعی مناسبت بھی تھی۔ فارسی اور ایران کے ساتھ مناسبت اس بات سے واضح ہے کہ اقبال نے اپنا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ''ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقاء'' کے عنوان سے لکھا تھا۔ اقبال غالباً بیسویں صدی عیسوی کے اوائل سے ایک خاص موضوع اور فلسفہ حیات پر اپنے خیالات پیش کرنے کا سوچتے رہتے تھے۔ اسے اب ہم فلسفہ خودی کے نام سے جانتے ہیں۔ اس فلسفے کو بظاہر 1912ء کے لگ بھگ اقبال نے نظم میں پیش کرنا شروع کیا تھا مگر چونکہ اردو اصطلاحات اور طرز بیان ساتھ نہ دے سکا' انہوں نے اسے فارسی مثنوی میں لکھا 16 اگست 1928ء کے ایک مکتوب میں علامہ اقبال نے نمکین کاظمی کو مثنوی اسرار خودی کے منظوم ترجمے کے سلسلے میں لکھا تھا۔

''میں ذاتی طور پر ترجموں کا قائل نہیں ہوں تاہم آپ چند اشعار کا ترجمہ کر کے بھیجئے تو میں رائے دینے کے قابل ہو سکوں گا۔ میں نے خود ''اسرار خودی'' پہلے اردو میں لکھنی شروع کی مگر مطالب ادا کرنے سے قاصر رہا اور جو حصہ لکھا گیا تھا اس کو تلف کر دیا گیا''۔

اقبال کی پہلی فارسی کتاب یہی مثنوی ''اسرار خودی'' ہے جو 1915ء میں پہلی بار لاہور سے شائع ہوئی۔

وجوہات

اوپر کی مثال سے اقبال کی فارسی گوئی کی ایک وجہ ظاہر ہے۔ یعنی اقبال نے شیوہ بیاں اور فلسفیانہ اصطلاحات ادا کرنے کی خاطر اردو کی بجائے فارسی کو اپنے خیالات کا اظہار کا ذریعہ بنایا مگر بعض دوسری وجوہات بھی قابل ذکر ہیں۔

ایک بات یہ ہے کہ فارسی گوئی برصغیر کے اردو شعراء کا بھی معمول رہا ہے۔ فارسی کئی صدیوں سے برصغیر کاری زبان رہی اگر چہ 1834ء میں انگریزوں نے فارسی کی جگہ اپنی انگریزی کو سرکاری حیثیت دے دی مگر صدیوں سے متداول زبان ایک جنبش قلم سے مٹ نہیں سکتی تھی چنانچہ انگریزی کے سرکاری زبان بن جانے کے بعد متعدد فارسی نویس برصغیر میں موجود رہے ہیں اور کئی فارسی نویس اور فارسی گو اب بھی موجود ہیں۔ پھر فارسی ایک ایسی اہم زبان ہے جس کے ساتھ دنیا بھر کے مستشرقین کی دلچسپی اور وابستگی ہے اور اس زبان میں بیان کئے ہوئے افکار بہت جلد عالمگیر ہو جاتے ہیں چنانچہ اقبال کے افکار بھی اسی زبان کے توسط سے بہت جلد دنیا میں معروف ہوں گے۔ تیسری بات مسلمانوں اور اقوام مشرق کے لحاظ سے فارسی کی اہمیت ہے۔

اصناف سخن اور ناصحانہ پن۔

اقبال نے اردو میں کوئی چھ ہزار اشعار لکھے ہیں اور فارسی میں تقریباً نو ہزار اردو میں اقبال نے زیادہ تر قدیم اسلوب اپنایا اور اصناف سخن اور ہیئت شعر کے نئے تجربے بہت کم پیش کئے مگر ان کی فارسی شاعری میں قدیم اصناف سخن کے ساتھ جدید تر شعری تجربے بھی موجود ہیں۔ اقبال کی اردو منظوم کتابوں میں اردو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔ گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

شاعروں کے حوالے اور شاعروں کی تضمینیں بہت کم ملتی ہیں۔ ان کتابوں اور ان سے بھی زیادہ اقبال کی فارسی کتابوں میں کوئی ستر شاعروں کا ذکر رنگارنگ صورت میں ملتا ہے۔ اقبال نے کبھی کسی شاعر کا مصرع یا شعر تضمین کیا اور کبھی کسی شعر کی تعریف فرمائی یا اس پر انتقاد کیا۔ اتنے شاعروں کا کلام اقبال میں اجتماع علامہ اقبال کے وسعت مطالعہ کی دلیل ہے مگر ایسا نہ سمجھا جائے کہ اقبال ان سب شاعروں سے متاثر تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے دو تین فارسی شاعروں کی اسلوب پر توجہ کی ہے اور دوسرے فارسی شاعروں کے معانی کو انہوں نے کبھی پسند کیا ہے اور کبھی ناپسند۔ ان شاعروں میں سے بعض کے نام سے آپ آشنا ہوں گے مثلاً فردوسی، ناصر خسرو، مسعود سعد سلمان، سنائی، عطار، رومی، سعدی، بوعلی قلندر، امیر خسرو، حافظ، جامی، عرفی، فیضی، نظیری، کلیم، بیدل، طالب آملی، قدسی، فانی اور غالب ان شاعروں میں سے رومی کے ساتھ اقبال کے خاص تصوری اور معنوی تعلقات ہیں۔

فلسفہ اور خودی کا امتزاج۔

اقبال کے خالص فلسفے کو فلسفہ خودی کہا جاتا ہے اقبال نے تیس سال سے زیادہ عرصے تک اس فلسفے کو نئے نئے اسالیب بیان کے ساتھ ترجمانی کی۔ یہ فلسفہ مکمل صورت میں فارسی میں ہی ملتا ہے۔ اقبال کی پہلی فارسی کتاب مثنوی اسرار خودی کا موضوع یہی ہے۔ خودی کی طرح بے خودی یعنی قومی خودی کا بھی اقبال نے ایک خاص نظریہ پیش کیا ہے۔ یہ فلسفہ اقبال کی دوسری فارسی مثنوی رموز بے خودی میں پیش کیا گیا ہے اور علامہ مرحوم کی کسی دوسری کتاب میں یہ نظریہ اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں ملتا ہے۔ اقبال نے فارسی کے ایک مشہور صوفی شاعر شیخ محمود شبستری کی کتاب گلشن راز کا جواب مثنوی گلشن راز جدید کی صورت میں دیا اور جرمن شاعر گوئٹے کے دیوان شرقی و غربی کا جواب پیام مشرق میں غلامی کے خلاف ان کے مدلل اشعار مثنوی بندگی نامہ میں ملتے ہیں۔ اقبال کی فارسی شاہکار کتاب ''جاوید نامہ'' کا ذکر آپ بعد میں پڑھیں گے اقبال کا یہ تخیلاتی افلاکی سفرنامہ فارسی ادب کی ایک منفرد اور بے نظیر کتاب ہے۔ کتاب زبور عجم کی غزلیات پر اقبال نے خود ناز فرمایا ہے

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبور عجم
فغان نیم شبی بے نوائے راز نہیں

اقبال نے اپنے سفر افغانستان کی روئداد فارسی مثنوی مسافر میں لکھی ہے۔ اس طرح عالم خیال میں ان کے سفر حجاز کی ایمان افروز کیفیت آپ ارمغان حجاز میں دیکھ سکتے ہیں۔ اردو کی طرح انہوں نے فارسی میں بھی بعض شاہکار نظمیں لکھی ہیں۔ یہ بات بھی آپ کے پیش نظر رہنی چاہیے کہ اہل زبان کے نزدیک بھی اقبال فارسی میں نئے اسلوب شعر کے بانی ہیں جسے اسلوب اقبال کہنا چاہیے لہٰذا پاکستان کے تعلیم یافتہ افراد کیلئے ضروری ہے کہ علامہ اقبال کی اردو اور انگریزی کتابوں کے علاوہ ان کی فارسی تصانیف سے بھی مستفید ہوں۔

سوال نمبر 15: 1909ء تا 1924ء کے درمیان علامہ اقبال کی فکری و تخلیقی سرگرمیاں تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: 1909ء تا 1924ء کے درمیان علامہ اقبال کی فکری و تخلیقی سرگرمیاں: اقبال کے ذہنی و فکری ارتقاء کی منازل کا تعین ان کی شاعری کو مختلف ادوار میں تقسیم کر کے کیا جاتا رہا ہے کیونکہ اقبال نے اپنے افکار و خیالات کے اظہار کا ذریعہ شاعری کو ہی بنایا ہے۔ یہ طریقہ سب سے پہلے شیخ عبدالقادر نے اختیار کیا تھا۔ انہوں نے ''بانگ درا'' کا دیباچہ لکھتے وقت اقبال کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔ اور اسے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ لیکن یہ تقسیم بعد میں اس لئے قابل قبول نہیں رہی کہ شیخ عبدالقادر کے پیش نظر اقبال کا وہ کلام تھا جو ''بانگ درا'' میں شامل ہے۔ بعد کے نقادوں نے ان کے پورے کلام کو پیش نظر رکھ کر شیخ عبدالقادر کی پیروی کرتے ہوئے اُسے مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالسلام ندوی اور طاہر فاروقی نے اقبال کی شاعری کے چار ادوار قائم کئے ہیں۔ ان دونوں کے ہاں ادوار کا تعین تقریباً یکساں ہے۔ طاہر فاروقی نے اپنی کتاب ''سیرت اقبال'' اور عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب ''اقبال کامل'' میں ان ادوار کا تعین کیا ہے۔ ان دونوں کے نزدیک اقبال کی شاعری کے مندرجہ ذیل چار ادوار ہیں۔

1۔ پہلا دور از ابتداء تا 1905ء یعنی اقبال کے بغرضِ تعلیم یورپ جانے تک کی شاعری

2۔ دوسرا دور 1905ء تا 1908ء یعنی اقبال کے قیام یورپ کے زمانہ کی شاعری

3۔ تیسرا دور 1908ء تا 1924ء یعنی یورپ سے واپس آنے کے بعد ''بانگ درا'' کی اشاعت تک کی شاعری

۔ چوتھا دور 1924ء تا 1938ء ''بانگ درا'' کی اشاعت سے اقبال کے وفات تک کی شاعری

بعد میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی کتاب ''طیف اقبال'' میں یہی طریقہ استعمال کرتے ہوئے صرف ایک دور کا اضافہ کرتے ہوئے اقبال کی شاعری کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے دراصل اقبال کی شاعری کو ان سیاسی واقعات کی روشنی میں تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے جن سے ہندوستان کے مسلمان متاثر ہوتے رہے۔ اس لئے ان کی شاعری کی تقسیم ان چار ادوار میں ہی درست ہے جو مولانا عبدالسلام ندوی اور طاہر فاروقی نے متعین کئے ہیں۔

شاعری کا تیسرا دور: اقبال کی شاعری کا تیسرا دور 1908ء میں یورپ سے ان کی واپسی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور 1924ء میں ''بانگ درا'' کی اشاعت تک شمار کیا جاتا ہے یہ دوران کے افکار و خیالات کی تکمیل اور تعین کا دور ہے اس دور کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com
0334-5504551

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے سے آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

وطنیت وقومیت: اقبال نے قیام یورپ کے دوران اُن اسباب کا بھی تجزیہ کیا تھا جو مغربی اقوام کی ترقی اور عروج مدد ومعاون ہونے اور ان حالات کا بھی گہرا مشاہدہ کیا تھا جو مشرقی اور خاص طور پر اسلامی ممالک کے زوال اور پسماندگی کا باعث بنے۔ان کی تیز بین نظروں کے سامنے اب وہ تمام حربے بے نقاب تھے جو مغربی اقوام نے مشرق کو غلام بنائے رکھنے کے لئے وضع کر لئے تھے۔ان سب حربوں میں زیادہ خطرناک حربہ وطنیت اور قومیت کا نظریہ تھا۔اس تصور کو ملتِ اسلامیہ کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ سمجھنے لگے اِسی لئے انہوں نے کہا کہ

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

اسلامی شاعری: اس دور میں اقبال صرف وطنیت اور قومیت کے مغربی نظریہ کو مسترد کر کے اس کے مقابلے میں ملت کے اسلامی نظریہ کی تبلیغ ہی نہیں کرتے ۔ بلکہ اب ان کی پوری شاعری کا مرکز محور ہی اسلامی نظریات وتعلیمات بن گئے ۔اگرچہ اس زمانہ میں انہوں نے دوسرے مذہبی پیشواؤں مثلاً رام اور گورو نانک وغیرہ کی تعریف میں بھی نظمیں لکھیں ہیں ۔لیکن بحثیت مجموعی ان کی پوری توجہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی جانب ہے۔''شمع وشاعر'' اور''خضرراہ'' اس زمانے کے حالات کا بھر پور جائزہ لیتی ہوئی نظمیں ہیں۔

فلسفہ خودی: اس دور میں اقبال کا فلسفہ خودی پوری طرح متشکل ہو کر سامنے آیا۔ان کی اس دور کی شاعری تمام اسی فلسفہ کی تشریح وتوضیح ہے۔ چنانچہ اردو شاعری میں بھی اس فلسفہ کا اظہار اکثر جگہ موجود ہے اسی زمانہ میں انہوں نے کہا

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا!
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

خودی میں ڈوب جا غافل، یہ عینِ زندگانی ہے
نکل کر حلقہ شام وسحر سے جاوداں ہو جا

مذہبی اور سیاسی افکار: اقبال کی شاعری کے تیسرے دور میں مذہبی اور سیاسی افکار کو بیان کیا گیا ہے۔انہوں نے اپنے ذہن میں انسان کا بلند تصور پیش کیا، اور اس کا نام انہوں نے مردِ مومن رکھا''جس کی نگاہ سے تقدیریں بدل جاتی ہیں''اقبال کی شاعری کا تیسرا دور ان کی زندگی کے آخری سولہ، سترہ سالوں پر محیط ہے جس میں انہوں نے ملت کے رہنما ہونے کا حق ادا کیا اور مسلمانوں کو اپنی ہستی پہچاننے کے لیے کہا۔

اتحاد وحدت ملی: اقبال نے یہ کیا کہ قوم کو اتحاد اور وحدت ملی کا درس دیا۔ان کے عظیم الشان کلام کا معتدبہ حصہ اتحاد ملی کا طویل درس ہے۔حالی اور اکبر الہ آبادی نے اگرچہ اپنے مخصوص رنگ میں اس سے قبل بھی اتحاد کا درس دیا تھا لیکن اقبال کے کلام کا آہنگ اور لہجہ ایسا اثر انگیز اور انقلاب آفریں تھا کہ منتشر قوم نے اتحاد اور یگانگت کی ضرورت محسوس کرنا شروع کر دی۔اقبال نے اس الہام کو بھی الحاد سے تعبیر کیا جس میں وحدت واتحاد کا فقدان ہو۔

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے
ملت وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

بتان رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی

اتحاد وحدت ملی کے لیے نصب العین،نظریہ حیات اور مشترک اقدار کی ضرورت تھی اس لیے اقبال نے اپنے کلام میں ایک ایک کر کے ان مشترک تہذیبی اور مذہبی مظاہر اور مشترکہ تاریخی اور ثقافتی اقدار کا ذکر کیا جو بحثیت مسلمان ہمیں ورثے میں ملے تھے اور جنھوں نے تاریخ کے ایک دور میں ہماری قوم کو قعر مذلت سے نکال کر اوج ثریا پہ پہنچایا تھا۔ یہ اسلامی نظریہ حیات تھا جس کے اقبال ساری زندگی نقیب رہے ۔اور جس کے باعث وہ نام نہاد ترقی پسند اور دین بیزار عناصر کی نظر میں رجعت پسند شاعر ٹھہرے۔

دستور حیات سے وابستگی: اسلام اقبال کی افکار کا نقطہ ماسکہ تھا۔انھوں نے مشرق ومغرب کے فلسفیانہ افکار کو کھنگالا اور اپنے وسیع مطالعے اور الہامی بصیرت کے ذریعے تمام نظریہ ہائے حیات پر اسلام کی فوقیت اور حقانیت کو اس طرح واضح کیا کہ ذہنی طور پر شکست خوردہ مسلمانوں کو ایک بار پھر فخر محسوس ہونے لگا۔حال آں کہ مغرب کی طویل غلامی نے اسلام کے متعلق شرمسارانہ طرزِ عمل روا رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔اور ملت مسلمہ کا ایک غالب عنصر اسلام سے قطعاً بیزار ہو چکا تھا۔اقبال نے زوال ملت کا سبب اسلام سے روگردانی قرار دیا۔اور ملت کے تمام دکھوں اور قوم کی تمام بیماریوں کے علاج قرآن حکیم میں ڈھونڈا۔اقبال نے قوم کو بتایا کہ وہی قومیں دنیا میں سربلندی وسرفرازی سے ہمکنار ہوتی ہیں جو اپنے نصب العین اور نظریہ حیات سے گہری وابستگی رکھتی ہیں۔نظریہ اور نصب العین نہ ہو تو وہ تسبیح کی دانوں کی طرح بکھر کر رہ جاتی ہیں۔اسی محکم رشتے کے ٹوٹنے سے پوری دنیا میں مسلمان اس وقت خوفناک انحطاط وانتشار کا شکار تھے۔عملی طور پر ان کا وجود مٹ چکا

03345504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

تھا۔اغیار کی غلامی ان کا مقدر بن چکی تھی ۔اقبال نے اپنی کلام میں دستور حیات سے وابستگی کا زور اور درس دیا۔ان کا سارا کلام اسی اصل کی طرف مراجعت کا حیات بخش پیغام ہے۔

زندہ فرد از ارتباط جان وتن زندہ قوم از حفظ ناموس کہن
مرگ فرد از خشکی رود حیات مرگ قوم از ترک مقصود حیات!

تصوف اور مذہب کا رجحان: اقبال کی شاعری میں تصوف اور مذہب کا رجحان اسلامی فرقہ پرستی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے وہ محرکات ہیں جو آپ نے قیام یورپ کے دوران میں خود ملاحظہ کیے کہ اقوام مغرب کا مقصد اقوام مشرق کو بے دست و پا بنانے کے سوا کچھ نہیں طلوعِ اسلام ''بانگ درا'' کی آخری نظم ہے اور اس کے بعد اقبال نے اپنی ساری توجہ فارسی شاعری کی طرف رہی ۔ بانگ درا کی طباعت اول 1924ء میں ہوئی اور اس کی اشاعت کے بعد آپ نے اردو میں جو کچھ بھی لکھا وہ ان کی شاعری کا چوتھا دور ہے۔اب ان کے پاس ایک مکمل فکری نظام تھا اور خارجی دنیا کے مقابلے میں روحانی اور باطنی دنیا زیادہ اہم بن گئی اور خودی کے تصورات محرکاتِ شاعری بنے۔ بالِ جبریل اور ضربِ کلیم میں خودی کی گونج سنائی دیتی ہے۔

افکار ونظریات میں تغیر وتضاد: اقبال کی شاعری کے مندرجہ بالا تفصیلی جائزہ سے یہ بات پوری عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ فکری ارتقاء کی مختلف منازل سے ضرور گزرے ہیں۔لیکن فکری اور نظریاتی تضاد کا شکار کبھی نہیں ہوئے۔ابتدائی دور میں وہ وطن پرست تھے تو آخر وقت تک محبّ وطن رہے ہیں لیکن وطن کی حیثیت انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جو انسان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے آپس میں برسرِ پیکار رہتی ہے۔

کچھ عرصہ بعد انہیں یہ شعور حاصل ہوا کہ وہ ایسی ملت کے فرد ہیں جو جغرافیائی حدود میں سمو نا نہیں جا سکتی اس کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ انہوں نے اپنے ہم وطن دیگر مذاہب کے پیروؤں کے لئے نفرت کا اظہار کیا ہو۔ بلکہ صرف یہ ہوا کہ انہوں نے اپنا تشخص اس ملت کے حوالہ سے کیا جس کا وہ حصہ تھے۔ یہ ان کی فکری ارتقاء کے مختلف مراحل کے نشانات ہیں اور وہ بہت جلد وطن اور ملت کے متعلق ایک واضح نکتہ نظر کو اپنا چکے تھے۔اس کے بعد وہ آخر وقت تک اسی نکتہ نظر کی وضاحت اور تبلیغ میں مصروف رہے اور کسی مقام پر کوئی الجھاؤ محسوس نہیں کیا۔

سوال نمبر16۔ ذیل اشعار کی تشریح سیاق وسباق کے حوالے سے کریں۔

لوح بھی تو ،قلم بھی تو ، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوکتِ سنجر وسلیم ، تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید ، تیرا جمال بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب ! میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل ،غیاب وجستجو ! عشق ،حضور واضطراب

جواب: حوالہ سیاق وسباق: یہ اشعار علامہ اقبال کی نظم ذوق وشوق سے لیے گئے ہیں جو ترتیب کے اعتبار سے نظم کا چوتھا بند بنتا ہے۔ذوق وشوق علامہ اقبال کے فکر وفن کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ یہ کہنا بھی مبالغہ ہوگا کہ اس کا شمار اردو کی شاہکار نظموں میں ہوتا ہے اعلیٰ درجے کی تخلیق جذبے کی صداقت اور فنی پختگی کے بغیر ممکن نہیں اس نظم کا محرک عشق رسول ﷺ کا عظیم جذبہ ہے جس سے اقبال کا دل سرشار تھا اور یہ جذبہ اقبال کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھا اقبال کے اس جذبے کی صداقت پر کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظم 1931ء میں لکھی گئی اور اس کے بیشتر اشعار فلسطین کی مقدس الہام بخش سرزمین کے روح پرور ماحول میں لکھے گئے۔فنی اعتبار سے یہ دور علامہ کی فنی پختگی کا زمانہ تھا۔جذبے کی اسی صداقت اور فن کی اسی پختگی نے ذوق وشوق کو علامہ اقبال کا ایک شاہکار بنا دیا ہے۔

یہ نظم ذوق شوق کا چوتھا بند ہے جو خاص نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے۔اس میں اقبال کی عقیدت اور محبت اپنی انتہاؤں تک پہنچی ہوئی۔وہ فرطِ عقیدت سے حضور اکرم ﷺ کو لوح وقلم اور کتاب قرار دیتے ہیں۔کائنات کی وجہ تخلیق آپ ﷺ ہیں اور اس کی تمام رونقیں آپ ﷺ کے دم قدم سے ہیں۔سنجر وسلیم جیسے مسلمان سلاطین کا جلال اور جنید و بایزید جیسے صوفیا سے حضور اکرم ﷺ کا جمال آشکارا ہوتا ہے۔آپ ﷺ کی ذات ایسے کمالات کا مجموعہ ہے کہ عقل وعشق دونوں اپنے اختلاف کے باوجود آپ کی بدولت اپنی اپنی جگہ تسکین پاتے ہیں اور بامراد ہوتے ہیں۔اقبال نے اس بند کے آخری شعر میں حضور ﷺ سے التجا کی ہے کہ آپ ﷺ اپنی ایک جھلک دکھا کر دنیا کی تاریکی دور کر دیں۔امت کو اسوہ حسنہ کی پیروی کا درس دیا ہے۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ، پروپوزل ، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

یہ نظم بالِ جبریل کی خوبصورت نظموں میں سے ہے اس نظم کے اکثر شعر فلسطین میں کہے گئے تھے، جہاں علامہؒ دسمبر 1931 کو عالمی مسلم کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے تھے نظم کے ابتدائی بند میں قصیدہ بردہ کے پہلے دو شعروں کی تلمیحات موجود ہیں اس سے خیال ہوتا ہے کہ یہ نظم دراصل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں لکھی گئی ہے۔

شعر نمبر 1:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

تشریح: یہاں اقبال یہ فرما رہے ہیں کہ ایک عاشق کی نگاہ میں حضور اکرم ﷺ ہی لوح محفوظ ہیں اور آپ ہی اس پر لکھنے والے قلم ہیں۔ اگر چہ کتاب اللہ آپ ﷺ پر نازل ہوئی لیکن حقیقت میں آپ ﷺ کا وجود ہی کتاب ہے کیونکہ آپ ﷺ کے وجود میں سارا قرآن مجید علم کے سانچے میں ڈھل گیا۔ قرآن مجید میں جو حکم آیا آپ ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھایا اسی نمونہ عمل نیلوگوں کو متاثر کیا۔ آپ کی شان کے کیا کہنے بلوریں، آسماں اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود آپ ﷺ کے سامنے بے حقیقت ہے۔ آپ ﷺ ایک سمندر ہیں اور آسمان بلبلہ۔

شعر نمبر 2:

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہء ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

تشریح: جب تک آپ اس دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔ یہاں جہالت و کفر کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آپ ﷺ تشریف لائے ایمان کا نور پھیلا اور کفر کی تاریکی ختم ہوئی۔ آپ ﷺ نے خاک کے ذروں کو چمک عطا کر کے انہیں آفتاب بنا دیا۔ یعنی وہ ناکارہ لوگ جو ریگستان عرب کے ذرے تھے۔ آپ ﷺ کی بدولت دنیا میں آفتاب بن کر چمکے۔

شعر نمبر 3:

شوکتِ سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود!
فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب

تشریح: آپ ﷺ کی ذات جلال و جمال کا ایک عجیب مجموعہ تھی۔ جلال سے لوگ مرعوب ہوتے ہیں اور جمال سے گرویدہ۔ آپ ﷺ کے جلال کا اظہار ایران کے عظیم مسلمان سلطان سنجر اور ترکی کے سلطان سلیم کی شان و شوکت سے ہوا۔ جنید بغدادی اور بایزید بسطامی اپنے زمانے کے جلیل القدر صوفیا تھے۔ جنہوں نے شان کا نہیں فقر کا مظاہرہ کیا۔ اس فقر کے جسے حضور اکرم ﷺ نے اپنے لیے باعث فخر قرار دیا۔ جنید و بایزید کے ذریعے حضور ﷺ کا جمالی پہلو لوگوں کے سامنے آگیا۔

علامہ فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کی ذات مبارک میں بہادر اور سچے مسلمان حکمران اور درویش کا کامل امتزاج تھا۔ آپ ﷺ کے جلال کی جھلک سنجر و سلیم جیسے شہنشاہوں میں ظاہر ہوئی جبکہ آپ ﷺ کا جذبہِ قناعت جنیدؒ اور بایزیدؒ جیسے عظیم صوفیا میں دیکھا۔ یعنی سنجر اور سلیم جیسے شہنشاہوں کی شوکت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کا ایک کرشمہ تھی جنیدؒ اور بایزیدؒ جیسے سچے خدا پرست درویشوں کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جمالی شان کی جھلک پیش کرتا ہے یعنی انہیں دیکھ کر فوراً یقین ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمالی شان جلوہ فگن ہو گئی۔

شعر نمبر 4:

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب!

تشریح: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق میری نماز کا امام نہ ہو، یعنی اسے خدائے پاک کی بارگاہ میں عبادت کا نصب العین نہ بناوں تو نماز کے لئے میرا کھڑا ہونا بھی جلوہِ ذات سے محرومی کا باعث ہوا، اور میرے سجدے کی بھی کیفیت یہی ہے مطلب یہ کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی درحقیقت عبادت میں وہ شان پیدا کرتا ہے جو انسان کو منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے۔ یعنی علامہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ میں آپ ﷺ کے عشق کو اپنی نماز کا امام بناتا ہوں یعنی آپ کی تقلید میں خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتا ہوں۔ اگر میری نماز آپ ﷺ کی امامت غائبانہ میں نہ ہو تو نماز میں میرا قیام کرنا اور سجدہ کرنا دونوں محض ظاہر داری اور دکھاوا بن کر رہ جائے، نماز کی صحیح لذت حاصل نہ ہو اور ایسا لگے گویا میرے اور میرے رب کے درمیان رکاوٹ پڑ گئی ہے۔ اس شعر میں اتباع رسول ﷺ کو اولیت دینے کی بات اقبالؒ نے قرآن کی اس ہدایت پر عمل پیرا ہونے کی نشاندہی کے طور پر کی ہے:

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے"

ترجمہ: ''آپ ان سے کہہ دیں! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا''

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے: تم میں سے کوئی شخص ایمان کی لذت نہیں پاسکتا جب تک میں اس کے نزدیک ماں باپ، بیٹے اور دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

یعنی آپ ﷺ کی محبت اگر راہنمائی کرے تو نماز کی معنویت دوبالا ہو جاتی ہے۔اس کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ایسی نماز سے واقعی لطف ولذت کا احساس ہوتا ہے۔یہ محسوس کرکے خوشی ہوتی ہے کہ میں وہ نماز پڑھ رہا ہوں جو حضور اکرم ﷺ نے خود پڑھی اور پڑھنے کی تاکید فرمائی۔اگر نماز میں حضور اکرم ﷺ کا عشق راہنمائی نہ کرے تو قیام وسجود سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔نماز تو مومن کی معراج ہے۔نماز میں اس کے سامنے پوری کائنات بے نقاب ہو جاتی ہے۔لیکن اس کے لیے عشق رسول ﷺ شرط ہے۔اگر یہ نہ ہو تو قیام بھی حجاب اور سجود بھی حجاب ہے۔

شعر نمبر 5:

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقلِ غیاب وجستجو! عشق حضور واضطراب

تشریح: عقل اور عشق اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کے لطف وکرم عقل وعشق دونوں نے اپنی اپنی مراد پالی ہے۔عقل مدعا سے دوررہ کر اسے تلاش کرتی ہے اس کا یہ مقصد پورا ہو گیا وہ غائب رہتی ہے اور جستجو کرتی رہتی ہے عشق کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی بارگاہ میں حاضر رہے لیکن اسے سکون پھر بھی حاصل نہ ہو۔عشق یہی چاہتا تھا یہ دونوں باتیں حضور ﷺ کے طفیل عشق کو نصیب ہو گئیں۔

(دوسرے مصرعے میں مفکر اسلام فرماتے ہیں کہ عقل کا کام یہ ہے کہ وہ محبوب تک پہنچنے کے لیے جدوجہد کرتی رہتی ہے مگر عام طور پر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتی جب کہ عشق محبوب کے سامنے بھی رہ کر پریشان رہتا ہے۔مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ایک نگاہ شفقت سے دیکھا تو میری عقل اور میرا عشق (اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے) دونوں اپنی مراد تک پہنچ گئے۔یعنی میری عقل اور عشق دونوں آپ ﷺ کی آرزو کرنے والے تھے اور دونوں کی خوش نصیبی کہ آپ ﷺ نے ایک ہی نظر میں دونوں کو اطمینان بخش دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ لطف سے عقل بھی مراد پا گئی جسے حضوری کا درجہ حاصل نہیں ہوتا لیکن وہ تلاش میں لگی رہتی ہے۔اور عشق بھی مراد پا گیا، جو حضوری کا خواہش مند رہتا ہے اور بے قراری اس کا شیوہ ہے۔اس شعر میں عقل وعشق سے بظاہر اشارہ علماء کرام اور اولیاء اللہ کی طرف ہے اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ دونوں طبقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے وابستگی کے ایسے نمونے پیش کر چکے ہیں جن کی نظیر کوئی دوسری امت پیش نہیں کرسکتی۔

سوال نمبر 17: اقبال کے ذہنی ارتقاء پر جامع مضمون لکھیں۔

جواب: فکر اقبال کے ارتقائی مراحل:

شاعری کی ابتداء: اقبال کی شاعری پر اظہار خیال کرنے والے مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی شاعری کا آغاز اسی وقت وہ گیا جب وہ ابھی سکول کے طالب علم تھے اس سلسلے میں شیخ عبدالقادر کہتے ہیں: ''جب وہ سکول میں پڑھتے تھے اس وقت سے ہی ان کی زبان سے کلام موزوں نکلنے لگا تھا۔''

عبدالقادر سہروردی کا کہنا ہے کہ: ''جب وہ سکول کی تعلیم ختم کرکے اسکاچ مشن کالج میں داخل ہوئے تو ان کی شاعری شروع ہوئی۔''

ان دونوں آراء میں اگرچہ معمولی سا اختلاف ہے لیکن یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری کا آغاز انہی دنوں ہو گیا تھا جب وہ اپنے آبائی شہر سیالکوٹ کے چھوٹے موٹے مشاعروں میں بھی شرکت کیا کرتے تھے۔لیکن ان کی اس زمانہ کی شاعری کا نمونہ دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔کچھ عرصہ کے بعد علامہ اقبال جب اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور پہنچے تو اس علمی ادبی مرکز میں ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کو ابھرنے اور تربیت پانے کا سنہری موقعہ ہاتھ آیا، یہاں جگہ جگہ شعرو شاعری کی محفلوں کا چرچا تھا۔مرزا ارشد گورگانی دہلوی اور میر ناظم لکھنوی جیسے پختہ کلام اور استادی کا مرتبہ رکھنے والے شاعر یہاں موجود تھے اور ان اساتذہ شعر نے ایک مشاعرے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔جو ہر ماہ بازارِ حکیماں میں منعقد ہوتا رہا۔اقبال بھی اپنے شاعرانہ ذوق کی تسکین کی خاطر اس مشاعرے میں شریک ہونے لگے۔اس طرح مرزا ارشد گورگانی سے وہ بحیثیت شاعر کے متعارف ہوئے اور رفتہ رفتہ انہوں نے مرزا صاحب سے اپنے شعروں پر اصلاح بھی لینی شروع کر دی۔اس زمانہ میں وہ نہ صرف غزلیں کہا کرتے تھے۔اور یہ غزلیں چھوٹی بحروں میں سادہ، خیالات کا اظہار لئے ہوئی تھیں۔البتہ شوخی اور بے ساختہ پن سے اقبال کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اظہار ضرور ہو جاتا تھا۔بازار حکیماں کے ایک مشاعرے میں انہی دنوں اقبال نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اس شعر کا سننا تھا کہ محفل مشاعرہ میں موجود سخن سنج اصحاب پھڑک اُٹھے اور مرزا ارشد گورگانی نے اسی وقت پیشن گوئی کی کہ اقبال مستقبل کے عظیم شعراء میں سے ہوگا۔

شاعری کی شہرت: اقبال کی شاعری کا چرچا شروع شروع میں بازار حکیماں کے مشاعروں تک محدود تھا۔یا پھر لاہور کے کالجوں کی ادبی مجالس میں انہیں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com
03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس، ایم فل تک تمام کلاسز کے داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

شاعر کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔لیکن زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ شہر کی ادبی مجالس میں انہیں ایک خوش گو اور خوش فکر نوجوان شاعر کی حیثیت سے پہنچانا جانے لگا۔انہی دنوں انہوں نے غزل کے ساتھ ساتھ نظم پر بھی توجہ کی۔ایک ادبی مجلس میں انہوں نے اپنی اولین نظم ''ہمالہ'' سنائی تو اسے بہت پسند کیا گیا۔چنانچہ اقبال کی یہ پہلی تخلیق تھی جو اشاعت پذیر ہوئی۔شیخ عبدالقادر نے اسی زمانہ میں اردو زبان وادب کی ترویج وترقی کے لئے اپنا پہلا مشہور رسالہ ''مخزن'' جاری کیا تھا۔اس کے پہلے شمارے میں اپریل 1901ء میں اقبال کی یہ نظم شائع ہوئی یہ گویا ان کی باقاعدہ شاعری کا آغاز تھا۔ان کے پہلے مجموعہ کلام ''بانگ درا'' کی اولین نظم یہی ہے۔اور اسی نظم کے چھپنے کے بعد ان کی شہرت روز بروز پھیلتی چلی گئی۔

شاعری کے مختلف ادوار: اقبال کے ذہنی وفکری ارتقاء کی منازل کا تعین اس کی شاعری کو مختلف ادوار میں تقسیم کر کے کیا جاتا رہا ہے کیونکہ اقبال نے اپنے افکار و خیالات کے اظہار کا ذریعہ شاعری کو ہی بنایا ہے۔یہ طریقہ سب سے پہلے شیخ عبدالقادر نے اختیار کیا تھا۔انہوں نے ''بانگ درا'' کا دیباچہ لکھتے وقت اقبال کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے۔اور اسے تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔لیکن یہ تقسیم بعد میں اس لئے قابل قبول نہیں رہی کہ شیخ عبدالقادر کے پیش نظر اقبال کا وہ کلام تھا جو ''بانگ درا'' میں شامل ہے۔بعد کے نقادوں کے ان کے پورے کلام کو پیش نظر رکھ کر شیخ عبدالقادر کی پیروی کرتے ہوئے اُسے مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

چنانچہ مولانا عبدالسلام ندوی اور طاہر فاروقی نے اقبال کی شاعری کے چار ادوار قائم کئے ہیں۔ان دونوں کے ہاں ادوار کا تعین تقریباً یکساں ہے۔طاہر فاروقی نے اپنی کتاب ''سیرت اقبال'' اور عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب ''اقبال کامل'' میں ان ادوار کا تعین کیا ہے۔ان دونوں کے نزدیک اقبال کی شاعری کے مندرجہ ذیل چار ادوار ہیں۔

۔پہلا دور ازابتداء 1905ء یعنی اقبال کے بغرضِ تعلیم یورپ جانے تک کی شاعری

2۔دوسرا دور 1905ء تا 1908ء یعنی اقبال کے قیامِ یورپ کے زمانہ کی شاعری

3۔تیسرا دور 1908ء تا 1924ء یعنی یورپ سے واپس آنے کے بعد ''بانگ درا'' کی اشاعت تک کی شاعری

4۔چوتھا دور 1924ء تا 1938ء ''بانگ درا'' کی اشاعت سے اقبال کے وفات تک کی شاعری

بعد میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی کتاب ''طیف اقبال'' میں یہی طریقہ استعمال کرتے ہوئے صرف ایک دور کا اضافہ کرتے ہوئے اقبال کی شاعری کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ نے دراصل اقبال کی شاعری کو ان سیاسی واقعات کی روشنی میں تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے جن سے ہندوستان کے مسلمان متاثر ہوتے رہے۔اس لئے ان کی شاعری کی تقسیم ان چار ادوار میں ہی درست ہے جو مولانا عبدالسلام ندوی اور طاہر فاروقی نے متعین کئے ہیں۔

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

شاعری کا پہلا دور: اقبال کی شاعری کا پہلا دوران کی شاعری کی ابتداء سے 1905ء تک یا بالفاظِ دیگر اس وقت تک شمار کیا جاسکتا ہے جب وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر یورپ روانہ ہوئے۔ اس دور کی خصوصیات ذیل ہیں۔

روایتی غزل گوئی: اپنی شاعری کے بالکل ابتدائی زمانہ میں اقبال کی توجہ غزل گوئی کی جانب تھی اور ان غزلوں میں رسمی اور روایتی مضامین ہی باندھے جاتے تھے۔واپس آنے کے بعد انہوں نے مرزا ارشد گورگانی سے اصلاح لینی شروع کی تب بھی ان کی غزلوں کا روایتی مزاج برقرار رہا۔البتہ ان کی طبیعت کی جدت طرازی کبھی کبھی ان سے کوئی ایسا شعر ضرور کہلوا دیتی تھی جو عام ڈگر سے ہٹ کر ہوتا تھا۔یہ وہ زمانہ تھا جب استاد داغ کی زبان دانی اور شاعری کا چرچا تمام ہندوستان میں پھیلا تھا۔اقبال نے اصلاح سخن کی خاطر داغ سے رابطہ پیدا کیا۔وہ نہ صرف اپنی غزلوں پر داغ سے اصلاح لیتے رہے بلکہ داغ کا لب ولہجہ اور رنگ اپنانے کی کوشش بھی کی۔اور داغ کی طرز میں بہت سی غزلیں کہیں۔چند غزلیں جو اس دور کی یادگار کے طور پر باقی رہ گئی ہیں وہ واضح طور پر داغ کے رنگ نمایاں کرتی ہیں انہی میں سے وہ مشہور غزل بھی ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تمہارے پیامی نے سب راز کھولا
خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی

نظم نگاری: اقبال نے جلد ہی اندازہ کر لیا تھا کہ روایتی قسم کی غزل گوئی ان کے مزاج اور طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتی اور انہیں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے زیادہ وسیع میدان کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے نظم نگاری کی جانب توجہ کی اور اس کا آغاز ''ہمالہ'' جیسی خوبصورت نظم لکھ کر کیا جسے فوراً ہی قبول عام کی سند حاصل ہو گئی۔اس سے ان کا حوصلہ بندھا اور انہوں نے پے درپے نظمیں لکھنی شروع کر دیں۔انہی نظموں میں ان کی وہ مشہور نظمیں شامل ہیں جو''نالہ یتیم''''ہلال عید سے خطاب''اور''ابر گہر بار'' کے عنوان سے انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں پڑھی گئیں۔

مغربی اثرات: اقبال کو شروع ہی سے مغربی ادب کے ساتھ شغف رہا تھا چنانچہ اپنی شاعری کے ابتدائی زمانہ میں انہوں نے بہت سی انگریزی نظموں کے خوبصورت تراجم کئے ہیں۔''پیام صبح''''عشق اور موت''اور''رخصت اے بزم جہاں'' جیسی نظمیں ایسے تراجم کی واضح مثالیں ہیں۔اس زمانہ میں انہوں نے بچوں کے لئے بھی بہت سی نظمیں لکھی ہیں۔مثلاً مکڑا اور مکھی،ایک پہاڑ اور گلہری،ایک گائے اور بکری،بچے کی دعا،ماں کا خواب،ہمدردی وغیرہ یہ تمام نظمیں مغربی شعراء • کے کلام سے ماخوذ ہیں۔

فلسفہ خودی: اقبال کے ابتدائی دور کی کئی نظمیں اس لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں کہ ان میں اقبال کی فلسفہ خودی کے کئی عناصر اپنی ابتدائی اور خام شکل میں موجود ہیں۔یہی عناصر ہیں جنہیں آگے چل کر اپنی صورت واضح کی اور مربوط ومنظم ہو کر اقبال کے نظام فکر میں بنیادی حیثیت اختیار کر لی اور اس کا نام فلسفہ خودی قرار پایا۔اس فلسفہ خودی کے درج ذیل عناصر ہیں۔

1۔اقبال کے فلسفہ خودی میں انسان کی فضیلت،استعداد اور صلاحیتوں کا بڑا زور دیا گیا ہے۔

۔فلسفہ خودی کا دوسرا بڑا عنصر عشق اور عقل کی معرکہ آرائی میں عشق کی برتری کا اظہار ہے۔

3۔فلسفہ خودی کا ایک اور عنصر خیر وشر کی کشمکش ہے جو کائنات میں ہر آن جاری ہے۔4۔فلسفہ خودی کا ایک بہت قوی عنصر حیات جاودانی اور بقائے دوام کا تصور ہے۔

5۔ اقبال کے فلسفہ خودی کا ایک اہم عنصر یہ ہے کہ زندگی کی جہد مسلسل خیال کرتے ہیں۔

اقبال کے اس ابتدائی دور کی شاعری کا مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول''یہ ایک طرح کا جستجو،کوشش،اظہار اور تعمیر کا دور ہے اقبال کی آنے والی شاعری کے بیشتر رجحانات اور شاعرانہ افکار کے ابتدائی نقوش وآثار اس شاعری میں مل جاتے ہیں۔'' جبکہ ڈاکٹر عبداللہ رومانی کا کہنا ہے۔

''اس دور کا اقبال نیچر پرست ہے اور جو چیز اس دور کی نظموں میں نمایاں نظر آتی ہے وہ تنہائی کا احساس ہے اس بھری انجمن میں اپنے آپ کو تنہا سمجھنے کا احساس اور زادگان فطرت سے استعفار اور ہم کلامی اقبال کی رومانیت کی واضح دلیل ہے۔''

شاعری کا دوسرا دور: اقبال کی شاعری کا دوسرا دور 1905ء میں ان کی یورپ کے لئے روانگی سے لیکر 1908ء میں ان کے یورپ سے واپسی تک کے عرصہ پر محیط ہے۔گویا اس دور میں ان کا وہ کلام شامل ہے جو انہوں نے اپنے قیام یورپ کے دوران لکھا اس تمام عرصہ میں انہیں شعری مشغلہ کے لئے بہت کم وقت ملا کیونکہ ان کا زیادہ وقت اعلیٰ تعلیم کے حصول پی۔ایچ۔ڈی کے لئے تحقیقی مصروفیات اور مغربی افکار کے مطالعہ میں صرف ہوتا رہا۔شائد ان ٹھوس علمی مصروفیات کا یہی اثر تھا کہ ایک مرحلہ پر وہ شاعری کو بیکار محض تصور کرنے لگے اور اس مشغلہ کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا۔شیخ عبدالقادر جو ان دنوں انگلستان میں تھے لکھتے ہیں کہ،

''ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ ان کا مصمم ارادہ ہو گیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھا لیں کہ شعر نہیں کہیں گے۔میں نے ان سے کہا کہ ان کی شاعری ایسی شاعری نہیں جسے ترک کرنا چاہیے۔شیخ صاحب کچھ قائل ہوئے کچھ نہ ہوئے آخر یہ قرار پایا کہ آخری فیصلہ آرنلڈ صاحب کی رائے پر چھوڑا جائے۔آرنلڈ صاحب نے مجھ سے اتفاق رائے کیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ اقبال کے لئے شاعری چھوڑنا جائز نہیں۔'' اس زمانہ کی شاعری کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

پیامبری: اقبال کی اس دور کی شاعری میں یورپ کے مشاہدات کا عکس واضح نظر آتا ہے یورپ کی ترقی کے مشاہدہ نے ان پر یہ راز کھولا کہ زندگی مسلسل جدوجہد،مسلسل حرکت،مسلسل تگ ودو اور مسلسل آگے بڑھتے رہنے سے عبارت ہے۔اس لئے مولانا عبدالسلام ندوی کہتے ہیں،

''اسی زمانہ میں ان کا زاویہ نگاہ تبدیل ہو گیا اور انہوں نے شاعری کی بجائے پیامبری کی حیثیت اختیار کر لی۔''

چنانچہ انہوں نے''طلبہ علی گڑھ کالج کے نام'' کے عنوان سے جو نظم لکھی اس میں کہتے ہیں،

اوروں کا ہے پیام اور،میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرز کلام اور ہے
شمع سحر کہہ گئی،سوز ہے زندگی کا راز
غمکدہ نمود میں،شرط دوام اور ہے

اس طرح چاند اور تارے اور کوشش ناتمام بھی اسی پیغام کی حامل ہیں۔

یورپی تہذیب سے بیزاری: اقبال یورپ کی ترقی سے متاثر ہوئے تھے لیکن ترقی کی چکا چوند انہیں مرغوب نہیں کر سکتی ہے۔وہ صحیح اسلامی اصول وقوانین اور قرآنی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
0345 5504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

احکام پر عمل کرنے اور بری باتوں سے پرہیز کرنے کے قائل ہیں۔ مغربی تہذیب کا کھوکھلا پن ان پر ظاہر ہوتا ہے وہ اس سے بیزاری کا اظہار واشگاف الفاظ میں کرتے ہیں۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے — کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ زر اب کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی — جو شاخِ نازک پہ بنے گا آشیانہ ناپائیدار ہوگا

اسلامی شاعری: مغربی تہذیب کے کھوکھلے پن اور ناپائیداری کا ادراک کرنے کے بعد اور جس فن افکار نے اس تہذیب کو جنم دیا تھا ان کی بے مائیگی کو سمجھ لینے کے بعد اقبال آخرکار اسلامی نظریہ فکر کی جانب راغب ہوئے۔ اسی تغیرِ فکر نے ان کے اندر ملتِ اسلامیہ کی خدمت کا جذبہ بیدار کیا۔ اس جذبے کی عکاسی ان کی نظم "شیخ عبدالقادر کے نام" میں ہوتی ہے۔ جہاں وہ لکھتے ہیں۔

اُٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افقِ خاور پر — بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں
شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں — خود جلیں دیدہ اغیار کو بینا کر دیں

فارسی شاعری کا آغاز: اس دور میں اقبال نے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں طبع آزمائی شروع کی۔ فارسی زبان کی وسعت اور اس کے پیرایہ اظہار و بیان کی ہمہ گیری کے ساتھ اقبال کو اپنی شاعری کے وسیع امکانات کی بڑی مطابقت نظر آئی۔ اس دور تک پہنچتے پہنچتے اقبال کے افکار و خیالات کسی قدر واضح اور متعین شکل اختیار کرنے لگتے ہیں۔ یورپی تہذیب کی ملمع کاری اور کھوکھلے پن کا ان پر اظہار ہو گیا ہے اور وہ ملک کی نجات مشرقی افکار و نظریات میں پانے لگے ہیں۔ اس ملت کے لئے ان کے پاس اب یہ پیغام ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں پر سختی سے کاربند ہوں۔

شاعری کا تیسرا دور: اقبال کی شاعری کا تیسرا دور 1908ء میں یورپ سے ان کی واپسی کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور 1924ء میں "بانگ درا" کی اشاعت تک شمار کیا جاتا ہے یہ دوران کے افکار و خیالات کی تکمیل اور تعین کا دور ہے اس دور کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

وطنیت و قومیت: اقبال نے قیامِ یورپ کے دوران اُن اسباب کا بھی تجزیہ کیا تھا جو مغربی اقوام کی ترقی اور عروج مدد و معاون ہونے اور ان حالات کا بھی گہرا مشاہدہ کیا تھا جو مشرقی اور خاص طور پر اسلامی ممالک کے زوال اور پسماندگی کا باعث بنے۔ ان کی تیز بین نظروں کے سامنے اب وہ تمام حربے بے نقاب تھے جو مغربی اقوام نے مشرق کو غلام بنائے رکھنے کے لئے وضع کر لئے تھے۔ ان سب حربوں میں زیادہ خطرناک حربہ وطنیت اور قومیت کا نظریہ تھا۔ اس تصور کو ملتِ اسلامیہ کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ سمجھنے لگے اسی لئے انہوں نے کہا کہ،

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے — جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے — قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

اسلامی شاعری: اس دور میں اقبال صرف وطنیت اور قومیت کے مغربی نظریہ کو مسترد کر کے اس کے مقابلے میں ملت کے اسلامی نظریہ کی تبلیغ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ اب ان کی پوری شاعری کا مرکز و محور ہی اسلامی نظریات و تعلیمات بن گئے اگرچہ اس زمانہ میں انہوں نے دوسرے مذہبی پیشواؤں مثلاً رام اور گورونانک وغیرہ کی تعریف میں بھی نظمیں لکھیں ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی ان کی پوری توجہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی جانب ہے۔ "شمع و شاعر" اور "خضرِ راہ" اس زمانے کے حالات کا بھرپور جائزہ لیتی ہوئی نظمیں ہیں۔

فلسفہ خودی: اس دور میں اقبال کا فلسفہ خودی پوری طرح متشکل ہو کر سامنے آیا۔ ان کی اس دور کی شاعری تمام کی تمام اسی فلسفہ کی تشریح و توضیح ہے۔ چنانچہ اردو شاعری میں بھی اس فلسفہ کا اظہار اکثر جگہ موجود ہے اسی زمانہ میں انہوں نے کہا،

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا — خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل، یہ عینِ زندگانی ہے — نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

شاعری کا چوتھا دور: یہ دور 1924ء سے لے کر ان کے وفات تک ہے اس کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

طویل نظمیں: "بانگ درا" میں اقبال کی کئی نظمیں شامل ہیں جن میں سے اکثر خارجی اور سیاسی محرکات کے زیر اثر ہیں۔ یہ محرکات چونکہ بہت ہیجان خیز تھے اس لئے نظموں میں جوش و جذبہ کی فضا پوری طرح قائم رہی ہے۔ مثال کے طور پر "شکوہ" "جواب شکوہ" "شمع و شاعر" "طلوع اسلام" وغیرہ نظموں کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ کئی طویل نظمیں "بال جبریل" میں ہیں جیسے "ساقی نامہ" وغیرہ۔

نئے تصورات: اس دور کے کلام میں کچھ نئے تصورات سامنے آئے مثلاً شیطان کے متعلق نظم "جبریل ابلیس"

ہے مری جرات سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمود — میرے فتنے جامہ عقل و خرد کا تار و پو
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے — قصہ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو

گزشتہ ادوار کی تکمیل: بیشتر اعتبار سے یہ گزشتہ ادوار کی تکمیل کرتا ہے۔ مثلاً پہلے ادوار میں وہ یورپی تہذیب سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جبکہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اس دور میں وہ اس کے خلاف نعرہ بغاوت بلند کرتے ہیں اور اس کے کھوکھلے پن کو واشگاف کرتے ہیں ۔

افکار و نظریات میں تغیر و تضاد: اقبال کی شاعری کے مندرجہ بالا تفصیلی جائزہ سے یہ بات پوری عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ فکری ارتقاء کی مختلف منازل سے ضرور گزرے ہیں۔لیکن فکری اور نظریاتی تضاد کا شکار کبھی نہیں ہوئے۔ابتدائی دور میں وہ وطن پرست تھے تو آخر وقت تک محبّ وطن رہے ہیں لیکن وطن کی حیثیت انہوں نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جو انسان کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے آپس میں برسرِ پیکار رہتی ہے۔کچھ عرصہ بعد انہیں یہ شعور حاصل ہو کہ وہ ایسی ملت کے فرد ہیں جو جغرافیائی حدود میں سمو نا نہیں جانتی اس کا نتیجہ یہ نہیں ہوا کہ انہوں نے اپنے ہم وطن دیگر مذاہب کے پیروؤں کے لئے نفرت کا اظہار کیا ہو۔بلکہ صرف یہ ہوا کہ انہوں نے اپنا تشخص اس ملت کے حوالہ سے کیا جس کا وہ حصہ تھے۔یہ ان کی فکری ارتقاء کے مختلف مراحل کے نشانات ہیں اور وہ بہت جلد وطن اور ملت کے متعلق ایک واضح نکتہ نظر کو اپنا چکے تھے۔اس کے بعد وہ آخر وقت تک اسی نکتہ نظر کی وضاحت اور تبلیغ میں مصروف رہے اور کسی مقام پر کوئی الجھاؤ محسوس نہیں کیا۔

سوال نمبر 18: علامہ اقبال کی فارسی تصانیف پر ایک مفصل نوٹ لکھیں۔

جواب:

علامہ اقبال نے وسیع تر قومی مفاد کی خاطر اور اپنے پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کے لیے فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا۔چنانچہ 1915ء میں مثنوی ''اسرارِ خودی'' کی اشاعت سے لے کر 1938ء میں اپنے انتقال تک انہوں نے تواتر سے فارسی میں لکھا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اشتراک زبان کی بنا پر علامہ اقبال برصغیر کے ساتھ ساتھ ایران میں بھی مقبولیت حاصل کر گئے ۔علامہ اقبال کے کلام کا مطالعہ کرنے پر دو امور بطور خاص اجاگر ہوتے ہیں۔ایک تو ایران اور اہل ایران سے علامہ کی گہری محبت اور دوسرے زبان و اظہار کے بارے میں عجز کا اظہار۔زبور عجم میں علامہ اقبال نے ایک غزل میں ایران کی نوجوان نسل سے جس محبت کا اظہار کیا وہ ایک ایک شعر سے عیاں ہے۔شاید اس لیے یہ اب حوالے کی چیز بن چکی ہے۔اس معروف غزل کے چند اشعار پیش ہیں۔

چوں چراغ لالہ سوزم در خیابان شما — ای جوانان عجم جان من و جان شما
غوطہ ہا زد در ضمیر زندگی اندیشہ ام — تا بدست آوردہ ام افکار پنہان شما
مہر و مہ دیدم نگاہم برتر از پروین گذشت — ریختم طرح حرم در کافرستان شما
تا سنانش تیز تر گردد فرو پیچیدمش — شعلہ ای آشفتہ بود اندر بیابان شما
فکر رنگینم کند نذر تہی دستان شرق — پارہء لعلی کہ دارم از بدخشان شما
حلقہ گرد من زنید ای پیکران آب و گل — آتشی در سینہ دارم از نیاگان شما

اے عجم (ایران) کے نوجوانوں مجھے اپنی اور تمہاری جان کی قسم میں تمہاری پھلواری میں چراغ لالہ کی طرح جل رہا ہوں۔

میری فکر نے ضمیر زندگی میں کئی غوطے لگائے جب کہیں تمہارے افکار پنہاں میرے ہاتھ لگے۔

میں نے مہر و ماہ کو دیکھا، میری نظریں پروین سے آگے گزر گئیں ہیں۔میں نے (اپنی اسلامی فکر کے سبب) تمہارے کافرستان میں حرم کی بنیاد رکھ دی ہے۔

میں نے اس شعلے کو جو تمہارے بیابان مین منتشر حالت میں تھا مجتمع کر دیا تاکہ اس کی لو تیز ہو جائے۔

میری فکر رنگین اس لعل کے ٹکڑے کو جو مجھے تمہارے بدخشاں سے حاصل ہوا، مشرق کے تہی دستوں کی نذر کر دی ہے۔اے آب و گل کے پیکرو میرے گرد حلقہ باندھ لو، میرے سینے میں تمہارے اسلاف کی آگ روشن ہے۔اس ضمن میں مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر — دل از حریم حجاز و نوا از شیراز است

(میرا جسم جنت کشمیر کے چمن کا ایک پھول ہے جب کہ میرا دل حجاز سے وابستہ ہے اور میری نوا کا تعلق شیراز سے ہے)

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی — برہمن زادہء رمز آشنائے روم و تبریز است

(یعنی مجھے دیکھو کہ ہندوستان میں تمہیں مجھ ایسا کوئی دوسرا نظر نہیں آئے گا کہ ہوں تو برہمن زادہ لیکن روم و تبریز کی رمز سے بھی آگاہ ہوں۔روم و تبریز سے مراد مولانا رومی اور ان کے مرشد شمس تبریز کی طرف اشارہ ہے)

عجم از نغمہ ام آتش بجاں است — صدای من درائے کارواں است
حدی را تیز تر خوانم چو عرفی — کہ رہ خوابیدہ و محمل گراں است

(میرے نغموں نے عجم کی روح میں ایک آگ بھر دی ہے میری صدا کاروان کے لیے جرس ہے۔میں عرفی کی طرح حدی تیز تر گا رہا ہوں کیونکہ مسافر خوابیدہ اور محمل بوجھل ہے) اس گہری محبت کے نتیجے میں جب علامہ اقبال نے فارسی میں شاعری شروع کی تو ہر زبان دان کی مانند انہیں اہل زبان کے مقابلے میں احساس کمتری تھا وہ جانتے تھے کہ میرا ''سبک اسلوب'' کچھ اور ہے جبکہ فارسی کا آہنگ کچھ اور ہے۔''اسرار خودی'' کی تمہید میں انہوں نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی

03345504551
Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام ، بی اے بی کام ، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ہے۔ یہ حقیقت کافی عرصے تک صرف زبان واسلوب کی بناء پر ہی ایرانیوں نے علامہ اقبال کے کلام کی طرف خصوصی توجہ نہ دی۔ وہ توجہ جوان کا حق بنتی تھی بعد میں علامہ اقبال کی کتابوں کو نصیب بنی۔اس ضمن میں ایک بنیادی وجہ تو برصغیر کے فارسی گوشعراء کے بارے میں خود اہل ایران کا معروف رویہ ہے جس کی طرف وقتاً فوقتاً ناقدین نے اشارات بھی کیے ہیں یعنی وہ یہاں کے شعراء کو خاطر میں نہیں لاتے۔

علامہ اقبال کا یہ کامل کام ہے کہ انہوں نے جبلی طور پر ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ معاصر ایرانی شعراء کے لہجے کی صرف نقل اتار کر وہ اپنے لیے کوئی انفرادی مقام پیدا کرنے میں ناکام رہیں گے۔لہذا انہوں نے فارسی کے کلاسیکی شعراء اور بالخصوص رومی کے شعری آہنگ کو اپنایا لیکن اس میں بھی چربہ سازی نہ کی بلکہ اپنے لسانی شعور اور شعریت سے جنم لینے والی آگہی کو راہ نما بنا کر صرف اپنے انداز میں شاعری کی۔اس میں اگر چہ جدید فارسی کا آہنگ شامل نہ تھا لیکن اقبال نے اپنے لہجے کی شیرینی اور حلاوت سے فارسی کے تخلیقی امکانات میں بیحد اضافہ کیا شروع میں ایرانی دانشوروں نے اقبال کی شعری عظمت کے اعتراف میں کافی زیادہ ہچکچاہٹ کا ثبوت دیا لیکن ایک مرتبہ وہ سخن اقبال سے مانوس ہو گئے تو پھر اسکے ایسے شیدائی ہوئے اور اس کی انفرادیت سے ایسے مسحور ہوئے کہ اقبال کو اپنے کسی ''سبک'' کے تحت لانے کے برعکس انہوں نے اقبال کے اسلوب کی یکتا شیرینی اور منفرد لے کے لیے ''سبک اقبال'' کی اصطلاح واضح کر ڈالی۔

چنانچہ ڈاکٹر حسین خطیبی نے ''رومی عصر'' مصنف ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی کے مقدمہ میں لکھا۔

''اگر خواستہ باشم سبک اشعار علامہ محمد اقبال لاہوری را در چند کلمات خلاصہ کنم ،میگویم ایں شاعر سبکے مخصوص بخود داشت کہ شید مناسب باشد آنرا بنام سبک اقبال میخوانم''اگر اقبال کے طرز شاعری کو چند الفاظ میں بیان کرنا چاہتا ہوں تو یہ کہوں گا کہ اس شاعر کا اپنا خاص انداز تھا جسے مناسب الفاظ میں ''طرز اقبال'' کا نام دیتا ہوں

اقبال کے ایک اور ناقد داؤد شیرازی نے بھی اسی خیال کا اظہار کرتے ہوئے ایران میں مطبوعہ ''کلیات اقبال'' کے مقدمے میں لکھا ہے

''اقبال نے فارسی شاعری میں ایک نئے طرز و دبستان کی بنیاد ڈالی جسے صحیح معنوں میں دبستان اقبال کا نام دیا جاتا اور موجودہ ادبی صدی کو اس کے نام نامی سے موسوم کرنا چاہیے۔''

اقبال کے ایک اور مداح ڈاکٹر احمد علی رجائی نے بحیثیت مجموعی علامہ کی زبان اور اسلوب کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ اس قابل ہیں کہ انہیں یہاں پیش کیا جائے وہ ایک مقالہ ''اقبال کا ایک شعر'' میں رقم طراز ہیں:

''اقبال کے فارسی کلام میں الفاظ تراکیب اور سبک کے اعتبار سے کوئی مشکل اور ابہام نظر نہیں آتا۔ میں یہ بات بلاخوف وتردید کہوں گا کہ اقبال کا ایک کمال ان کی سادہ گوئی بھی ہے اور بڑی دل آویزی کے ساتھ وہ فلسفے کے کئی دقیق مسائل بیان کر جاتے ہیں سادگی کا ایک اثر یہ ہے کہ بسا اوقات قاری ان کے نکات پر غور کیے بغیر گزر جاتا ہے۔اقبال کی یہ سادگی ان کے مرشد معنوی مولانا رومی اور کسی حد تک شیرازی کے سبک سے مشابہ ہے۔رومی اور لسان الغیب حافظ نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی کے اسناد سے تصوف و عرفان کے بلند پایہ مسائل بیان فرمائے اور اقبال نے ان موضوعات کے علاوہ فلسفیانہ اور سیاسی افکار کو بھی اس سادگی سے منظوم کو ڈالا۔وہ شاعری کی قوت سے ناقہ بے مہار کو قطار کی طرف کھینچ رہے تھے ان کی باتیں ایسی تھیں جنہیں برملا نہیں کہا جا سکتا تھا۔اس لیے ہم نفسان خام کو سرگرم عمل رکھنے اور دھیرے دھیرے انہیں اپنے مقاصد سے آگاہ کرنے کی خاطر انہوں نے کنائے کی زبان اختیار کی ہے کہ

سوز و گداز حالتی است بادہ ز من طلب کئی پیش تو گر بیان کنم ، مستی ایں مقام را

نغمہ کجا و من کجا؟ ساز سخن بہانہ ایست سوی قطار می کشم ناقہ بی زمام را

وقت برہنہ گفتن است من بکنایہ گفتہ ام خود تو بگو کجا برم ،ہم نفسان خام را؟

ترجمہ:عشق کے سوز و گداز کی کیفیت ایسی ہے کہ اگر میں اس کی تفصیل تیرے سامنے بیان کروں تو بھی مجھ سے شراب طلب کرنے لگے گا۔ بھلا کہاں شاعری اور کہاں میں شاعری تو بس ایک بہانہ ہے۔میں اس کے ذریعے سے بے مہار اونٹنی کو قطار کی طرف لے جانے کی کوشش کر رہا ہوں۔وقت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وضاحت سے بات کہہ دی جائے لیکن میں نے اشارے اور کنایئے میں بات کی ہے۔خدایا تو ہی بتا کہ میں اپنے ناپختہ ساتھیوں کو کہاں لے جاؤں؟

پیام مشرق اقبال کی تیسری فارسی کتاب ہے یہ کتاب 1923ء میں شائع ہوئی تھی ''پیام مشرق'' یعنی سرزمین مشرق سے ایک پیغام۔ جرمنی کے ایک مشہور شاعر اور فلسفی گوئٹے کے نام سے آپ واقف ہوں گے۔اس نے ''ایوان مشرقی و غربی'' کے نام سے جو دل آویز مجموعہ اشعار مرتب کیا تھا۔اس پر اسلامی تعلیمات اور ایرانی شعراء کے خاصے اثرات ہیں اقبال نے ''پیام مشرق'' کے ذریعے گوئٹے کے مذکورہ دیوان کا جواب لکھا ہے۔جواب لکھنے کا مفہوم یہ کہ اقبال نے اپنی کتاب میں گوئٹے کے پسندیدہ موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔گوئٹے کو ''حکیم حیات'' یعنی زندگی کے آداب بتانے والا فلسفی کہتے ہیں اقابل بھی حکیم حیات اور حکیم الامت ہیں۔گوئٹے نے جرمن قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔اقبال نے یہی کام بالخصوص مسلمانوں کے لیے کیا۔گوئٹے کا تعلق مغرب سے ہے اور اقبال کا مشرق سے اس لیے اقبال نے اپنی کتاب کا نام ''پیام مشرق رکھا مگر اس کا مدعا یہ نہ تھا کہ اس کتاب کا اہل مغرب سے کوئی تعلق نہیں۔

اقبال گوئٹے کے تعارف کے بعد مسلمان ممالک کے زوال و انحطاط کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔بادشاہ سے کہتے ہیں کہ غیرت مند افغانوں کی تربیت جاری رکھو اور اس کوہستانی سرزمین میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت کی یاد تازہ کر دو۔(پیام مشرق کی اشاعت کے وقت امان اللہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

خان افغانستان کے بادشاہ تھا اور اقبال نے کتاب کا انتساب اس بادشاہ کے نام کیا تھا) وہ فرماتے ہیں کہ مغربی اقوام کے علوم وفنون سے مسلمانوں کو مالا مال ہونا چاہیے۔ وہ وہ سلطان مراد اول عثمانی کی درویش خوئی کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے مگر اس عہدے نے ان کی درویش مشربی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ اقبال بادشاہ سے فرماتے ہیں کہ وہ بھی شاہی لباس میں درویشانہ دل رکھے اور عشق رسول ﷺ کی متاع سے بہرہ مند ہونے کی کوشش کرے۔

انتساب کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے کتاب کے پانچ حصے ہیں پہلے حصے کا نام 'لالہ طور' ہے جس میں بابا طاہر کے انداز کی 163 دو بیتیاں یا رباعیاں ہیں دوسرے حصے میں کا عنوان 'افکار' ہے اور اس میں اقبال نے چھوٹے بڑے 51 عنوانات پر اپنے خیالات پیش کئے ہیں تیسرا حصہ مئے باقی (غزلیات) ہے جس میں 45 غزلیں ہیں۔ چوتھے حصے میں نقش فرنگ کے عنوان سے 28 قطعے ملتے ہیں جن میں مغربی دانش مندوں کے افکار کا خاکہ اور اہل مغرب کے نام پیغام ہے خردہ (فردیات) کو آخری حصہ کہہ سکتے ہیں جس میں ایک ایک دو دو شعر کے قطعے ہیں مگر اس حصے میں کل 24 شعر ہیں۔ پیام مشرق کے مختلف حصوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں جس فارسی کلام کی خصوصیات واضح ہو جائیں گی:

حصہ اول: کوہ طور اور وادی سینا کا ذکر قرآن مجید اور اسلامی ادب میں کئی بار آیا ہے یہ وہ جگہ جہاں حضرت موسیٰ نے جلوہ ایزدی دیکھا تھا۔ لالہ کے پھولوں کی روایت بھی اردو ادب میں اب معروف ہے سرخ رنگ کے اس پھول کا سوز اور درد اقبال کو بہت عزیز تھا اب آپ لالہ طور کی ترکیب سمجھ سکتے ہیں اس میں 163 دو بیتیوں میں سے چند کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

رباعی 14: تو اپنے خاکی جسم کو اتنا مضبوط بنا کہ پختہ قلعوں کو مات کر سکے۔ مگر اس جسم میں دل ایسا ہو جو دوسروں کے درد اور رنج کا احساس رکھے۔ پہاڑ کے پہلو میں

ندیاں رواں ہوتی ہیں تو بھی مضبوطی کے ساتھ ساتھ ایسی ہی نرمی اختیار کیے رکھے۔

رباعی 36: زندگی ہر لحظہ نئے انقلاب لانے کا نام ہے اسے ایک حالت میں رہنا منظور نہیں۔ اگر تیرے کل اور آج میں کوئی فرق نہ ہو تو سمجھ لے کہ تو زندگی کی حرارت سے محروم ہو چکا ہے۔

رباعی 76: اپنے پاؤں کے ساتھ تقدیر کی زنجیر نہ باندھو۔ اس آسمان کے نیچے کئی راستے ہیں۔ تم جب بھی گھوڑ سواری کا عزم کرو تو میدان میسر رہے گا۔

رباعی 83: ہم مسلمان ہیں۔ افغان و ترک یا تاتار نہیں ہیں۔ ہم ایک چمن میں پیدا ہوئے، ہماری شاخ ایک ہے اور ہمیں ایک ہی نئی بہار نے پروان چڑھایا ہے۔ اس لیے کسی طرح کا رنگ یا نسل کا امتیاز ہمارے لیے بالکل ناجائز ہے۔

حصہ دوم: افکار والے حصے میں نئی شاعری کے نئے تجربے ہیں اور کئی موضوعات پر اچھوتے اور فکر انگیز خیالات ملتے ہیں۔ ایک عظیم نظم ''تسخیر فطرت'' ہے جس کے پانچ حصے ہیں اور اس کے بارے میں آپ ایک دوسرے یونٹ میں پڑھیں گے۔ ایک نظم ''سرو انجم'' ہے جس میں ستاروں کی زبانی دنیا کے مختلف حوادث پر تبصرے ملتے ہیں۔ ایک مختصر نظم میں باز اپنے بچے کو دلیر اور جوانمرد بننے کی نصیحت کرتا نظر آتا ہے ایک نظم حدی ہے۔ (نغمہ ساربان حجاز) اس نظم میں اقبال ملت اسلامیہ کو ایک ناقہ سمجھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو ایک ساربان یا شتربان۔ ساربان اپنی ناقہ کی برق رفتاری کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''تیز ترک گام زن منزل ما دور نیشت''، یعنی اے اونٹنی ذرا اور تیز چل ہماری منزل مقصود زیادہ دور نہیں ہے۔ ایک دلچسپ نظم میں خدا اور انسان کا ایک مکالمہ ملتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ انسان نے اس کائنات کو غارت کر رکھا ہے ایک زمین کو اس نے کئی ممالک میں تقسیم کر دیا ہے۔ فولاد سے اس نے خوفناک ہتھیار بنا لیے۔ درخت کاٹنے کے لیے کلہاڑیاں بنائیں اور پرندوں کو قید رکھنے کے لیے پنجرے۔ خدا کی ان باتوں کے جواب میں انسان اپنے فضائل بیان کرتا ہے، خدا تو نے رات بنائی۔ میں نے چراغ بنا لیا تو نے مٹی بنائی میں نے برتن بنا لئے۔ تو بیابان، کوہسار اور صحرا بنائے میں نے چمن اور باغ بنا لئے۔ میں وہ ہوں جو پتھر سے شیشہ اور زہر سے تریاق بناتا ہوں جو زہر کا علاج ہے۔ اس مکالمے میں اقبال انسان کی عظمت واضح کر رہے ہیں وہ بار بار اس نکتے کو بتاتے ہیں کہ اس کائنات کی سب سے اہم چیز انسان ہے۔

پیام مشرق میں مکالمے کافی ملتے ہیں ایک مکالمہ ایک چھوٹی مچھلی اور شاہین کے بچے کا ہے۔ شاہین کا بچہ ایک دن ساحل سمندر پر بیٹھا ایک چھوٹی مچھلی سے گفتگو کر رہا تھا مچھلی اس سے سمندر کی لہروں اور مگرمچھوں کے حملوں کی شکایت کر رہی تھی۔ مچھلی نے اپنی ہمت کو قابل داد بتایا کہ سمندر کے سارے حادثے برداشت کر کے وہ زندہ رہتی ہے۔ مگر شاہین بچے کو اس کی گفتگو پسند نہ آئی اس نے پر سنبھالے اور پرواز کی راہ لی۔ اور جاتے ہوئے کہنے لگا کہ میرا زمین اور زمین کی باتوں سے کیا کام؟ میرا مقام تو یہ ہے کہ صحرا اور سمندر سب شاہینوں کے بازوؤں اور پروں کے نیچے ہیں۔ ایک دو شعری مکالمہ ساحل اور موج کا ہے اقبال نے اسے جرمنی کے

ہائنا نام کے ایک شاعر کے جواب میں لکھا اور اس کا عنوان زندگی و عمل رکھا، ساحل نے ایک دن ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اس بات پر افسوس کیا کہ اتنی طویل عمر کے باوجود اسے اپنی زندگی کی حقیقت کا علم نہیں۔ پانی کی تیز رفتار لہر نے اس سے کہا کہ زندگی حرکت اور عمل کا نام ہے میں چلتی ہوں تو لوگ مجھے لہر یا موج کہتے ہیں اگر رک جاؤں تو سمندر کے باقی پانی کا حصہ ہوں اور میرا کوئی الگ وجود باقی نہ رہے گا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس / انفرادی اسائنمنٹس کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

'افکار' کے حصے میں بعض دلچسپ داستانیں اور اتفاقات بھی ملتے ہیں مثلاً ایک داستان کشمیر کے ایک فارسی شاعر غنی کے بارے میں ہے ملا محمد غنی کشمیری کا معمول تھا کہ جب اپنے چھوٹے سے گھر میں ہوتا تو اسے بند رکھتا مگر جب باہر جاتا تو اسے کھلا چھوڑ جاتا۔ کسی نے اس مجرد شاعر سے اس عجیب معمول کی وجہ پوچھی غنی بولا میرے گھر میں سب سے قیمتی متاع میں خود ہوں۔ اس لیے گھر کے اندر آتا ہوں تو دروازہ بند رکھتا ہوں مگر جب میں گھر سے باہر جاؤں تو اسے کس کی خاطر بند کروں؟ اس حصے کی آخری نظم کا عنوان تہذیب ہے اس میں اقبال نے موجودہ دور کے نام نہاد مہذب انسان کی جنگجویانہ سرشت کی مذمت کی ہے اس نظم کا آزاد ترجمہ یوں ہوگا۔ آج کے انسان نے تہذیب کے سرخی پاؤڈر سے اپنے چہرے کو چمکا دیا اور اپنی کالی جلد کو آئینے کی طرح صیقل کر دیا۔ اس نے ریشم کے دستانوں سے

ہاتھ ڈھانپ دیئے۔ وہ قلم کا عاشق ہو گیا اور تلوار کمر سے کھول رکھی ہے۔ اس حریص نے صلح عام کی خاطر ایک بت خانہ بنا رکھا ہے (لیگ آف نیشن) اس بت خانے کے گرد وہ ساز اور اواز کے ساتھ ناچتا ہے۔ مگر جب جنگ نے اس کی عزت کا پردہ چاک کیا تو میں نے دیکھا کہ یہ مہذب انسان ابھی تک اسی روپ میں ہے جسے قرآن مجید نے خون بہانے والا اور جنگجو کہا ہے۔

غزلیات اقبال، حصہ مئے باقی: مئے باقی یعنی دیر تک نشہ رکھنے والی شراب۔ خواجہ حافظ نے مئے باقی اور مئے صافی کی اصطلاحات اپنے کلام میں استعمال کی ہیں اقبال نے اپنی غزلیات کا عنوان، مئے باقی رکھ کر حافظ کے ساتھ اپنے ربط کی طرف خود ہی اشارہ کر دیا ہے۔ فارسی کے دوسرے بڑے غزل گو شاعروں مین رومی ،عراقی ،سعدی اور امیر خسرو ہیں۔ یہ سب حضرات اقبال کے پسندیدہ شعراء تھے مگر اقبال کو رومی کا سوز وساز اور حافظ کی زبان مجموعی طور پر زیادہ پسند تھی۔ اور ظاہری طور پر اقبال کی غزلیں ان کے زیادہ قریب ہیں۔ اقبال کے خاص موضوعات اور بیسویں صدی کے خاص مسائل کے ذکر سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں غزل، اقابل کی ہے مگر اقبال کے عام اشعار غزل دیوان حافظ میں رکھ دیئے جائیں تو بہت کم لوگ ان اشعار اور حافظ کے انداز میں امتیاز کر سکیں گے۔ اس اقبال کی غزلیات کا بلند مقام واضحو جاتا ہے۔ یہاں یہ نکتہ یاد رہے کہ اقبال کی غزل میں ان کے سارے پسندیدہ موضوعات موجود ہیں۔

یک نگہ یک خندہ دزدیدہ،، یک تابندہ اشک بہر پیمان محبت نیست سوگندے دگر

ترجمہ: محبت کے عہد و پیمان کے لیے ایک نگاہ ایک چوری چھپے کی ہنسی اور ایک چمکدار آنسو کے سوا کسی حلفیہ بیان کی ضرورت نہیں ہے

حلقہ بستند سر تربت من نوحہ گراں حلقہ بستند سر تربت من نوحہ گراں

نقش فرنگ: پیام مشرق کے نقش فرنگ (رنگ مغرب) والے حصے کی پہلی نظم 'پیام' ہے۔ اس میں شاعر مشرق اہل مغرب کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ عقل کے ساتھ عشق بھی اختیار کریں۔ یعنی مادی ترقی کیساتھ روحانی اموری بھی قدر کریں۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد لیگ نیشنز قائم ہوئی تھی جس کی جگہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ نے لے لی۔ جمعیت اقوام' کے عنوان سے ایک دو شعری قطعے میں اقبال نے لیگ آف نیشنز کو کفن چوروں کی ایک جماعت قرار دیا ہے۔ ایک طنزیہ دو شعری قطعہ، فلسفی اور سیاستدان کے بارے میں ہے

''فلسفی کو سیات دان کے ساتھ یکساں نہ مانو۔ فلسفی کے خورشید کی آنکھ اندھی ہے اور سیاستدان کی آنکھ بے نم ہے فلسفی، حق کی بات کی خاطر کمزور دلیل تلاش کرتا ہے مگر سیاستدان جھوٹی بات کی خاطر مضبوط دلیل لے آتا ہے''

اس حصے کی اکثر نظموں میں یورپ کے نامور فلسفیوں کے افکار سے بحث کی گئی ہے مگر ان باتوں سے خاص لوگ ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں چند نظموں میں اقبال نے سرمایہ داروں کی مذمت کی اور محنت کش طبقے کے ساتھ ہمدردی دکھائی ہے دو نظموں میں اقبال نے رومی کے افکار کو خراج تحسین پیش کیا اور ہیگل اور گوئٹے پر ان کی برتری کا ذکر کیا ہے۔ 'خردہ' کے عنوان سے اقبال نے دلچسپ اشعار پیش کئے ہیں۔ اس حصے میں کل 16 نکتے ہیں اور 24 اشعار بعض نکتوں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

نکتہ 3 مغز خالی ہونے کی بنا پر نیکی قلم کی صدا نکلتی ہے سر سے کے قلم کی آواز تو ہی نہیں

نکتہ 9 اگر تجھ میں معاف کر دینے کی ہمت نہیں تو دشمنوں سے جنگ کر کے بدلہ لے لے۔ مگر دل کو دشمنی اور بدخواہی کا کارخانہ نہ بنائے رکھ۔ اپنے شہد میں سرکہ نہ ڈال۔

نکتہ 16 کتنا اچھا ہو کہ آدمی پرانے رسم و رواج سے آزاد ہو جائے۔ اگر تقلید اچھی بات ہوتی تو رسول اکرم ﷺ بھی اپنے باپ دادا کے طریقوں پر چلتے۔

سوال نمبر 19۔ علامہ اقبال کو مسلمانوں کے بہتر مستقبل کی امید بندھی۔ یہ امید کس قسم کی تھی نظم ''طلوع اسلام '' کی روشنی میں وضاحت کریں۔

جواب:

نظم ''طلوع اسلام '' کے حوالے سے اقبال کا پیغام بیداری: اقبال نے اپنی مشہور نظم ''طلوع اسلام'' 13 مارچ 1923ء کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام کورسز و اطلاعات سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم ایس سی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے آکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03445505451 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اجلاس میں پڑھی۔ یہ نظم اقبال کے اس دور شاعری سے تعلق رکھتی ہے جب وہ پورے عالم اسلام کے اتحاد کا خواب دیکھ رہے تھے۔اور یہ چاہتے تھے کہ مسلمان من حیث القوم متحد ہو کر مغربی استعمار کے خلاف جدوجہد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ چنانچہ ترکی میں مصطفےٰ کمال کی فتح سے متاثر ہو کر انہوں نے اس نظم کی تخلیق کی اس لیے کہ مصطفےٰ کمال کی فتح کی صورت میں انہیں مسلمانوں کے اتحاد کا خواب پورا ہوتا نظر آ رہا تھا۔

مشہور انگریزی شاعر ٹینی سن نے ایک جگہ لکھا ہے ''جس شاعری سے قوم کے افراد کا دل مضبوط ہوتا ہے اور اس کی ہمتیں بلند ہوتی ہیں اس شاعری کو اعلیٰ درجے کی نیکیوں میں شمار کرنا چاہیے'' اقبال نے اپنی فکر اور شاعری سے جو کام لیا ہے اگر اس کو پیش نظر رکھا جائے تو بلاشبہ ان کی شاعری ٹینی سن کے اس قول پر پوری اتر کے اعمال حسنہ کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے۔اقبال کو جو زمانہ میسر ہوا وہ ملک وقوم کی زندگی کے ہر شعبے میں انتشار پراگندگی کا زمانہ تھا۔زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح شعراء ادب میں بھی نئی قدروں، نئے خیالات تصورات اور نئے آہنگ کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔اردو شاعری جس کی اصل کائنات غزل تھی اپنے تمام امکانات کو بروئے کار لاکر بظاہر اپنے مقصد کی تکمیل کر چکی تھی اور اب اس میں کوئی جان باقی نہ تھی اس کا بیشتر حصہ یا تو حزن و یاس میں ڈوبا ہوتا تھا یا وقتی خوش باشی کی ترغیب دیتا تھا۔

اقبال نے روایتی اور رسمی مضامین کی تقلید سے آزاد ہو کر اور مروجہ مصنوعی اور تقلید شاعروں کو چھوڑ کر اپنی شاعری کی لگام اپنی فطرت کے باطنی تقاضے کے ہاتھ میں دے دی تھی۔1905ء تک اقبال نے جو شاعری کی اسے انہوں نے اپنی شاعری کا دور اول قرار دیا تھا۔1905ء میں وہ عازم یورپ ہوئے اور قیام یورپ نے ان کی فکر پر بہت کچھ اثر ڈالا۔اس دوران میں انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یورپی اقوام مشرق کی کمزور قوموں کے وسائل کو اپنے قبضے میں لینے کے لیے مختلف حیلوں اور بہانوں سے انہیں اپنا زیرنگیں اور محتاج بنا رہی ہیں۔انہیں سب سے زیادہ دکھ اس بات کا تھا کہ مغربی اقوام کی اس مجرمانہ جارحیت کا شکار سب سے زیادہ مسلمان ممالک بن رہے ہیں ان حالات کے مطالعے اور مغربی سیاست کی ریشہ دوانیوں کے مشاہدے نے ان کے دل میں ملت اسلامیہ کا وہ درد پیدا کر دیا جو بعد ازاں ان کی شاعری میں شعلے کی طرح چمکتا اور اپنی جھلک دکھاتا ہے۔یہی وہ زمانہ تھا جب ہندوستان کے پڑھے لکھے طبقے میں غلامی سے بیزاری اور آزادی کی طلب بری تیزی سے پیدا ہو رہی تھی۔جدید تعلیم نے افراد میں حب الوطنی کے جذبات کو بیدار کر دیا تھا اور اپنے آپ کو آزاد اور ترقی یافتہ اقوام کی صف میں دیکھنے کی خواہش زور پکڑتی جارہی تھی۔اس زمانے میں اقبال یورپ میں تین سال قیام کے بعد وطن لوٹے اور اپنے تجربات ومشاہدات کا نچوڑ اس نظریے میں پیش کیا کہ ہندوستان کے مسائل کا حل مغربی انداز کی جمہوریت میں نہیں بلکہ ایک ایسے نظام سیاست میں ہے جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع حاصل ہو۔اقبال نے مغرب میں نسلی اور لسانی قومیت کے تاریک پہلوؤں کا بغور مطالعہ کیا تھا اور اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ جغرافیائی ،نسلی اور لسانی وحدت ایک خود ساختہ اور مصنوعی شے ہے جسے مغربی استعمار نے اپنے مخصوص سیاسی اور معاشی مفادات کے تحفظ کے لیے جنم دیا ہے۔جبکہ اصل وحدت فکری اور نظریاتی وحدت ہے اور اس لحاظ سے تمام دنیا کے مسلمان ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے دانوں کی مانند ہیں۔مسلمانوں کو چاہیے کہ اس وحدت سے باہر جانے کی کوشش نہ کریں

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

یہی وجہ ہے کہ جب مصطفےٰ کمال پاشا نے 1922ء میں سقاریہ کی جنگ میں غیر ملکی قوتوں (یونانیوں اور انگریزوں) کے خلاف فتح حاصل کر کے ترکوں کی غیرت مندی،عزم وحوصلے، ہمت وجرات اور بہادری کا لوہا دنیا سے منوالیا تو اقبال نے اپنے آپ کو اس فتح اور مسرت میں شریک سمجھا۔وہ مشرق وسطیٰ کے ممالک اور ہندوستان میں مسلمانوں کی زبوں حالی اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس نہیں تھے اور انہیں یقین تھا کہ مسلمان ایک بار پھر دنیا میں کھویا ہوا مقام حاصل کر لیں گے۔اسی لیے مصطفےٰ کمال کی کامیابی میں انہیں اپنے خوابوں کی تعبیر نظر آئی اور اس کامیابی کو انہوں نے طلوع اسلام سے تعبیر کیا۔ ان کے خیال میں اب اس دور کا آغاز ہو گیا تھا جس کا خواب وہ عرصے سے دیکھ رہے تھے۔

مصطفےٰ کمال پاشا جنھیں ترک قوم اتاترک کے لقب سے پکارتی ہے نے 1922ء میں جنگ سقاریہ میں یونانیوں اور انگریزوں کو شکست دی۔یہ فتح نہ صرف ترک مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے خوشی اور مسرت کا باعث تھی۔علامہ اقبال نے اپنی نظم ''طلوع اسلام'' میں اس فتح پر مسرت کا اظہار کیا ہے۔انہوں نے مصطفےٰ کمال پاشا اور ترک قوم کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔مصطفےٰ کمال نے ترکی میں اسلامی جمہوریہ کی بنیاد رکھی۔اقبال مغربی جارحانہ ذہنیت کے سخت مخالف تھے۔اس بات کا اظہار ان کے کلام میں جا بجا ملتا ہے لیکن وہ قومی حکومتوں کے مخالف نہ تھے۔وہ اس بات کا شعور رکھتے تھے کہ دنیا میں ایک عالمگیر حکومت کا قائم ہونا ناممکن ہے۔قوم، نسل، تاریخ، آب و ہوا اور دیگر جغرافیائی اختلافات کا انہیں پوری طرح احساس تھا۔اسلام میں خلافت راشدہ کے بعد سے اب تک ایک بھی متحدہ اسلامی ریاست قائم نہ ہو سکی تھی اور نہ ہی اس کی کوئی امید تھی لیکن اسلامی اتحاد کے تخیل کو حقیقت میں ڈھلنے کی امید کی جاسکتی تھی۔ان کا خیال تھا کہ تمام اقوام آزاد ہوں اور اسلامی مقاصد کے لیے باہم ایک دوسرے سے تعاون کریں۔یہ حکومتیں اگر چہ اسلامی قومی حکومتیں ہوں۔مگر ان قومی حکومتوں کی بنیاد اخلاق، محبت، اور اسلامی اخوت پر استوار ہونی چاہیے۔یہی وجہ ہے کہ ''طلوع اسلام'' کی تخلیق سے قبل وہ اپنی دو معرکتہ الآراء نظموں ''شمع اور شاعر'' اور ''خضر راہ'' میں مسلمانوں کی غفلت اور انتشار پر اپنے دکھ کا اظہار کر چکے تھے۔ان نظموں میں انہوں نے مسلمانوں کے زوال کے اسباب کی نشاندہی کی تھی۔اس لیے ان دونوں نظموں کا لہجہ حزنیہ ہے۔اقبال بنیادی طور پر سعی وعمل اور امید کے پیامبر تھے،اس لیے اس حزن وملال میں مایوسی کی کیفیت نہیں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ہے۔ یہ سوز و گداز ان کے دل میں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر پیدا ہوتا تھا کیوں کہ وہ مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور غم خوار تھے۔ اس اخلاص کی بنا پر مسلمانوں کی حالت دیکھ کر ان کا دل بے چین ہو جاتا تھا۔ ''طلوع اسلام'' کا مجموعی تاثر رجائیت سے بھرپور ہے۔ اس نظم کا پہلا شعر ہی اس تاثر کا عکاس ہے۔

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی

یہ نشاطیہ لہر نظم کے آغاز سے اختتام تک چلتی ہے۔ دل گرفتگی اور حزن کی ہلکی سی جھلک بھی ''طلوع اسلام'' میں کہیں نظر نہیں آتی۔ ''طلوع اسلام'' میں مسلمانوں کی فتح پر مسرت کا اظہار کیا گیا۔ یہ اس فتح کے مرکزی کردار کمال اتاترک کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم میں اقبال کسی جگہ بھی اپنے مخصوص زاویہ نظر سے قطع نظری نہیں کی۔ وہ خوشی سے مغلوب ہو کر جذبات کی رو میں بہے اور نہ ہی انہوں نے اپنے ممدوح کی شان بڑھانے کے لئے غیر ضروری تعریف سے کام لیا ہے۔ وہ شاعرانہ مبالغے کی رعایت سے کام لے سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنی پوری نظم میں کہیں بھی رسمی قصیدہ گوئی کا رنگ نہیں پیدا ہونے دیا۔ اس نظم کے بعض اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کے ذہن میں مردِ مومن کا جو تصور تھا، کمال اتاترک کی صورت میں اس کی کچھ عملی شبیہ موجود ہے۔ لیک اس کا اظہار انہوں نے بغیر کسی مبالغہ آرائی کے اس صورت میں کیا:

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اپنے خاص انداز میں اپنے ممدوح کی ستائش کے ساتھ ساتھ وہ مستقبل کے لئے اسے اور مسلمانانِ عالم کو نصیحتیں بھی کرتے ہیں۔ اس لیے اقبال بڑی سے بڑی فتح کو بھی منزل قرار دینے کو تیار نہیں۔ مثلاً ایک شعر میں کہتے ہیں:

تورہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول — لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمل پیہم کے قائل ہیں۔ زندگی کی تگ و دو ہی ان کا مقصد ہے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کی زندگی میں مسلسل جدوجہد کرتے رہنے کا سبق دے رہے ہیں کہ کسی فتح یا کامیابی پر وہ عمل کی راہ نہ چھوڑ دیں بلکہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہیں اس لیے وہ مردِ مسلمان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی — ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے

اقبال جانتے ہیں کہ نسلی تفاخر کس طرح ملت کیلئے زہر ہلاہل کا کام کرتا ہے ان کے پیش نظر حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ عجمی کو عربی پر اور عربی کو عجمی پر گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے اس لئے وہ خبردار کرتے ہیں کہ۔

یہ ہندی' وہ خراسانی' یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جائے

اور اسی کے ساتھ ساتھ عالمی اخوت کا درس دیتے ہوئے اس نظم میں ایک جگہ کہتے ہیں

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو — اخوت کا بیاں ہو جا' محبت کی زباں ہو جا

نظم کا چھٹا بند جس میں ترکوں کی کامیابی کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور یونانی اور انگریزی فوج کے وفر کے مقابلے میں ترکوں کی بے سروسامانی کا ذکر کیا ہے اقبال کے شاعرانہ کمال اور ان کی اخلاقی منہ بولتی تصویر ہے انہوں نے خفیہ کمک' نظام لاسکی' ٹیلی گراف' ٹیلی فون آور آبدوز و کشتیوں کا ذکر اور فن کارانہ نزاکت کے ساتھ کیا ہے کہ کم از کم اردو شاعری میں تو اس کی مثال کہیں نہیں ملتی

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے
ہوئے مدفونِ دریا' زیرِ دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو بن کر گہر نکلے
غبارِ رہگزر ہیں' کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے
ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

غرض طلوع اسلام اقبال کی شاہکار اور نمائندہ نظموں میں سے ایک ہے۔ شوکت الفاظ، مضمون آفرینی اور نازک خیالی کے اعتبار سے یہ نظم بانگ درا کی دوسری نظموں کے مقابلے میں ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ اس نظم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اپنے معنوی ربط اور باطنی تسلسل کے اعتبار سے ایک مکمل نظم ہونے کے باوجود اپنے لطیف استعاروں اور رمز و کنایہ کی باریکیوں کی بدولت اس میں ایک خاص قسم کا رنگ تغزل بھی پیدا ہو گیا ہے جس نے اس نظم کی دل کشی و رعنائی میں بے حد اضافہ کر دیا ہے۔

سوال نمبر 20: نظم خضر راہ کے فکری محاسن پر مضمون قلمبند کریں۔

جواب: اقبال کی نظم ''خضر راہ'' اور عالم اسلام:

شاعر نے نظم کے پہلے بند میں جو سوالات حضرت خضرؑ سے کیے ہیں ان میں سے ایک سوال، دنیائے اسلام کی بابت بھی تھا۔ اس بند میں حضرت خضرؑ اسلامی ممالک کی بدحالی بیان کرتے ہوئے ایک روشن مستقبل کی خوشخبری سناتے ہیں شاعر سے کہتے ہیں کہ تو مجھے عربوں اور ترکوں کی کہانیاں کیا سنا رہا ہے مجھے سب علم ہے میں مسلمانوں کے سوز و ساز اور ان کے حالات و کیفیات سے بے خبر نہیں میں جانتا ہوں کہ اسلامی میراث تو عیسائی قومیں چھین کے لے گئی ہیں حجاز کی مٹی گرجے کی عمارت کی بنیادی انیٹ بن گئی ہے گویا اسلامی کھنڈرات پر عیسائی سلطنت کی بنیادی رکھی گئی ہے۔ ترکوں کی سرخ ٹوپی زمانے بھر میں ذلیل ہو کر رہ گئی ہے جن کی گردنیں کبھی فخر غرور سے تنی ہوئی تھیں آج بے بسی اور مجبوری سے جھکی ہوئی ہیں یعنی کل کائنات میں جو معزز و محترم تھے آج رسوا ہوئے ہیں ایرانی فرنگی مے فروشوں سے وہ تند و تیز شراب لے رہے ہیں جس کی حدت و حرارت سے صراحی پگھل جائے گی مراد یہ ہے کہ ایران یورپی تہذیب اپنا رہا ہے جو اس کے حق میں زہر قاتل ہے۔ مغربی حکومت نے حیلہ و تدبیر سے اسلامی قوم کا شیرازہ یوں بکھیر دیا ہے جس طرح قینچی سونے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے مسلمانوں کا لہو پانی کی طرح ارزاں ہو گیا ہے تو اس بات پر مضطرب و بے قرار ہے کہ تیرا دل اس کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت سے ناواقف ہے۔ تجھے مسلمانوں کی اس حالت پر کڑھنا نہیں چاہیے کہ وہ کبھی دنیا پر حکمران تھے آج متعدد گروہوں اور حکومتوں میں بٹ کر اپنی دیرینہ عظمت کیوں کھو چکے ہیں نیز مذہبی رشتے توڑ کر فرنگی تہذیب و تمدن کی طرف کیوں جھک رہے ہیں۔ اگر اسلامی قوت منتشر اور مجروح ہو گئی ہے اور زمانے اور مسلمانوں کا خون سستا ہو گیا ہے تو گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ تو نے مولانا روم کی یہ بات نہیں سنی کہ جب کسی پرانی عمارت کو نئے سرے سے آباد کرتے ہیں تو پہلے اس کی بنیاد اکھاڑتے ہیں اور اس کے بعد از سرنو اس پر عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ترکوں اور اسلامی ملکوں کی بربادی پر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں یہ دھچکا اسلام کے اندر نئے سرے سے ایک تازہ روح پھونک دے گا۔ حضرت خضرؑ کی زبان سے مسلمانوں کو متحد و منظم ہونے کا سبق دیتے ہوئے ان کی غیرت و ہمت کو ابھارا ہے فرماتے ہیں کہ ملک ہاتھوں سے گیا تو غافل اور بے خبر قوم کی آنکھیں کھل گئیں۔ قوم بے حسی کی نیند سے جاگ اٹھی۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا مگر اے غافل دیکھ، قدرت نے تجھے آنکھ عطا کی ہے۔ مومیائی کی بھیک مانگنے سے تو بہتر ہے کہ انسان اپنی ہڈیوں کو ٹوٹا ہی رہنے دے۔ اگرچہ تو بے پر کو چیونٹی کی طرح ہے لیکن تیری غیرت و ہمت کا تقاضا یہی ہے کہ تو کسی سلیمان کے پاس اپنی ضرورت لے کر نہ جا۔ مراد یہ ہے کہ اگر زخموں کے علاج کے لیے مرہم کی ضرورت ہو تو اس کی بھیک مانگنے سے تیرے زخموں کا بے علاج رہنا ہی بہتر ہے اگر تو غریب اور بدحال ہے تب بھی کسی بادشاہ یا دوسری امیر قوم کا محتاج نہ بن۔

مشرق کی نجات اس میں ہے کہ ملت بیضا ایک مرکز پر متحد و منظم ہو جائے لیکن افسوس ایشیا والے ابھی تک اس راز سے بے خبر ہیں اے مسلمان! سیاست کا پیچھا چھوڑ کر پھر دین کی پناہ گاہ میں آ جا۔ دولت اور حکومت یہ سبھی کچھ کعبے کی حفاظت کا صلہ ہے مراد یہ ہے کہ ملک و حکومت سب کچھ تجھے اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حرم پاک کی حفاظت کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر ایک مضبوط رشتے میں منسلک ہو جائیں یعنی دین اسلام کی حفاظت کے لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ذات پات، رنگ و نسل اور فرقہ و گروہ کے جھگڑے چھوڑ کر ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں جو رنگ اور نسل کے امتیاز میں الجھا رہے گا وہ ختم ہو جائے گا۔ وہ چاہے شاہانہ خیموں میں زندگی بسر کرنے والا ترک ہو اور خواہ کسی اونچے گھرانے کا عرب! اگر مسلمان اپنے خون اور نسل کا مذہب پر ترجیح دے گا تو مٹ جائے گا اور راستے کے غبار کی طرح اڑ جائے گا۔ ہمت اور کوشش کر کے کہیں سے بزرگوں جیسے حوصلے اور عزائم سے بھرپور قلب و جگر حاصل کر کہ دنیا میں اسلامی خلافت کی بنیاد پھر سے قائم ہو سکے۔ اس بند کے آخری شعر میں علامہ اقبال نے مسلمانوں کے فرقوں کی باہمی کشمکش کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے بے خبر! تو ظاہری اور باطنی مخفی و جلی باتوں میں تمیز نہیں کر سکتا تو نہیں سمجھتا کہ بنیادی اور ضروری مسئلے کیا ہیں اور ثانوی اور غیر ضروری باتیں کیا ہیں۔ تو تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق جھگڑوں میں الجھا ہوا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ افضل تھے یا حضرت علیؓ یہ غیر ضروری مسئلے ترک کر، گروہ بندیاں چھوڑ اور ہوشیار ہو جا اقبال نے ان فرقہ بندیوں اور اختلافات کی شرک خفی قرار دیا ہے۔

''دنیائے اسلام'' کے تحت اقبال نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس کا پس منظر عالم اسلام کی وہ صورت حال ہے جس کا ذکر ابتدا میں کیا گیا ہے۔ خضر سے شاعر کا سوال ہے:

بیچتا ہے ہاشمی ناموسِ دینِ مصطفیٰ　　　خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمانِ سخت کوش

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اشفاقی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com 0334-5504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جواب میں خضر کہتے ہیں:

کیا سناتا ہے مجھے ترک وعرب کی داستاں مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال عربوں اور ترکوں کی باہمی آویزش کے اسباب وعلل اور نتائج وعواقب سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس کے بارے میں انھیں سخت تشویش تھی۔ پہلے شعر میں ''ہاشمی'' سے مراد مکہ کا شریف (یعنی حکمران) حسین ہے۔علامہ کو اس بات کا سخت قلق تھا کہ عربوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر کے ان کے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگے۔مغربیوں نے بھی پہلے جنگِ بلقان اور پھر جنگِ عظیم میں ترکوں کی قتل وغارت گری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا:

ہو گیا مانندِ آب ارزاں مسلماں کا لہو

''کلاہِ لالہ رنگ'' سے مراد خلافت ہے۔اس زمانے (1922ء) میں ''نوجوان ترکوں'' خاص طور پر کمال اتاترک اور اس کے ہم خیال ساتھیوں نے ''خلافت'' کے ادارے کو عضوِ معطل بنا کر رکھ دیا تھا۔ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ خلافت کو، جو پہلے ہی برائے نام تھی' زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کریں گے۔خلافت کی اس بے وقعتی پر اقبال ہی نہیں، ہندستان کے تمام زعما اور دردمند مسلمان بے چین تھے۔تحریک خلافت اسی بے چینی' ملی احساس اور دردمندانہ تڑپ کا نتیجہ تھی۔اس اضطراب کے نتیجے میں ہندستان سے سید امیر علی اور سر آغا خاں نے ترک لیڈروں کو خط لکھا کہ دنیا بھر کے مسلمان، خلیفہ کی موجودہ غیر موثر حیثیت سے مطمئن نہیں لہٰذا خلافت کو پورے اختیارات کے ساتھ بحال کیا جائے۔مگر اتاترک نے 1924ء میں خلافت کی بساط لپیٹ دی۔اقبال کے نزدیک حکمت مغرب (عیارانہ ڈپلومیسی یا سیاسی چال بازی) زوال مسلم کا ایک سبب ہے اور دوسری وجہ خود مسلمانوں کا اپنے مذہب واخلاق سے انحراف ہے۔

اقبال مسلمانوں کی اس حالت زار پر سخت متاسف' بے چین اور مضطرب ہیں۔وہ پھر اسی سنہرے دور کے منتظر ہیں جب دنیا کے ایک بڑے حصے پر اسلام کی حاکمیت قائم تھی۔مگر اس کی واپسی کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں نے اپنا جو (Image) بنا رکھا ہے' اسے تبدیل کیا جائے مغربی تہذیب کی نقالی' یورپ کی ذہنی غلامی اور اسلام کے بارے میں معذرت خواہانہ فرومائیگی اسی کے مظاہر ہیں۔یہ سب باتیں ''زمین وآسمانِ مستعار'' کے ذیل میں آتی ہیں۔ جب تک مسلمان اسے پھونک نہیں ڈالتا اس وقت تک 'جہانِ نو'' تعمیر ہونا ممکن نہیں۔نظم کے اس حصے میں اقبال نے فارسی کو فلسفۂ خودی کی طرف متوجہ کیا ہے۔ پھر مسلمانوں کی سربلندی' دین کے تحفظ اور نظامِ اسلامی کے قیام کے لیے اتحادِ اسلامی ناگزیر ہے۔دنیا بھر کے مسلمانوں کا باہمی اتحاد فکرِ اقبال کا اہم پہلو ہے۔ اس کی بنیاد اسلام ہے نہ کہ وطن' نسل' رنگ یا زبان۔فکر اقبال کا یہ پہلو' قرآنی تعلیمات سے ماخوذ ہے:

''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔'' (آل عمران:103)

کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات پانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے۔(آل عمران:105)

علامّہ اقبال نے مسلمانوں کو ''بتانِ رنگ وبو'' کو توڑنے کا مشورہ دیا اس لیے کہ یورپ میں نسلی اور وطنی امتیاز کی بنیاد پر فروغ پانے والی قوم پرستی کے مہلک نتائج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔جناب وحید احمد کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: ''اس زمانے میں سب سے بڑا دشمن' اسلام اور اسلامیوں کا، نسلی امتیاز وملکی قومیّت کا خیال ہے۔پندرہ برس ہوئے جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا، اس وقت میں یورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا''۔

عرب ترک آویزش کا سبب عصر نو کا یہی فتنہ ہے جس سے عرب دھوکا کھا گئے، مگر انھوں نے ابھی تک اس سے سبق نہیں سیکھا۔اپنی داستانِ عبرت آج تقریباً ایک صدی بعد بھی عربوں کو متحد نہیں کر سکی۔علامّہ اقبال کا یہ شعر عربوں کی موجودہ حالت کی تفسیر ہے:

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہ گزر

یہ شعر اور اس بند کا آخری شعر:

اے کہ نشناسی خفی را از جلی ہشیار باش اے گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہشیار باش

اسی آیت کریمہ (وَلَا تَفَرَّ قُوا) کی تشریح ہے۔سیاسی اور بین الاقوامی سطح سے قطع نظر' مسلمان دین وشریعت کی فروعی باتوں اور معمولی مسائل پر آپس میں الجھے ہوئے ہیں۔مناظرہ بازی اور شغلِ تکفیر مولویوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ان کا سارا زور ایسے مسائل پر صرف ہو رہا ہے کہ حضراتِ صحابہؓ میں سیدنا ابوبکرؓ افضل تھے یا سیدنا علیؓ؟ اقبال مسلمانوں کو اس غلط روش سے محترز اور ہوشیار رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔آخری بند اختتامیہ ہے۔

خضر نے اس سے پہلے اس بات کی نشان دہی کی ہے کہ عالم اسلام کے لیے سب سے بڑا فتنہ مغرب کی سرمایہ دارانہ تہذیب اور فرنگی سامراج ہے جس نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سیاسی واقتصادی اور ذہنی طور پر مسلمانوں کو تباہ کیا ہے۔دوسری طرف مغرب نے سائنسی ترقی کے سبب اپنی ہلاکت کا سامان خود مہیا کر لیا ہے۔اب صورت حال بدل رہی ہے۔صیاد خود اپنے ہی دام میں الجھنے والا ہے۔وہ زمانہ بہت قریب ہے جب سرمایہ دارانہ تہذیب اپنی موت آپ مر جائے گی۔استعارے کی زبان میں یہ بات یوں بیان کی ہے:

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

اس سے پہلے ''شمع اور شاعر'' میں اقبال کہہ چکے ہیں:

دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل موجِ مضطر ہی اسے زنجیرِ پا ہو جائے گی

اقبال کو یقین کامل ہے کہ دنیا کی امامت کا منصب یورپی تہذیب کی خودکشی کے سبب خالی ہونے والا ہے۔مسلمان اپنی خاکستر سے ایک جہانِ نو تخلیق کر کے اس

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے، ایم فل ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئیڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

منصب کو سنبھالیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر وہ صراطِ مستقیم پر چلتے رہے تو یقیناً دنیا میں انھیں غلبہ واقتدار حاصل ہو کر رہے گا۔
''غلبہ واقتدار تمھیں ہی حاصل ہوگا اگر تم مومن ہو۔'' (سورہ آل عمران:139) اور ''اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ کبھی خلاف نہیں کرتا۔'' (سورہ آل عمران:9)
''ہر زماں پیش نظر لا یخلف المیعاد دار'' میں اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔

سوال نمبر 21: مندرجہ ذیل پر ایک ایک صفحہ کے نوٹ تحریر کریں۔ (25)

الف) نظم تصویر درد کا تعارف۔

جواب۔

ایک شاعر اور ادیب اپنے زمانے کے حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے اپنے دور کا معاشرتی، سیاسی اور سماجی ماحول کا اثر اس پر لازماً ہوتا ہے۔ علامہ اقبال کی نظم ''تصویرِ درد'' کو پوری طرح سمجھنے کے لیے تاریخی اور سماجی پس منظر کو جاننا ضروری ہے۔

برصغیر پاک و ہند 1857ء کے بعد ایک فکری انقلاب کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ اس انقلاب کی عملی شکل میں لانے میں سرسید احمد خان کی ہمہ گیر اصلاحی تحریک نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ جنگ آزادی کی کوشش ناکام ہو چکی تھی لیکن اب ایک انقلاب اور ذہنی اضطراب پرورش پا رہا تھا۔ اس نے پھوٹ نکلنے کے بعد زندگی کے ہر پہلو کو شدید طور پر متاثر کیا۔ اردو شاعری میں بھی اس تبدیلی سے انقلاب آفریں تغیر و تبدیل آیا۔ یہ تغیر موضوعات کا بھی تھا اور اسالیب کا بھی۔ سب سے پہلے پنجاب میں آزاد و حالی نے 1874ء کے قریب اردو کی روایتی شاعری کے خلاف آواز اٹھائی اور بالکل نئی طرز کی شاعری کی بنیاد رکھی۔ اقبال اس سلسلے کی آخری توانا آواز ہیں۔

سرسید ہندوستان کا سب سے پہلا علم دوست اور علم پرور مسلمان تھا۔ جس نے پہلا مدرسہ 1859ء میں قائم کیا۔ 1863ء میں سائنٹیفک سوسائٹی کی داغ بیل ڈالی جس کا مقصد ہند میں مغربی علوم و فنون کو روشناس کرانا تھا۔ اس سوسائٹی نے کئی مفید کتب انگریزی سے اردو ترجمہ کروائیں۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو جدید سائنسی علوم سے متعارف کروانا تھا۔ بلاشبہ سرسید احمد خان مسلمانانِ ہند کے عظیم محسن ہیں۔ ان کی علمی و سماجی اور سیاسی خدمات کے اعتبار سے مسلم ہند کی انیسویں صدی سرسید سے عبارت ہے جیسے یورپ میں اٹھارہویں صدی کی شناخت فرانس کے عظیم دانشور والٹیر سے منسوب کی جاتی ہے۔

مسلم کالج کی اہمیت کا اندازہ بعد میں وائسرائے ہند لارڈ کرزن (1899ء-1905ء) نے خوب کیا۔ سرسید انتقال کر چکے تھے۔ جب لارڈ کرزن نے مسلم کالج کا تفصیلی معائنہ کیا۔ اس نے ہر شعبے اور طلباء کا عمیق نظر سے جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہاں قیام سلطنت کے لیے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اس خدشے کی بنیاد پر کرزن نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اس کالج کی ہمت بدل کر اسے روایتی طرز کے عربی دارالعلوم میں تبدیل کیا جائے۔ چند شخصیات وائسرائے کی نیت کو نہ بھانپ سکیں انہوں نے تجویز پر عمل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جائے۔ چند شخصیات وائسرائے کی نیت کو نہ بھانپ سکیں انہوں نے تجویز پر عمل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن اہل نظر سرسید کی پالیسی پر عمل پیرا رہے۔ آخر کار لارڈ کرزن کے خدشات درست ثابت ہوئے۔ مسلم لیگ 1906ء میں کرزن کے بعد قائم ہوئی۔ اگر بغور دیکھا جائے تو سرسید مسلم لیگ کی بنیاد رکھ چکے تھے اور وہ پہلے مسلم لیگی تھے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے علامہ اقبال نے سرسید کے خیالات اور مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے مطالبہ پاکستان پیش کیا اور سرسید کی قائم کردہ مسلم یونیورسٹی کے طلباء تحریک پاکستان کو ہراول دستہ ثابت ہوئے۔ یعنی ہندوستان میں ''مسلم سلطنت'' کی بنیاد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی شکل میں رکھ دی گئی تھی۔ اس دور میں تعلیمی اور سماجی اصلاح کے لیے پورے برصغیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے بہت سے ادارے قائم ہوئے۔ 1857ء میں انڈین نیشنل کانگریس نے بھی پہلے سماجی اصلاح اور پھر سیاسی حقوق کے حصول کے لیے اپنی سرگرمیاں شروع کر دی تھیں۔ مسلمانوں میں انجمن حمایت اسلام لاہور کو پنجاب میں ملی خدمات کی وجہ سے ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ یہ اردو میں ایک اصلاحی تحریک تھی۔ اس تحریک نے اردو شاعری کو دو چیزیں عطا کیں۔ ایک حقیقت نگاری جس کا تعلق اسلوب بیان سے ہے۔ دوسرے حیات و کائنات اور ملک و ملت سے محبت جو شاعری کی روح ہے۔ بقول ڈاکٹر شوکت سبزواری ' جدید شعر کی کائنات اور اس کا تمام تر سرمایہ فکر و فن کے لحاظ سے اسی قدر ہے جو اقبال کی اپنے بیشتر شعراء آزاد، حالی، اسماعیل میرٹھی اور اکبر سے ترکے ملا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اقبال نے سرمایہ سے کیا کام لیا اس کے یہاں اس جدید شاعری نے کون کون سی کروٹیں بدلیں اور کن کن منزلوں سے اسے گزرنا پڑا۔''

اسی دور میں یونیورسٹیاں اور دوسرے نئے تعلیمی ادارے کھل گئے۔ ان اداروں سے ایک نیا تعلیم یافتہ طبقہ پیدا ہوا جس نے بین الاقوامی حالات کا مطالعہ کیا اور مغرب میں رائج جمہوریت اور وطن پرست تحریکوں سے کے اثرات قبول کیے۔ اس جدید تعلیم یافتہ طبقے نے یہ محسوس کیا کہ اگر مغربی قومیں ان تحریکوں کی مدد سے ترقی کی منزل تک پہنچ سکتی ہیں تو ہندوستان کے لوگ ان نظریات کی پیروی کر کے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ہند کے مسلمانوں کو وطن پرستی کے جذبے سے سرشار کیا جائے تو وہ بھی اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں یورپ کے برعکس کئی قومیں آباد تھیں۔ جن میں اتحاد و اتفاق ناممکن تھا۔ یہی انتشار انگریزوں کو سازگار ماحول فراہم کرتا رہا۔ جس میں اس نے اپنی استبدادیت کے پنجے مضبوط کیے۔ وطن کے خیر خواہ اور نئے تعلیم یافتہ طبقے نے اس انتشار کی شیرازہ بندی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے ماسٹرز کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم ایڈ ایم اے ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

انڈین نیشنل کانگریس کے زیر اثر ہندو مسلم اتحاد کی صورت میں کرنے کی کوشش کی۔انہیں حالات کے پیش نظر اقبال نے ''ترانہ ہندی'' تخلیق کیا۔اس نظم کا مندرجہ ذیل شعر اس سلسلے میں مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

اقبال کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے عشق والدین سے ورثے میں ملا تھا۔عربی اور فارسی سے شغف ان کے استاد علامہ میر حسن نے ان میں پیدا کر دیا تھا۔لیکن لگاؤ کی ان صورتوں نے ابھی ان کے سیاسی نظریات کو متاثر نہیں کیا تھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ازلی رواداری نے ابھی ہندوؤں کی پس پردہ نیت کو نہیں بھانپا تھا۔1906ء تک برصغیر کے مسلمانوں مذہب کی بنیاد پر اپنے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنے آپ کو منظم کرنا شروع نہیں کیا تھا ہندوؤں کی نیت مسلمانوں پر اس وقت آشکار ہوئی۔جب 1887ء میں بنارس میں ہندوؤں نے اردو زبان کے مقابلے میں ہندی کو لانے کی کوشش کی تھی تو سرسید کو احساس ہو گیا تھا کہ ہندو مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں اور ان کا ایک ہندوستانی قوم بننا ممکن نہیں ہے۔لیکن ان کے اس احساس نے ابھی کوئی واضح سیاسی اور عملی شکل اختیار نہیں کی تھی۔اس کے واضح اور عملی صورت 1898ء میں ان کے انتقال کے تقریباً آٹھ سال بعد 1906ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کی صورت میں سامنے آئی۔

ہندوستان کے ان سیاسی حالات میں اقبال جب سیالکوٹ سے 1995ء میں لاہور پہنچے تو یہاں سیاسی،سماجی اور ادبی محفلوں میں اپنی شاعری کے ذریعے قومی ہمدردی اور وطن پرستی کا پرچار کرنے لگے۔اس زمانے کی ایک نظم'' ہندوستانی بچوں کا گیت'' ایک ایسی نظم جس کے ایک ایک لفظ سے وطن پرستانہ جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔وطن کے ساتھ اتنے گہرے لگاؤ کا اظہار کرنے والی اردو میں بہت کم نظمیں لکھی گئی ہیں۔اس نظم کے آخری بند میں اقبال نے اپنے وطن کو جس طرح خراج عقیدت پیش کیا۔وہ والہانہ جذبہ نہیں ملتا جو ابتدائی دور کی خصوصیت ہے مگر وطن دوستی کا اظہار وہ اپنی شاعری کے ہر دور میں کرتے رہے ہیں۔اقبال نے وطن کجغرافیائی حیثیت سے کبھی انکار نہیں کیا نہ ہی ان کی محبت میں کبھی کمی آئی۔ان کی مخالفت صرف وطنیت کے سیاسی نظریہ سے تھی۔

تصویرِ درد سے پہلے کی قابلِ ذکر نظمیں: اقبال کی سحر انگیز شاعری نے جلد ہی اتنی اہمیت اور مقبولیت حاصل کر لی کہ ہر ادارہ اور جریدہ انہیں اپنی نظمیں ان کے جلسوں میں پیش کرنے اور رسالہ میں شائع کرنے کی دعوت دینے لگا۔سر عبدالقادر نے اپریل 1901ء میں ''مخزن'' کی پہلی جلد کا پہلا نمبر شائع کیا تو اقبال کا شہر آفاق نظم ''ہمالیہ'' بڑے شوق اور خاص اہتمام سے شائع کی۔اپنے طالب علمی کے زمانہ ہی سے اقبال انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں میں بھی 1900ء سے نظمیں پڑھنے کا آغاز کر چکے تھے۔اس کاوشی میں مددگار ثابت ہوا۔ہیت بحر اور الفاظ کا انتخاب مطالب سے ہم آہنگ ہوا اور شروع سے آخر تک نظم میں دلچسپی اور کشش قائم رہے تسلسل اس نظم کا حسن ہے۔

ہیت کے اعتبار سے ''تصویر درد'' ایک ترکیب بند نظم ہے۔ترکیب بند اس نظم کو کہتے ہیں جس کے کئی بند ہوں اور ہر بند کا آخری شعر کے سوا بند کے باقی تمام شعروں میں قافیے اور ردیف کا استعمال غزل کی طرح ہوتا ہے یعنی پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور بقیہ شعروں کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ ہوں اس نظم کے آٹھ بند ہیں اور ہر بند کا آخری شعر ایک الگ حیثیت رکھتا ہے۔ان آخری شعروں میں دو شعر بیدل اور نظیری کے ہیں جو نظم کا ضروری حصہ معلوم ہوتا ہے اور اقبال کے مقصد اور موضوع سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں۔پہلے،دوسرے اور آخری یعنی آٹھویں بند میں آٹھ آٹھ شعر شامل ہیں۔تیسرا بند طویل ترین ہے جس میں بارہ شعر ہیں۔چوتھے اور چھٹے بند کے سات سات شعر ہیں۔پانچویں بند کے دس اور ساتویں بند کے نو شعر ہیں۔نظم کی مختلف بندوں میں تقسیم اور پھر ہر بند میں شعروں کی تعداد موضوع کے مختلف پہلوؤں کی اہمیت کے بالکل مطابق معلوم ہوتی ہے۔تیسرے بند کو نظم میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔اس میں اقبال اشاروں سے بھی کام لیتے ہیں اور جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر صاف لفظوں میں اپنے دکھ کا اظہار دردیں صورت میں کرتے ہیں۔

رلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستان مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا افسانہ سب فسانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اگرچہ ادبی دنیا میں عام طور سے سیاسی موضوعات کو صاف صاف بیان کرنا کمال گویائی نہیں سمجھا جاتا لیکن اقبال کے ہاں سیاسی انداز کی بات واضح ہونے کے باوجود سوز و گداز اور خلوص کی بدولت شعر کے مرتبے سے نہیں گرتی۔یہی صورت اس نظم کی ہے۔

اقبال نے یہ نظم بحر ہزج سالم میں لکھی ہے۔ہزج عروج کی ایک بحر کے علاوہ اس آواز کو بھی کہتے ہیں جو تال اور سر کے ساتھ ہو یا دل پر اثر کرنے والی ہو اس بحر میں مفاعیلن ایک مصرعے میں چار بار آتا ہے پہلے شعر کی تقطیع کی صورت یہ بنتی ہے۔

مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
نہیں منت	کش تاب	شنیدن دا	ستان میری

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

03345504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

خموشی گف تگو ہے بے زبانی ہے زبان میری

اس بحر میں کہے گئے شعر ترنم سے پڑھنے کے لیے موزوں ہوتے ہیں۔شاعری کا تعلق بھی چونکہ آوازوں کے ساتھ بہت گہرا ہے۔اس لیے ترنم کو شعر کی ایک خوبی سمجھا جاتا ہے۔اقبال نے اس بحر اور وزن میں کافی اشعار کہے ہیں۔حفیظ جالندھری کا ''شاہنامہ اسلام'' بھی اسی بحر میں ہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ''تصویر درد'' کی کشش اور تاثیر میں اس کی بحر نے بلا شبہ اضافہ کیا ہے۔

مناسب بحر کے استعمال کے ساتھ کامل شاعر الفاظ کے انتخاب میں بھی احتیاط سے کام لیتا ہے اقبال ''تصویر درد'' میں اس معیار پر بھی پورے اترتے ہوئے ہیں۔خوش نما تراکیب،خوبصورت تشبیہات دل نشیں اشعارات اور جادو اثر تلمیحات سے یہ نظم پر ہے۔ مثلاً یہ اشعار دیکھیے اوران کی شان دار تراکیب:

ا۔ تراکیب (ترکیب کی جمع ،دو یا دو سے زیادہ لفظوں کو ملا کر لکھنا اور بولنا)۔

''تصویر درد'' کی اہمیت: تصویر درد کے جن فکری اور فنی محاسن کا آپ نے مطالعہ کیا ہے،ان کی وجہ سے یہ نظم اقبال کی چند بہترین طویل نظموں میں ہی شمار نہیں ہوتی ،جدید اردو شاعری کے چند بہترین نمونوں میں بھی شامل کی جاتی ہے۔اسی وجہ سے اردو شاعری کی تقریباً تمام تاریخوں میں اور اقبال کی شاعری کے متعلق جملہ تصانیف میں اس نظم کا حوالہ ملتا ہے۔عصر حاضر کا شاید ہی کوئی ایسا نقاد ہوگا۔جس نے اس نظم کے کسی پہلو نہ سراہا ہو۔اقبال کی زندگی ہی میں پروفیسر عبدالقادر سروری نے 1932ء میں اپنی تصانیف جدید اردو شاعری'' میں اقبال کے پہلے دور کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھنا مناسب سمجھا تھا کہ''اس دور کی شاعری میں وطن پرستی کا جذبہ غالب نظر آتا ہے۔''ہمالہ''۔''صدائے درد''۔''تصویر درد''۔''ترانہ ہندؔ'' اقبال کی وہ نظمیں ہیں جو ان کے لیے حالی شبلی اور اکبر کی صف میں نمایاں جگہ پیدا کرتی ہے۔اقبال اردو شاعری میں ایسے دور کے موجد ہیں جن کا بڑا وصف رفعت خیال اور فلسفیانہ بلند آہنگی ہے۔وہ جس طرح اپنے عہد کی صداقت شعارانہ پیداوار ہیں،اسی طرح فکر سخن کی تاریخ میں ایک نئے عصر کے معمار ہیں بہر حال ''تصویر درد'' اقبال کے ابتدائی دور کی نہایت اہم نظموں میں سے ہے۔

ب) تجاویز دہلی

جواب۔

تجاویز دہلی: تحریک خلافت کے بعد اور سائمن کمشن کی تقرری سے پہلے محمد علی جناح اور ان کے ہمنوا ساتھیوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے ایک فارمولا پیش کیا۔یہ فارمولا عام طور پر ''تجاویز دہلی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔مگر بعض حضرات اسے ''مسلم تجاویز'' کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔

پس منظر: محمد علی جناح نے اپنی سیاسی زندگی کے ابتدائی دور میں ہندو مسلم اتحاد کے بڑے علمبردار تھے۔1916ء میں آپ ہی کی کوششوں سے آل انڈیا مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان معاہدہ لکھنؤ طے پایا۔لیکن کانگریسی راہنماؤں کے غیر ذمہ دارانہ رویے،پہلی جنگ عظیم کے واقعات،1919ء کے ناکافی اصلاحات اور تحریک خلافت کی وجہ سے یہ معاہدہ اپنے منطقی انجام تک نہ پہنچ سکا۔مگر ان تمام واقعات کے باوجود محمد علی جناح ہندو مسلم اتحاد کو حکومت خود اختیاری کے لیے لازمی قرار دیتے تھے۔1927ء میں مرکزی اسمبلی میں بجٹ اجلاس کے دوران ہندو رہنماؤں خاص کر پنڈت جواہر لال نہرو اور سری نواس آئینگر نے محمد علی جناح کے ساتھ غیر رسمی ملاقاتوں اور گفتگو کے دوران اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر مسلم لیگ کے رہنما جداگانہ انتخابات کے مطالبے سے دستبردار ہو جائیں تو ان کے باقی سارے مطالبے کانگریس تسلیم کرے گی۔کانگریسی راہنماؤں کے اس پیشکش کے بعد محمد علی جناح نے لیگ کے قائدین کی ایک کانفرنس دہلی میں طلب کی۔20 مارچ 1927ء کو محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہونے والے اجلاس میں لیگ کے رہنماؤں نے کانگریس کے ساتھ مفاہمت کے لیے ایک فارمولا تیار کیا۔جسے عام طور پر ''تجاویز دہلی'' یا ''مسلم تجاویز'' کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔تجاویز دہلی پر مشتمل فارمولے میں سب سے اہم شق یہ تھی کہ قائداعظم اور ان کے دیگر ہمنوا لیگی رہنماؤں نے جداگانہ انتخابات سے دستبردار ہونے اور مخلوط انتخابات کو منظور کرنے کے لیے کانگریس کو مندرجہ ذیل مطالبات پیش کیے:

1۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے ایک نیا صوبہ بنا دیا جائے۔
2۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بھی دیگر صوبوں کے مساوی اصلاحات نافذ کی جائیں۔
3۔ مرکزی مقنّنہ میں مسلمانوں کے لیے کم از کم ایک تہائی نشستیں مخصوص کی جائیں۔
4۔ پنجاب اور بنگال کے صوبائی قانون ساز اسمبلیوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی دی جائے۔

ردعمل: تجاویز دہلی پر ملا جلا ردعمل سامنے میں آیا۔بعض حلقوں نے اس کو بے حد سراہا جبکہ بعض نے ان پر تنقید کے تیر برسائے۔سری نواس آئینگر جو 1927ء میں کانگریس کے صدر تھے اور جن کے محمد علی کے ساتھ دوستانہ مراسم بھی تھے۔نے کھل کر ان تجاویز کی حمایت کی۔آل انڈیا نیشنل کانگریس نے بھی ان کا خیر مقدم کیا۔پاتابائی سیتارامایا جو کانگریس کی تاریخ لکھنے پر مامور تھے۔نے ان تجاویز پر یوں تبصرہ کیا ہے:

[It is not evolution of a formula that was required but the approximation of the hearts a clearing of the minds, of the two great communities.]

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کیلئے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی ایف اے اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کیلئے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03145045551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے آئی ڈی کے نمبر پر رابطہ کریں

پنجاب کے ہندوؤں نے لالہ لاجپت رائے کی سرکردگی میں ان تجاویز میں سے پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کی تناسب سے نمائندگی دینے سے متعلق شق پر اعتراض کیا۔ ڈاکٹر مونجے اور ہندو مہاسبھا کے دیگر رہنماؤں نے مخلوط انتخابات سے متعلق لیگ کی رضامندی پر برہمی کا اظہار کیا۔ سندھ کے ہندو رہنما جے رام داس دولت رام نے بمبئی سے سندھ کی علیحدگی کو ہدف تنقید بنایا۔ مدراس کانگریس نے ان تجاویز کو حتمی منظوری کے لیے آل پارٹیز کانفرنس کے سپرد کرنے کی تجویز پیش کردی۔ خود آل انڈیا مسلم لیگ ان تجاویز کی وجہ سے دو حصوں میں بٹ گئی۔ لیگ کے دو مختلف دھڑے جناح لیگ اور شفیع لیگ کہلانے لگے۔ لاہور کے سر محمد شفیع نے لیگ اور کانگریس کے درمیان جناح لیگ کے اس مفاہمتی فارمولے کو مسترد کر دیا۔ کیونکہ آپ کسی بھی قیمت پر جداگانہ انتخابات کے مطالبے سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال جو شفیع لیگ کے سیکرٹری تھے نے اس مسئلے پر محمد شفیع کا ساتھ دیا۔ اور یوں پنجاب کے مسلمانوں کی اکثریت نے جداگانہ انتخابات پر کسی قسم کا سمجھوتہ کرانے کی بھرپور مخالفت کی۔

خلاصہ: معاہدہ لکھنؤ 1916ء کے بعد ''تجاویز دہلی'' کا فارمولا قائداعظم محمد علی جناح کی لیگ اور کانگریس اتحاد سے متعلق دوسری سنجیدہ کوشش تھی۔ مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کی طرف سے ملے جلے ردعمل اور خاص کر سائمن کمیشن کی تقرری سے قائد کی یہ کوشش بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکی۔

سوال نمبر 22۔ علامہ اقبال کی امریکہ اور یورپ میں پزیرائی پر مضمون لکھیں۔

جواب۔

علامہ اقبال کی عالمگیر شہرت: ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستدان، مسلم صوفی اور تحریک پاکستان کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔ اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے اور یہی ان کی بنیادی وجہ شہرت ہے۔ شاعری میں بنیادی رجحان تصوف اور احیائے امت اسلام کی طرف تھا۔

''دا ری کنسٹرکشن آف ریلیجس تھاٹ ان اسلام'' کے نام سے انگریزی میں ایک نثری کتاب بھی تحریر کی۔ علامہ اقبال کو دور جدید کا صوفی سمجھا جاتا ہے۔ بحیثیت سیاست دان ان کا سب سے نمایاں کارنامہ نظریہ پاکستان کی تشکیل ہے، جو انہوں نے 1930ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔ یہی نظریہ بعد میں پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال کو پاکستان کا نظریاتی باپ سمجھا جاتا ہے۔ گو کہ انہوں نے اس نئے ملک کے قیام کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن انہیں پاکستان کے قومی شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔

اگر علامہ اقبالؒ کے متعلق کوئی یہ کہتا ہے کہ ''وہ فلسفہ کے امام ہیں، اقتصادیات پر ان کی گہری نگاہ ہے، علم الاقوام بھی ان کے ذہن و دماغ میں رچا بسا ہوا ہے وہ دنیا کے نئے رجحانات وتصورات سے بھی واقف ہیں، وہ قیصریت کے بھی ادا شناس ہیں، اور فسطائیت کے رموز بھی جانتے ہیں، وہ جمہوریت کے اسرار کے بھی ماہر ہیں اور اشتراکیت کی گہرائیوں میں غوطے لگا چکے ہیں، غرض کہ دنیا کی کوئی تحریک، کوئی رجحان، کوئی تصور ایسا نہیں ہے جس سے اقبالؒ واقف نہ ہوں جس کا اقبالؒ نے مطالعہ نہ کیا ہو، جس کے محرکات پر اقبالؒ کی نظر نہ ہو۔ وہ بیرونی اور مقامی نظریات جدید اور قدیم کو بھی جانتے ہیں اور انہیں پرکھ چکے ہیں'' تو غلط نہیں کہتا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی ان جملہ خصوصیات کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اقبالؒ کی شاعری اس قدر مقبول ہوئی کہ دور حاضر میں مشکل سے کسی شاعر کو یہ فخر حاصل ہے۔ ان کا کلام نہ صرف ہند پاک بلکہ ایران، افغانستان، امریکہ، انگلستان، جرمن، فرانس، روس، عرب وغیرہ جیسے ممالک میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اقبال کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف دنیا کے بہت سارے ممالک نے کیا ہے۔ ان میں ازہر یونیورسٹی قاہرہ کے شیخ الجامعہ، مصر کے ڈاکٹر محمد حسنین ہیکل، محمد علی پاشا، شہزادہ ولی عہد مانگرول، روم کے ڈاکٹر اسکار پا پروفیسر جنٹلی، ڈاکٹر نکلسن، مسولینی، اٹلی کے پرنس کیتانی بیرن، فلسطین کے مفتی اعظم امین الحسینی، پیرس کے میگ نون برگساں، اسپین کے پروفیسر آسین، افغانستان کے نادرشاہ، سردار صلاح الدین سلجوقی وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات اور ان کے علاوہ دیگر عالموں، مدبروں، فلسفیوں، مفکروں، شاعروں، ادیبوں اور ناقدین نے وقتاً فوقتاً اقبالؒ کی پربہار شخصیت اور ان کی پُر اثر شاعری سے متاثر ہوکر اس اعتراف صدق دل سے کیا ہے۔ اس سلسلے میں چند شخصیتوں کے خیالات اس طرح ہیں۔

برطانیہ میں اقبال کی شہرت: اقبالؒ کے فلسفہ کے استاد اور برطانیہ کے مشہور پروفیسر تھامس آرنلڈ فرماتے ہیں:

''ایسا شاگرد استاد کو محقق اور محقق کو محقق تر بنا سکتا ہے۔''

پروفیسر نکلسن نے کہا کہ: ''اقبالؒ صرف اپنے عصر کی آواز نہیں بلکہ اپنے دور سے آگے بھی ہیں اور ساتھ ہی اپنے زمانے میں برسر جنگ بھی۔''

اس کے بعد نکلسن کے شاگرد اور جانشین آرتھر آربیری نے اقبالؒ کی چند شعری تخلیقات کا انگریزی میں ترجمہ کیا، جو 1947ء میں شائع ہوا اور بعد ازاں آرتھر آربیری نے ''رموز بے خودی'' ''زبور عجم'' ''شکوہ اور جواب شکوہ'' اور ''جاوید نامہ'' کے انگریزی ترجمے دنیا کے سامنے پیش کیے۔ پھر براؤن نے بھی فارسی ادب پر کتاب لکھی۔

مصر میں اقبال کی شہرت: اقبالؒ جب قاہرہ پہنچے تو ان کے قیام کے دوران مصر کے مشہور بزرگ سید محمد قاضی ابوالعزائم اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ ان سے ملنے آئے۔ اس موقع پر علامہ اقبالؒ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا'' آپ نے کیوں تکلیف کی میں خود آپ کی زیارت کے لئے آپ کے پاس چلا آتا'' اقبالؒ کی اس بات پر قاضی صاحب فرمانے لگے: ''خواجہ دو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جس نے دین سے تمسک حاصل کیا ہو تو اس کی زیارت کے لیے جاؤ گے تو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com
0345 5

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مجھے خوشی ہوگی۔''

اٹلی میں اقبال کی شہرت: اٹلی کے مشہور رہنما مسولینی نے خاص طور پر ڈاکٹر اسکارپا کے ذریعہ اقبالؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی جسے اقبال نے قبول کرلیا تھا۔ اور 27 نومبر 1933ء کو ملاقات کے دوران اقبال کی زبان سے ایک پیغام سنا تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا اور کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔ اور میز پر ہاتھ پٹکتا ہوا چلّانے لگا۔ ''What an excellent idea : What an excellent idea''

روم کے ڈاکٹر اسکارپا کہتے ہیں: ''ایسے اچھوتے نادر اور پُر از حقائق خیالات کا آدمی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔''

اٹلی کے آرتھر جیفر اور توسبیلر نو نے اقبال کے فلسفہ اور شاعری پر کتابیں لکھیں۔ ''بوزانی'' نے جاوید نامہ کو اطالوی قالب میں ڈھالا اور اقبالؒ اور دانتے کا موازنہ بھی کیا۔

فرانس میں اقبال کی شہرت: دنیا کے مشہور فلسفی اور مفکر ''برگساں'' جس کا تعلق فرانس سے تھا اس نے جب اقبالؒ کی زبانی یہ حدیث سنی کہ ''زمانے کو برا مت کہو کہ زمانہ خود خدا ہے''۔ تو وہ جوگھیا کا مریض تھا اور کرسی کے بغیر اِدھر اُدھر ہل جُل نہیں سکتا تھا، کرسی چھوڑ کر آگے بڑھا اور علاّمہ اقبال سے پوچھنے لگا: ''کیا یہ واقعی حدیث ہے۔'' یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ برگساں اپنی بیماری کی وجہ سے بالکل گوشہ نشیں ہوگیا تھا اور کسی سے ملتا جلتا نہیں تھا۔ لیکن اقبال سے ملنے کے لئے، اس نے خاص طور اہتمام کیا۔

فرانس کی ایوا میر یووج نے اقبال کی ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے علاوہ پیام مشرق اور جاوید نامہ کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا۔ فرانسیسی خاتون لوس کلوڈ میتیج نے اقبال کے فلسفیانہ تصورات کے بارے میں کتاب لکھی۔ بعدازاں اس کتاب کا ترجمہ اردو میں ''فکر اقبال کی تعارف'' اور انگریزی میں ''Introduction of the thought of Iqbal'' ہو چکا ہے۔

یورپ کی دوسری اہم زبان دلندیزی میں بھی ''جاوید نامہ'' کا نثری ترجمہ MEYEVOVITCH نے کیا۔ انہوں نے اقبالؒ کے خطبات کا بھی فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا۔ MEYEVOVITCH کے علاوہ LUCECLALIDE نے بھی اقبالؒ کو روشناس کرایا۔ اور فرانسیسی ترجمے کا پیش لفظ مشہور و ممتاز مستشرق ''مسینیو ن'' نے لکھا۔ **جرمنی میں اقبال کی شہرت:** جرمنی کی بون یونیورسٹی کی ماہر اسلامیات پروفیسر اینا میری شمل نے اقبالؒ کی بعض تخلیقات کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا۔ اقبالؒ پر پروفیسر شمل کی بہترین تصنیف Gabriels Wing ہے۔

افغانستان میں اقبال کی شہرت: 1933ء میں افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کے والد بادشاہ نادر شاہ نے علامہ اقبالؒ کو دعوت دی تا کہ کابل یونیورسٹی کے بارے میں صلاح و مشورے کرسکیں۔ علامہ اقبالؒ اس کی دعوت پر کابل گئے اور بادشاہ نادر شاہ کو کابل یونیورسٹی کے ڈویلپمنٹ کے لئے کار آمد اور مفید مشورے دیئے۔ افغانستان میں علامہ اقبالؒ پر متعدد مقالہ جات شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کا کلام علمی و ادبی مجلّات میں تواتر سے شائع ہوتا رہا۔

ایران میں اقبال کی شہرت: افغانستان کی طرح ایران میں بھی علامہ اقبالؒ کو بڑی پذیرائی حاصل ہے۔ ایران میں 9 نومبر اور 21 اپریل کو یوم اقبال منایا جاتا ہے۔ ''حسینہ ارشاد'' تہران کے ایک بڑے معروف عملی مرکز کی مسجد کی چھت پر اقبال کے اشعار تحریر ہیں۔ ایران کے ڈاکٹر احمد علی رجائی نے علامہ اقبال کے بارے میں کہا تھا کہ ''میرے خیال میں اقبال ایک نو دریافت براعظم کی مانند ہیں جس میں کتنی ہی دلاویز اور نا قابل غور چیزیں ہنوز باعث طلب ہیں۔

مشرقی یورپ، اور روس میں اقبال کی شہرت: مشرقی یورپ اور سوویت یونین کی زبانوں میں بھی مثلاً چیک زبان میں چیک عالم ''یان مارک'' اور روسی زبان میں روسی عالم ''انی کیار'' نے بھی اقبالؒ کی تخلیقات کا ترجمہ کیا۔ روس میں نتالیا پری گارینا نے اقبال پر تحقیقی مقالہ لکھا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ روسی خاتون ایل آر گورڈن پولنکایا اور ایک اور خاتون ایم ٹی ستیپنیتس نے اقبال پر مقالے لکھے۔ اس طرح روس کے نکولے پیٹرووچ اینی کیف نے ''محمد اقبالؒ، ممتاز مفکر اور شاعر'' کے نام سے تنصیف لکھی۔

یہ سارے حقائق علاّمہ اقبالؒ کی عالمی شہرت، عظمت اور مقبولیت کے واضح ثبوت ہیں۔

علامہ اقبال کی شخصیت پر لکھی جانے والی کتابیں اور مقالہ جات: علامہ اقبال نے عالمگیر شہرت پائی۔ آپ کی وفات کے بعد لوگ آپ کی شاعری پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں اور دنیا آپ کے فلسفہ سے مستفید ہو رہی ہے۔ آپ کے نام پر یونیورسٹی سمیت متعدد ادارے قائم ہیں۔ لوگ آپ کی عظمت کو سلام اور خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ علامہ اقبال ہر دور میں مقبول تھے۔ دنیا کے دیگر ممالک نے آپ کے کلام اور افکار سے استعفادہ حاصل کرنے کی بھرپور سعی کی۔

پروفیسر ڈاکٹر آر اے نکلسن نے علامہ اقبالؒ کی کتاب اسرار خودی کا انگریزی میں ''The Secrets of The Self'' کے نام سے ترجمہ شائع کیا۔ وی جے کیرنن نے علامہ اقبالؒ کے کلام کا ترجمہ ''Poems from Iqbal'' کے نام سے شائع کیا۔ اے جے آربری نے رموز بے خودی، پیام مشرق، جاوید نامہ اور زبور عجم کا ترجمہ کیا۔ جرمنی کی ڈاکٹر اینا میری شمل نے علامہ اقبال پر دو کتابیں ''Muhammad Iqbal poet and Philosopher'' اور ''Gabriel swing'' لکھیں۔ انھوں نے جاوید نامہ اور پیام مشرق کا جرمن زبان میں تراجم کیے اور جاوید نامہ کا ترجمہ ترکی زبان میں کیا تھا۔ فرانس کی ایوا میر یووج نے اقبال کی ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے علاوہ پیام مشرق اور جاوید نامہ کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا۔ فرانسیسی خاتون لوس کلوڈ میتیج نے اقبال کے فلسفیانہ تصورات کے بارے میں کتاب لکھی۔ بعدازاں اس کتاب کا ترجمہ اردو میں ''فکر اقبال کی تعارف'' اور انگریزی میں ''Introduction of the

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی ایف اے سائنس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334 5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

thought of Iqbal'' ہو چکا ہے۔روس میں نتالیا پر گرینا نے اقبال پر تحقیقی مقالہ لکھا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔روسی خاتون ایل آر گورڈن پولنکایا اور ایک اور خاتون ایم ٹی سٹیپنینٹس نے اقبال پر مقالے لکھے۔اس طرح روس کے نکولے پیٹر وچ انی کیف نے ''محمد اقبالؒ ،ممتاز مفکر اور شاعر'' کے نام سے تصنیف لکھی۔امریکہ میں ڈاکٹر ایل ایس مے نے ''Iqbal his life and times'' کے نام سے کتاب لکھی۔اٹلی کے آرتھر جیفر اور تو سبیلر نو نے اقبال کے فلسفہ اور شاعری پر کتابیں لکھیں۔چیکوسلواکیہ کے ژان ماریک نے اقبال پر مقالہ لکھا اور کینیڈا میں ڈاکٹر شیلا میکڈ وف نے اقبال کے کلام پر مقالہ لکھا۔الغرض افکار اقبال پر دنیا کے ہر حصے میں مقالہ جات اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔دنیا اقبالؒ کے افکار سے مستفید ہو رہی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں بھی علامہ اقبال کے کلام اور افکار سے کما حقہ استعفادہ حاصل کرنا چاہیے۔یہ تمام باتیں ایسی ہیں، جو علّامہ اقبالؒ کی بین الاقوامی شہرت و مقبولیت کا مظہر ہیں۔

سوال نمبر 23۔ علامہ اقبال کی ایران میں مقبولیت پر نوٹ لکھیں۔

جواب۔

علامہ اقبال کی شاعری کی ایران میں مقبولیت:

شاعری و فکر کے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے علامہ اقبال نے جب اپنے خیالات کے اظہار کے لیے اردو زبان کے جامہ کو تنگ محسوس کیا تو فارسی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا۔اردو زبان و ادب میں شاعری کی اصناف فارسی سے ہی آئی تھیں۔لہذا آپ نے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا۔اس کے علاوہ اقبال رومی سے حد درجہ عقیدت و محبت رکھتے تھے علاوہ ازیں انہوں نے وسیع تر قومی مفاد کے لیے اپنے خیالات و افکار کی زیادہ سے زیادہ ترویج و ابلاغ کے لیے فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا۔چنانچہ 1915ء سے لے کر 1938ء یعنی اپنے انتقال تک انہوں نے فارسی زبان میں شاعری کی۔علامہ اقبال ایران میں بھی اتنے ہی جانے اور مانے جاتے ہیں جتنے کے پاکستان میں۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایران میں 9 نومبر اور 21 اپریل کو یوم اقبال منایا جاتا ہے۔اس دن کے حوالے سے اخبارات اور علمی جرائد علامہ اقبال کی شخصیت فن اور فلسفے پر باقاعدہ خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔تہران کے مشہور علمی مرکز ''حسینیہ ارشاد'' سے وابستہ مسجد کی چھت پر علامہ اقبال کے اشعار کندہ ہیں۔ایران کے مشہور دانشور ڈاکٹر علی شریعتی نے علامہ اقبال کے حیات بخش اور انقلاب آفریں پیغام کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے انہیں ''غزالی ثانی'' کے خطاب سے نوازا ہے۔

ایران میں اقبال شناسی نئی بات نہیں۔قدیم دور سے اقبال کی شہرت ایران میں پہنچ چکی تھی۔چنانچہ علامہ کا فارسی کلیات شائع کرنے کا اعزاز ایرانیوں ہی کو حاصل ہے۔اس کے علاوہ ان کے اردو کلام کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا گیا ہے۔اقبال کی تمام شاعری ایرانی زبان میں منتقل ہو چکی ہے۔اس کے علاوہ علامہ اقبال کی شخصیت اور فلسفہ پر کئی ایرانی اہل قلم نے مفصل کتابیں لکھیں ہیں۔اقبال کے فکر و فن پر مقالات تو بے شمار ہیں اور مسلسل لکھے جاتے ہیں۔

ایران میں اقبال شناسی کا دور اس وقت شروع ہوا جب ایک ایرانی استاد سید محمد علی داعی الاسلام جو کہ جامعہ عثمانیہ (دکن) میں شعبہ فارسی کے صدر تھے نے علامہ اقبال کی فارسی شاعری پر ایک لیکچر دیا۔اس لیکچر کو بعد میں ''اقبال و شعر فارسی'' کا نام دیا گیا اور یہ 1928ء میں حیدر آباد دکن میں شائع ہوا۔46 صفحات پر مشتمل اس پمفلٹ سے ایران میں اقبال شناسی کی بنیاد پڑی۔

1943ء میں ایران اور ہندوستان میں ادبی و ثقافتی رابطہ استوار کرنے کے لیے ایک انجمن قائم ہوئی۔اس انجمن نے 1944ء میں پہلا یوم منایا۔اگلے سال سید محمد محیط طبائی نے اپنے علمی جلے ''محیط'' کا اقبال نمبر شائع کیا اس طرح ایران میں اقبال شناسی کی روایت اور مضبوط ہو گئی۔

علامہ اقبال کی ایران میں شرکت کی وجہ کئی دانشوروں، نقادوں اور اہل قلم کے مضامین و مقالات ہیں۔لیکن سید محمد طباء طبائی نے اقبال شناسی میں جو کردار ادا کیا وہ نا قابل فراموش ہے۔سب سے پہلا مفصل اور جامع مقالہ انہی کا تحریر کردہ ہے۔اس مقالے کا عنوان 'ترجمان حقیقت' شاعر فارسی محمد اقبال ہے۔یہ مقالہ تہران کے علمی مجلّے ''ارمغان'' میں مئی 1938ء میں شائع ہوا۔یہ مقالہ علامہ اقبال کے انتقال کے ایک ماہ بعد لکھا گیا۔

جن اہل قلم نے اقبال شناسی میں قابلِ ذکر کام کیا ہے ان میں ملک الشعراء بہار، ڈاکٹر غلام حسین یوسفی، مجتبیٰ مینوی، ڈاکٹر احمد علی رجائی، ڈاکٹر ضاء العینسجادی، ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب، ڈاکٹر علی شریعتی، ڈاکٹر حسین خطبی، ڈاکٹر جلال متینی، ڈاکٹر ناظر زادہ کرمانی، ڈاکٹر محمد تقلی مقتدری، سید غلام رضا سعیدی بدیع الزماں فروز انفرا اور احمد احمدی میر جند کے نام لیے جاتے ہیں۔یہ حضرات اقبال شناسی کی روایت میں منفرد زاویوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔نثر کے علاوہ شاعری میں تقریباً ہر شاعر نے کسی نہ کسی صورت میں اقبال کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

علامہ اقبال کی فارسی شاعری میں ایران اور اہل ایران سے گہری محبت کے جذبات موجود ہیں۔

اقبال کے ایک ایرانی مداح ڈاکٹر احمد علی رجائی نے بحیثیت مجموعی علامہ کی زبان اور اسلوب کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ اس قابل ہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے وہ اپنے ایک مقالہ میں اقبال کی شعر گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اقبال کے فارسی کلام میں الفاظ تراکیب اور سبک کے اعتبار سے کوئی مشکل اور ابہام نظر نہیں آتا۔میں یہ بات بلا خوف تردید کہوں گا کہ اقبال کا ایک کمال ان کی سادہ گوئی بھی ہے اور بڑی دل آویزی کے ساتھ وہ فلسفے کے دقیق مسائل بیان کر جاتے ہیں۔سادگی کا ایک اثر یہ ہے کہ بسا اوقات قاری ان کے نکات پر غور کیے بغیر گزر جاتا ہے۔اقبال کی یہ سادگی ان کے مرشد معنوی مولانا جلال الدین رومی اور ایک حد تک خواجہ شیرازی کے سبک سے مشابہ ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختلافی مشقوں کے لیے آج ہی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

سوال نمبر 24۔ مندرجہ ذیل عنونات پر دس دس سطروں کے پیراگراف لکھیں۔

الف) بانگ درا کا تعارف۔

جواب:

علامہ اقبال نے اپنا پہلا اردو مجموعہ کلام 1924ء میں شائع کیا اس مجموعے میں اس وقت تک کے اردو کلام کا انتخاب شامل کیا تھا''بانگ درا'' کے کلام کو انتخاب کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں اپنا بہت سا ابتدائی کلام انہوں نے سرے سے شامل نہیں کیا۔ بہت سارے ایسے اشعار بھی بانگ درا میں شامل نہ ہوسکے جو بے حد مشہور ہو چکے تھے۔ مثلاً طویل نظم''فریاد امت'' کا صرف ایک بند''دل'' کے عنوان سے بانگ درا میں شامل کیا گیا اور دو بند حذف کر دئے گئے۔ جس میں یہ مشہور شعر شامل تھا۔

وعظ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلماں ہوں میں

بانگ درا کی ترتیب یوں ہے کہ اسے تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا دور 1905ء تک کے کلام پر محیط ہے دوسرا 1905ء سے 1908ء تک اور تیسرا دور 1908 سے کتاب کی اشاعت تک پھیلا ہوا ہے۔ ہر دور میں پہلے نظمیں دی گئی ہیں اور آخر میں غزلیں۔ بعض نظموں پر سال تخلیق بھی درج ہے مگر اکثر نظموں کے لیے یہ اہتمام نہیں کیا گیا۔ پوری کتاب میں زمانی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ یعنی پہلے لکھی جانے والی نظمیں پہلے اور بعد میں لکھی جانے والی نظم بعد میں۔ کتاب کے آخر میں ''ظریفانہ'' کے عنوان سے کچھ اشعار، قطعات وغیرہ درج کئے گئے ہیں جو اکبر الہ آبادی کی پیروی میں علامہ اقبال نے لکھے تھے۔ یہ اشعار 1910ء سے 1914ء تک لکھے گئے تھے۔

بانگ درا کے تینوں ادوار کی شاعری موضوعات کی رنگا رنگی اور اسالیب بیان کے تنوع کی وجہ سے پوری اردو شاعری میں منفرد حیثیت رکھتی ہے اگر چہ تینوں ادوار متعدد خصوصیات کی وجہ سے ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں مگر تینوں میں نقطہ نظر کی ایک یکسانیت بھی موجود ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔ پہلا دور : اقبال نے اردو زبان کے تقریباً سبھی شعراء کی طرح شاعری کا آغاز غزل گو شاعر کے طور پر کیا۔ وہ سیالکوٹ اور لاہور کے مشاعروں میں غزل پڑھتے تھے۔ یہ دور پورے ملک میں داغ دہلوی امیر مینائی اور ان کے شاگردوں کی مقبولیت کا تھا۔ علامہ اقبال نے خط و کتابت کے ذریعے سے سیالکوٹ میں ہی داغ کی شاگردی اختیار کر لی تھی اور غزلیں اصلاح کے لیے بھیجنے لگے تھے۔ علامہ اقبال آزاد اور حالی کے مداح تھے سرسید تحریک سے بھی شروع میں بہت متاثر تھے اور انگریزی شعراء سے متاثر ہو کر انہوں نے کئی نظمیں لکھی تھیں۔ بانگ درا کے پہلے دور کی متعدد نظموں کو اقبال نے خود ہی انگریزی شعراء سے موخوذ قرار دیا ہے غرض ان اثرات نے مل جل کر علامہ اقبال کو نظم گوئی کی طرف مائل کیا۔ اقبال کی ان ابتدائی نظموں کے موضوعات زیادہ تر وہی ہیں جو اس دور کے دوسرے نظم نگاروں کے یہاں مل جاتے ہیں۔ انیسویں صدی کے اختتام کے قریب ملک میں سیاسی جموعتوں کا قیام عمل میں آنے لگا اور سیاسی تحریکات شروع ہونے لگی۔ اس زمانے میں انگریزی حکومت کے خوف سے لوگ کھلم کھلا آزادی کا مطالبہ نہیں کرتے تھے اس کے لیے وہ تصویروں اور شاعری اور دوسرے طریقوں سے ملک کی محبت کو اجاگر کرتے تھے۔ اس دور میں علامہ اقبال کا سب سے بڑا موضوع یہی وطنیت تھا۔ ان کی بہت سی نظمیں مثلاً ترانہ ہندی، تصویر درد، نیا شوالہ، صدائے درد، ہندستانی بچوں کا قومی گیت اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ اس زمانے میں اقبال کا خیال تھا کہ آزادی حاصل کرنے کے لیے ہندوؤں اور مسلمانوں کو مل کر جدو جہد کرنی چاہیے مگر انہیں بعد کے تجربات نے یہ سمجھایا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اشتراک و تعاون ممکن نہیں۔

اس دور میں اقبال کا دوسرا بڑا رجحان مناظر فطرت کی تصویر کشی ہے۔ ہمالہ، ابر کوہسار، ایک آرزو، ماہ نو، جگنو، ابر کنار راوی وغیرہ ایسی ہی نظمیں ہیں۔ اس دور میں منظر فطرت کو اقبال نے انسانی زندگی کے پس منظر میں بے حد اہمیت دی ہے۔ انگریزی کے رومانی شعراء میں منظر نگاری کے متعلق نظریات ہیں کہ مناظر فطرت بذات خود حسین ہیں اور جو شخص فطرت کے قریب ہو جائے اس کے دکھ درد دور ہو جاتے ہیں اور مناظر اپنے طور پر کچھ بھی نہیں بلکہ اداس شخص ان میں اداسی محسوس کرتا ہے اور خوش باش شخص ان کے مشاہدے سے خوش ہوتا ہے۔ علامہ اقبال پہلے خیال کے ساتھ متفق ہیں ان کی نظموں میں مناظر فطرت انسان کے لیے سکون بخش قرار دئے گئے ہیں مثلاً ''ایک آرزو'' کا آغاز یوں ہوتا ہے؛۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو۔
شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو
مرتا ہوں خامشی پر، یہ آرزو ہے میری دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

اس دور کے کلام میں کہیں کہیں ایسے موضوعات بھی نظر آتے ہیں جو آگے چل کر ان کے یہاں مرکزی موضوعات کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔ انہوں نے نظریہ خودی پیش کر کے ترقی کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کشمکش اور جدو جہد کو دی ہے۔ یہ نظریہ انہوں نے باگ درا کے تیسرے دور میں پیش کیا ہے مگر پہلے دور میں بھی ایسے اشعار ملتے ہین جن میں جدو جہد اور پیکار حیات کو اہمیت دی گئی ہے۔

کس قدر لذت کشو عقدہ مشکل میں ہے لطف صد حاصل ہمری سعی بے حاصل میں ہے

(آفتاب صبح)

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اس طرح اس دور کی شاعری ملت اسلامیہ کے احساس سے بھی یکسر خالی نہیں۔حضور رسالت مآب ﷺ کی حیات دنوی کا عہدان کے لیے انتہائی کشش کا باعث بن جاتا ہے نظم بلالؓ میں عہد رسالت مآب ﷺ سے ان کے دلی لگاؤ کا اظہار ہوتا ہے۔

دوسرا دور 1905-1908ء: یہ علامہ اقبال کے قیام یورپ کا زمانہ ہے اور اس دور میں تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے ان کی توجہ شاعری کی طرف کم رہی ہے تاہم بانگ درا کے دور دوم میں نظمیں موجود ہیں ان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اقبال نے اپنی زنگی میں جو چند رومانی نظمیں لکھی ہیں ان کا تعلق اس دور سے ہے اس عہد میں اقبال کو اس بات کا قوی احساس ہو گیا تھا کہ میری مخاطب اصل میں ملت اسلامیہ ہے نہ کہ ہندوستان کی تمام قومیں۔اس دور میں بہت سی ایسی نظمیں نظر آتی ہیں جن میں خاص طور پر خطاب مسلمانوں سے کیا گیا ہے مثلاً علی گڑھ کے طلباء کے نام،عبدالقادر کے نام،صقلیہ وغیرہ نظم صقلیہ (سسلی) مسلمانوں کے زوال کا ایک مرثیہ ہے جو کہ انگلستان سے واپسی پر سسلی کے جزیرے سے گزرتے ہوئے لکھا وہاں انہیں مسلمانوں کے عروج کا زمانہ یاد آ گیا۔

تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا | حسن عالم سوز جس کا آتش نظارہ تھا

ایک موقع پر اقبال نے شعر گوئی ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن عبدالقادر اور اپنے استاد آرنلڈ کے سمجھانے پر فیصلہ بدل لیا۔غالباً اسی وقت سے اقبال نے اپنی شاعری کو پورے طور پر ملت اسلامیہ کے لیے وقف کرنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ جو نظم ''عبدالقادر کے نام'' لکھی گئی ہے اس میں اسی مصمم ارادے کا اظہار ہوتا ہے۔

اٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا افق خاور پر | بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں

یہ وہ خیالات ہیں جنہیں علامہ اقبال نے یورپ سے واپس آ کر بار بار اور بڑے یقین سے اپنے کلام میں تمام عمر پیش کیا ہے۔اس دور کی بعض نظموں میں وہ فلسفیانہ رجحانات بھی نظر آتے ہیں جو بعد میں اقبال کے مستقل موضوعات بن گئے۔محبت چاند اور تارے،کوشش نا تمام،پیام عشق،انسان وغیرہ اس قسم کی نظمیں ہیں۔

راز حیات پوچھ لے خضر خجستہ گام سے | اندہ ہر ایک چیز ہے کوشش ناتمام سے (کوشش ناتمام)

وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی | فدا ہو ملت پر یعنی آتش زن طلسم حجاز ہو جا (پیام عشق)

تیسرا دور (1908-1924): بانگ درا کا طویل ترین دور یہی ہے۔اس دور میں نظموں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے ان میں کچھ نظمیں وہ ہیں جو اقبال کے تین فارسی مجموعوں یعنی اسرار خودی رموز بے خودی اور پیام مشرق کی اشاعت سے پہلے کی ہیں۔اور باقی نظمیں فارسی شاعری کے متوازی کہی گئی ہیں چونکہ فارسی نظموں میں علامہ اقبال کا تمام نظام فکر مکمل ہو کر سامنے آ چکا تھا اس لیے اس کے ساتھ اردو شاعری میں بھی انہی خیالات کے مختلف پہلوؤں پر نظمیں لکھی گئی ہیں جو فارسی میں مربوط طریقے سے پیش کئے گئے مثلاً نظریہ خودی کی بعض تفصیلات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔علامہ نے مثنوی اسرار خودی کے ارتقاء کے لیے عشق یا مقصد سے بے پناہ لگاؤ کو انتہائی اہم قرار دیا ہے سوال کرنے یا غیروں سے بھیک مانگنے کو خودی کے لیے زہر قاتل بتایا ہے۔رموز بے خودی میں افراد کو تلقین کی ہے کہ زوال اور ادبار کے زمانے میں ملت سے وابستہ رہیں اور ملت کی بہبود کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کی وقف کر دیں۔ملت کے لیے مرکز سے وابستگی،آئین (قرآن پاک) کی پابندی،ذاتیات سے بالاتری وغیرہ کو ناگزیر قرار دیا ہے یہی خیالات اس دور کی مختلف نظموں میں بڑے متنوع اسلیب میں پیش کئے گئے ہیں۔

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے | جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

پھر وادی فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے | پھر شوق تماشا دے،پھر ذوق تقاضا دے (دعا)

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں | عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ (غزلیات حصہ سوم)

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ | پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اسرار خودی اور رموز خودی کے ذیلی موضوعات کے علاوہ بعض ایسے موضوعات پر علامہ اقبال نے تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔جن کی زیادہ تفصیل ان فارسی مثنویوں میں بھی موجود نہیں۔ایسے موضوعات میں سب سے بڑا موضوع ''وطنیت'' ہے پہلے اقبال ملک کی آزادی کی خاطر مسلم اتحاد کے حامی تھے مگر رفتہ رفتہ انہیں اندازہ ہوا کہ ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کا نباہ زیادہ عرصے تک نہیں ہو سکتا۔اس کی بنیاد اس نکتے پر تھی کہ مغرب نے ہمیں وطنیت کا ایک خاص تصور دیا ہے جو مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ کسی خاص علاقے میں رہنے والے تمام افراد خواہ ان کا تعلق کسی مذہب یا نسل وغیرہ سے ہو۔اس ملک کے شہری ہونے کے سبب ایک قوم کے فرد ہوتے ہیں۔تاریخ اسلام کے سب سے پہلے دور ہی میں رسول اکرم ﷺ نے جب اسلام کا پیغام اہل مکہ کو پہنچایا تو کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگوں نے مخالفت پر کمر باندھ لی۔مسلمان اور کافر ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے ایک ہی زبان بولتے تھے اور ایک ہی علاقے میں رہتے تھے مگر اس کے باوجود کفر اور اسلام اکھٹے نہ ہو سکے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملت ایک علاقے،زبان یا نسل سے نہیں بنتی۔اس سے آگے بڑھیے تو حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ مختلف نسلوں علاقوں اور زبانوں سے تعلق رکھتے تھے مگر اسلام کی عالمگیر برادری کے اتنے ہی معزز رکن تھے جتنے دوسرے صحابہ کرامؓ تھے۔ان باتوں سے اقبال اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام نے علاقائی وطنیت کا تصور ہمیں نہیں دیا بلکہ عقیدے کی بنیاد پر ملت کا تصور دیا ہے۔گویا دنیا بھر میں مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں وہ ایک ہی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

03455004551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

عالمگیر برادری کے ارکان ہیں۔انہوں نے اس تصور کو اپنی کئی نظموں میں بیان کیا ہے بلاد اسلامیہ، وطنیت (یونی وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے) ترانہ ملی اور مذہب کے زیر عنوان لکھی ہوئی نظمیں اس نظریہ کو بڑی وضاحت سے پیش کرتی ہیں۔اسی تصور کی بدولت اقبال ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا سے چل کر مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا تک پہنچے۔

ب) بال جبریل کا تعارف۔

جواب۔

بال جبریل: بال جبریل کی غزلیات کا تعلق علامہ اقبال کی چوتھے دور کی غزلیات سے ہے۔بال جبریل 1935ء میں شائع ہوئی۔بانگ درا اور بال جبریل کی اشاعت میں گیارہ سال کا فرق ہے اس وقت تک اقبال کی شاعری نہ صرف ارتقائی منازل طے کر چکی تھی بلکہ اقبال کی فکری حیثیت بھی متعین ہو چکی تھی۔اب اقبال اپنی فکر کے مخصوص نتائج تک پہنچ چکے تھے لہذا اب بات کہنے کے انداز میں اعتماد کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا جوش اور سرستی بھی نظر آتی ہے:

؎ حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں — میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں
تو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا — میں ہی تو راز تھا سینہ کائنات میں

؎ پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن — مجھ کو پھر نغموں پر اکسانے لگا مرغ چمن

ہر دور میں اقبال کی غزلوں میں موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے تبدیلی پیدا ہوتی گئی۔اقبال کی شاعری میں بال جبریل کی غزلیات بے حد متنوع شکل اختیار کر گئیں۔غزل میں چونکہ علامہ کا موضوع جدید اور نیا تھا لہذا اسلوب بھی نیا رنگ اختیار کرتا گیا متنوع اور نئے افکار نے اسلوب میں جدت پیدا کی۔حضرت علامہ نے نئی نئی تراکیب وضع کیں۔غزل کے روائتی اور متعدد بار استعمال شدہ الفاظ مثلاً محمل، لیلیٰ، لالہ، شوق، بلبل، پروانہ گیسو اور حسن و عشق کو انہوں نے اپنی خلاقی کے زور سے طرح طرح کے معنی پہنا کر ان میں نئی روح پھونک دی۔غزل کی روایتی زبان کو غزل ہی میں اس طرح استعمال کرنا کہ ایک لفظ مختلف انداز میں زیور معانی سے آراستہ معلوم ہو اقبال کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

اقبال کی غزلوں کی سب سے اہم اور نمایاں خوبی غزل کی زبان کا نیا پن ہے اقبال کی غزل کی زبان اردو کے تمام شعراء کی زبان سے مختلف ہے چونکہ اقبال کا پیغام نیا تھا لہذا اس کے لیے اقبال کو اپنی غزل میں نئے انداز کی تراکیب بھی وضع کرنا پڑیں اقبال نے اپنی فلسفیانہ فکر کے اظہار کے لیے غزل کی زبان استعمال کی بقول آل احمد سرور" اقبال نے میر و غالب کی زبان سے نطشے، برگساں، رومی، مارکس، گوئٹے اور ملٹن کے خیالات کی ترجمانی کی" اقبال نے پہلی بار غزل میں قوموں کے عروج و زوال، تاریخ عالم، قرآنی تعلیمات، بین الاقوامی مسائل اور مشرق و مغرب کے مزاج کے فرق کو غزل کا موضوع بنایا۔اس بنا پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مضامین کے اعتبار سے اقبال نے غزل میں ایک انقلاب برپا کیا۔اقبال نے غزل جیسی لطیف اور نرم و نازک صنف شاعری میں فلسفے کے دقیق اور ٹھوس مسائل کو بڑی خوبصورتی سے داخل غزل کیا۔غزل کی دنیا میں اس انقلاب سے اقبال کے بعد آنے والے شعراء بھی بڑی حد تک متاثر ہوئے اور ان کے مزاج پر اقبال کے اثرات نمایاں ہیں۔اقبال کا کمال یہ ہے کہ ان کی غزلوں میں تاثیر شیرینی تغزل اور شعریت جیسی وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جنہیں ایک اچھی غزل کے لوازم کہا جا سکتا ہے۔اقبال کی غزل میں نئے انداز کی زبان اور موضوعات کی وسعت کے بعد ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اُن کی غزل کا ہے نہایت توانا ہے لہجے کی توانائی اقبال کی غزل میں

؎ خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں — وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد
مقام شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں — انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

زبان اور موضوعات کی تبدیلی کا فطری نتیجہ ہے۔اقبال کی غزل کا لہجہ برعکس اردو غزل کے دوسرے بیشتر شعراء کے جن کا لہجہ افسردگی آمیز اور مایوسانہ ہے۔امید افزا ہے کی اس مثبت تبدیلی سے بھی اردو غزل ایک نئے رنگ سے آشنا ہوئی۔

ج) علامہ اقبال کا سفر یورپ۔(1905 سے 1908)

جواب۔

اقبال کا پہلا سفر یورپ: دسمبر 1905 کو علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی ٹرنٹی کالج میں داخلہ لے لیا چونکہ کالج میں ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے لیے گئے تھے اس لیے ان کے لیے عام طالب علموں کی طرح ہوسٹل میں رہنے کی پابندی نہ تھی۔قیام کا بندوبست کالج سے باہر کیا۔ابھی یہاں آئے ہوئے ایک مہینے سے کچھ اوپر ہوا تھا کہ بیرسٹری کے لیے لنکنز اِن میں داخلہ لے لیا۔اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔بعد میں آپ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے آپ نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

سر عبدالقادر بھی یہیں تھے۔اسی زمانے میں کیمبرج کے استادوں میں وائٹ ہیڈ، میگ ٹیگرٹ، وارڈ، براؤن اور نکلسن ایسی نادرِ روزگار اور شہرۂ آفاق ہستیاں بھی شامل تھیں۔میگ ٹیگرٹ اور نکلسن کے ساتھ اقبال کا قریبی ربط ضبط تھا بلکہ نکلسن کے ساتھ تو برابر کی دوستی اور بے تکلفی پیدا ہو گئی۔البتہ میگ ٹیگرٹ کی جلالت علمی کے ساتھ ان کی عمر بھی تھی، وہ اقبال سے خاصے بڑے تھے جب کہ نکلسن کے ساتھ سن کا کوئی ایسا تفاوت نہ تھا۔میگ ٹیگرٹ ٹرنٹی کالج میں کانٹ اور ہیگل کا فلسفہ

03345504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

پڑھاتے تھے۔خود بھی انگلستان کے بڑے فلسفیوں میں گِنے جاتے تھے۔ براؤن اور نکلسن عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر تھے۔آگے چل کر نکلسن نے اقبال کی فارسی مثنوی ''اسرارِ خودی'' کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو اگرچہ اقبال کو پوری طرح پسند نہیں آیا مگر اس کی وجہ سے انگریزی خواں یورپ کے شعری اور فکری حلقوں میں اقبال کے نام اور کام کا جزوی سا تعارف ضرور ہوگیا۔انگلستان سے آنے کے بعد بھی اقبال کی میگ ٹیگرٹ اور نکلسن سے خط و کتابت جاری رہی۔

آرنلڈ جو کیمبرج میں نہیں تھے،لندن یونیورسٹی میں عربی پڑھاتے تھے،لیکن اقبال بڑی باقاعدگی سے ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ ہر معاملے میں ان کا مشورہ لے کر ہی کوئی قدم اُٹھاتے۔انھی کے کہنے پر میونخ یونیورسٹی میں پی۔ایچ۔ڈی کے لیے رجسٹریشن کروائی۔کیمبرج سے بی۔اے کرنے کے بعد جولائی 1907ء کو ہائیڈل برگ چلے گئے۔تاکہ جرمن زبان سیکھ کر میونخ یونیورسٹی میں اپنے تحقیقی مقالے کے بارے میں اس زبانی امتحان کی تیاری ہو جائے جو اسی زبان میں ہوتا تھا۔یہاں چار ماہ گزارے۔''ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقاء'' کے عنوان سے اپنا تحقیقی مقالہ پہلے ہی داخل کر چکے تھے،ایک زبانی امتحان کا مرحلہ ابھی رہتا تھا،اس سے بھی سرخروئی کے ساتھ گزر گئے۔4 نومبر 1907ء کو میونخ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ دے دی۔1908ء میں یہ مقالہ پہلی بار لندن سے شائع ہوا۔انتساب آرنلڈ کے نام تھا۔

ڈاکٹریٹ ملتے ہی لندن واپس چلے آئے۔ بیرسٹری کے فائنل امتحانوں کی تیاری شروع کر دی۔کچھ مہینے بعد سارے امتحان مکمل ہو گئے۔جولائی 1908ء کو نتیجہ نکلا۔کامیاب قرار دیے گئے۔اس کے بعد انگلستان میں مزید نہیں رُکے،وطن واپس آ گئے۔

لندن میں قیام کے دوران میں اقبال نے مختلف موضوعات پر لیکچروں کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا،مثلاً اسلامی تصوّف،مسلمانوں کا اثر تہذیب یورپ پر،اسلامی جمہوریت،اسلام اور عقلِ انسانی وغیرہ بدقسمتی سے ان میں ایک کا بھی کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔ایک مرتبہ آرنلڈ لمبی رخصت پر گئے تو اقبال ان کی جگہ پر لندن یونیورسٹی میں چند ماہ کے لیے عربی کے پروفیسر مقرر رہے۔

مئی 1908ء میں جب لندن میں آل انڈیا مسلم لیگ کی برٹش کمیٹی کا افتتاح ہوا تو ایک اجلاس میں سیّد امیر علی کمیٹی کے صدر چنے گئے اور اقبال کو مجلسِ عاملہ کا رُکن نامزد کیا گیا۔اسی زمانے میں انھوں نے شاعری ترک کر دینے کی ٹھان لی تھی،مگر آرنلڈ اور اپنے قریبی دوست شیخ عبدالقادر کے کہنے پر یہ ارادہ چھوڑ دیا۔فارسی میں شعر گوئی کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی۔قیامِ یورپ کے دوران میں اقبال کے دو بنیادی خیالات تبدیل ہونے شروع ہوئے۔اقبال وطنی قومیّت اور وحدت الوجود کی طرف میلان رکھتے تھے۔اب وہ میلان گریز میں بدلنے لگا تھا۔خاص طور پر وطنی قومیت کے نظریے کے تو اس قدر خلاف ہو گئے جسے نفرت کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔

یورپ پہنچ کر انھیں مغربی تہذیب وتمدّن اور اس کی رُوح میں کار فرما مختلف تصوّرات کو براہِ راست دیکھنے کا موقع ملا۔مغرب سے مرعوب تو خیر وہ کبھی نہیں رہے تھے،نہ یورپ جانے سے پہلے نہ وہاں پہنچنے کے بعد۔بلکہ مغرب کے فکری،معاشی،سیاسی اور نفسیاتی غلبے سے آنکھیں چرائے بغیر انھوں نے عالمی تناظر میں امتِ مسلمہ کے گزشتہ عروج کی بازیافت کے لیے ایک وسیع دائرے میں سوچنا شروع کیا۔یہاں تک کہ ان پر مغربی فکر اور تہذیب کا چھپا ہوا بودا پن منکشف ہوگیا۔جولائی 1908ء میں وطن کے لیے روانہ ہوئے۔بمبئی سے ہوتے ہوئے 25 جولائی 1908ء کی رات دہلی پہنچے۔

سوال نمبر 25۔ علامہ اقبال کے ذہنی وفکری ارتقاء کے پہلے دور کا احاطہ کریں۔

جواب:

انگلستان سے واپس آ کر کاروباری مصروفیات اور اپنے نجی مسائل کی پریشانیوں کے باوجود اقبال نے ان قومی مقاصد کی خاطر فکری وعملی پیش رفت جاری رکھی جنھیں نصب العین قرار دے چکے تھے۔اس دور میں نثری مقالات انگریزی میں لکھے گئے اور شعری اظہار وقفے وقفے سے لیکن زیادہ تر اردو میں ہوتا رہا۔

مقالات میں "Islam As a Moral and Political Ideal" ہندوستان ریویو جولائی۔دسمبر 1909ء میں چھپا۔

دسمبر 1910ء میں اقبال نے علی گڑھ کے اسٹریچی ہال میں ایک خطبہ بعنوان "The Muslim Community A Sociological Study" دیا اس کا اردو ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے ''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے عنوان سے کیا تھا۔اس سلسلے کا تیسرا مضمون Political thoughts in Islam ہندوستان ریویو (1910ء) میں چھپا۔

اقبال اس زمانے میں (اپریل 1910ء تا چند ماہ بعد) بیاض کے طور پر "Stray Reflections" کے عنوان سے اپنے ذہنی تاثرات انگریزی میں رقم کرتے رہے جو ان کے ذہنی ارتقاء کے مطالعے کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔علاوہ ازیں وہ خطوط بھی قابلِ ذکر ہیں جو نجی احساسات کے ضمن میں مس عطیہ کو اور فکری احساسات کے ماتحت اکبرالہ آبادی کو لکھے گئے۔شعری تخلیق کے سلسلے میں یورپ سے واپس سفر کے دوران میں بحیرہ روم سے گزرتے ہوئے جو تاثرات اقبال کے ذہن میں ابھرے،وہ نظم ''صقلیہ'' (جزیرہ سسلی) میں منعکس ہیں۔احیائے ملی کے لئے مسلمانوں کے تاریخی ورثے اور آثار کو اقبال ایک خاص فکری و جذباتی زاویے سے دیکھنے لگے تھے کیونکہ ماضی کی عظیم الشان روایت سے ذہنی وقلبی رابطہ قائم کر کے ہی افرادِ ملت میں خود اعتمادی کا احساس پیدا ہوسکتا تھا جو مستقبل کی تعمیر کے لئے ان کے نزدیک از بس ضروری تھا۔

1911ء میں طرابلس الغرب (لیبیا) پر اٹلی نے حملہ کیا۔چند ترک جرنیل (انور بے،مصطفیٰ کمال وغیرہ) بدقت تمام وہاں پہنچے اور عرب قبائل کو منظّم کر کے

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے سائنس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

دفاعی جنگ لڑنے لگے۔ 1912ء میں بلقانی ریاستوں نے متحدہ محاذ بنا کر یورپی طاقتوں کی ایماء سے عثمانی سلطنت کے قلب پر حملہ کر دیا اور یلغار کر کے ادرنہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ پے درپے سانحات عالم اسلام کو توڑ پا گئے۔ اقبال نے بھی ملت اسلامیہ کے اس درد وغم کو شدت سے محسوس کیا۔ اس ہیجانی دور میں ان کی اردو شاعری اس درد وغم سے لبریز ہوگئی۔ یہ نظمیں قومی مجالس میں پڑھی گئیں اور اخباروں اور کتابچوں میں شائع ہوئیں "شکوہ" اپریل 1911ء میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے میں پڑھا گیا۔ اگلے سال (1912ء میں) "جواب شکوہ" باغ بیرونی موچی دروازہ کے ایک جلسہ عام میں سنایا گیا۔ "عندلیب حجاز کی نذر" (حضور رسالت پناہی میں) شاہی مسجد لاہور کے ایک جلسے میں پڑھی گئی۔ گورستان شاہی، غرہ شوال، فاطمہ بنت عبداللہ، محاصرا درنہ، نوید صبح، شمع وشاعر یہ نظمیں بھی اسی دوران میں لکھیں گئیں۔ آخر الذکر نظم انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں 16 اپریل 1912ء کو سنائی گئی۔ یہ نظمیں قومی سوز و درد سے لبریز ہیں۔ فکر انگیز پیغام کے ساتھ ساتھ امید ورجا کی روشنی بھی ان میں موجود ہے۔ ان نظموں کے ذریعے سے اقبال شاعر ملت کی حیثیت سے برصغیر کے خاص و عام میں مقبول ہوگئے۔

ہیجانی دور کی ان مقبول عام تخلیقات سے قطع نظر اقبال اس زمانے میں تنہائی کے شدید احساس میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ حقیقت میں اسے ہم فکری کرب کا ایک ایسا عبوری دور کہہ سکتے ہیں جس میں ہجوم افکار اقبال کے قلب و ذہن میں ایک طوفان کی طرح امڈ رہا تھا لیکن اسے منضبط مربوط انداز میں اظہار کی صورت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ 1910ء کی تحریر کردہ "Stray Reflections" افکار پریشان کی چند لہریں اس کی جھلک دکھاتی نظر آتی ہیں۔ انہیں لہروں میں اقبال کے فلسفہ حیات "خودی" کے ابتدائی نقوش بھی ملتے ہیں لیکن خودی کے بجائے "شخصیت" کے عنوان سے۔ اس "شخصیت" کی جھلک آپ بھی دیکھتے چلیے تاکہ آگے چل کر اقبال کے "کو سمجھنے میں مدد ملے:۔

"شخصیت" کی بقا کوئی کیفیت نہیں بلکہ ایک طریق عمل ہے۔ میرا خیال ہے کہ روح بدن کی تفریق نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ کئی مذہبی نظام اسی باطل تفریق پرمبنی ہیں۔ انسان اصلاً ایک توانائی ایک قوت یا قوتوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس کے عناصر کی ترتیب میں اختلافات کی گنجائش ہے۔ ان قوتوں کی ایک مخصوص ترتیب کا نام شخصیت ہے۔

شخصیت انسان کا عزیز ترین سرمایہ ہے۔ لہذا اسی کو خیر مطلق قرار دینا چاہیے اور ان تمام اعمال کی قدر و قیمت کو اسی معیار پر پرکھنا چاہیے خوب وہ ہے جو شخصیت کو تقویت پہنچے تو دراصل ہم موت کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ موت جس کی ضرب سے ہماری شخصیت کی اندرونی قوتوں کی ترتیب گڑ بڑ ہو جاتی ہے۔ پس شخصیت اپنے اختیار میں ہے۔ اس کے حصول کے لئے جدوجہد ضروری ہے۔

اسرار خودی کی تخلیق کا آغاز 1911ء میں ہو چکا تھا۔ بیگم عطیہ کے نام ایک خط میں اقبال نے اس کی شان نزول یہ بتائی ہے۔

"قبلہ والد صاحب نے فرمائش کی ہے کہ حضرت بوعلی قلندر کی مثنوی کی طرز پر ایک فارسی مثنوی لکھوں۔ اس راہ کی مشکلات کے باوجود میں نے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے حضرت بوعلی قلندر کی مثنوی مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی معنوی کی پیروی میں لکھی گئی تھی اور مولانا روم نے خواجہ فریدالدین عطار کی مثنوی "منطق الطیر" سے متاثر ہو کر اپنی مثنوی کا آغاز کیا تھا۔

اسرار خودی کے تخلیقی محرک کے سلسلے میں اقبال 18 اکتوبر 1915ء کو اکبر الہ آبادی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔ "مذہب بغیر قوت کے محض ایک فلسفہ۔ یہ نہایت صحیح مسئلہ ہے اور حقیقت میں مثنوی لکھنے کے لیے یہی خیال محرک ہوا۔ میں گذشتہ دس سال سے اسی پیچ و تاب میں ہوں۔

تخلیق کا یہ سلسلہ وقفے وقفے سے چند سال تک جاری رہا۔ 1914ء میں اس کا بیشتر حصہ لکھا جا چکا تھا۔ اس سال انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں اقبال نے زیر تالیف مثنوی کے بعض مقامات پڑھ کر سنائے۔ مہاراجہ کشن پرشاد کے نام ایک خط (مورخہ 7 مارچ 1914ء) میں اقبال لکھتے ہیں۔ "فارسی مثنوی کیا شعار ساتھ ساتھ ہو رہے ہیں۔ اس مثنوی کو میں اپنی زندگی کا مقصد تصور کرتا ہوں۔ میں مر جاؤں گا، یہ زندہ رہنے والی چیز ہے۔ مولانا غلام قادر گرامی کے نام ایک خط (مورخہ جولائی 1914ء) میں لکھتے ہیں، گذشتہ سال ایک مثنوی فارسی لکھنی شروع کی تھی۔ ہنوز ختم نہیں ہوئی۔ اس کے اختتام کی امید بھی نہیں۔ خیالات کے اعتبار سے مشرق اور مغربی لٹریچر میں یہ مثنوی ختم ہوگئی ہے۔ مطمئن ہو جاؤں تو اس کے چھپوانے کی فکر کروں۔ ایسی ہی اطلاع گرامی کو 18 جنوری 1915ء کے خط میں دی گئی ہے۔ اور خواجہ حسن نظامی کو فروری 1915ء کے خط میں اس مثنوی کے لئے کوئی موزوں سا عنوان تجویز کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔

مختلف احباب سے مشورے کے بعد آخر اس مثنوی کا نام "اسرار خودی" طے پاتا ہے اور یہ مثنوی ستمبر 1915ء کے دوسرے ہفتے میں چھپ کر منظر عام پر آ جاتی ہے۔ اسرار خودی کی اشاعت کے بعد مخالف اور موافق بحث کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ مخالفانہ بحث مثنوی کے اصل موضوع کی بجائے تمہید کے ان اشعار سے شروع ہوئی جن میں اقبال نے حافظ شیرازی کے مسلک اور افلاطون کے نظریے پر تنقید کرتے ہوئے عجمی تصوف پر اعتراض کیا تھا۔ خواجہ حسن نظامی سمیت صوفیں کے ایک گروہ نے اسے تصوب پر حملہ تصور کیا اقبال نے خود بھی اس قلمی مباحثے میں حصہ لیا اور خودی کے بارے میں اپنے نقطہ نظر اور تصوف کے مسئلے پر اپنے موقف کی وضاحت کی۔ "وکیل" امرتسر میں ان کے یہ مضامین شائع ہوئے "اسرار خودی اور تصوف: (15 جنوری 1916ء) "سر اسرار خودی" (9 فروری 1916ء) علم ظاہر و علم باطن" (28 جون 1916ء) "تصوف وجودیہ" (13 دسمبر 1916ء) ان کا ارادہ تصوف کی تاریخ لکھنے کا بھی تھا کہ وہ حقیقی اسلامی تصوف اور تصوف وجودیہ (جس کا ان کے نزدیک اسلام سے قطعاً کوئی علاقہ نہیں) کا فرق واضح کر سکیں لیکن عدم الفرصتی اور علالت کی وجہ سے وہ اس سلسلہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں
میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں
0331-5504551 Download free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

کو جاری نہ رکھ سکے۔

''اسرار خودی'' کے نزول کے بارے میں اقبال نے اپنی ذہنی کیفیت کا نقشہ شاد کے نام ایک خط (مورخہ 14 اپریل 1916ء) میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مثنوی ایک مقصد سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے اور اس کے لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے اس کا دوسرا حصہ لکھا جائے گا۔ اقبال کو اس امر کا اندازہ تھا کہ اس کی مخالفت بھی ہوئی زوال اور انحطاط کا شکار ہونے والی قوم اپنے تباہ و برباد کرنے والے اسباب کو اپنے حق میں بہت خیال کرتی ہے مگر من نوائے شاعر فرداستم اور:

نا امید زیاران قدیم
طور من سوزد کہ می آید کلیم

لیکن مخالفت اس مثنوی کے اثرات کو ختم نہیں کر سکے گی۔

اس بحث و تمحیص کے ساتھ ساتھ 1916ء میں مثنوی کے دوسرے حصہ ''رموز بیخودی'' کی تخلیق کا سلسلہ جاری تھا۔ اقبال اپنی ذہنی وجذباتی کیفیات کے سلسلے میں نیاز الدین خاں کے نام ایک خط (مورخہ 2 مارچ 1917ء) میں لکھتے ہیں:

''میں لاہور کے ہجوم میں رہتا ہوں مگر زندگی تنہائی کی بسر کرتا ہوں۔ مشاغل ضروری سے فارغ ہوا تو قرآن یا عالم تخیل میں قرون اولیٰ کی سیر۔ مگر خیال کیجیے جس زمانے کا تخیل اس قدر حسین وجمیل وروح افزا ہے وہ زمانہ خود کیسا ہوگا۔

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا اس کا

مثنوی کا دوسرا حصہ جس کا نام ''رموز بے خودی'' ہوگا۔ انشاءاللہ اس سال کے ختم ہونے سے پیشتر ختم ہو جائے گا۔''

1917ء میں بھی اقبال دوسرے حصے کی تکمیل میں مصروف رہے۔ مختلف احباب کے نام خطوط میں اس تخلیقی کاوش کا تذکرہ ملتا ہے جو اقبال کی ذہنی سرگذشت اور ان کے افکار کے سلسلے میں اہم ہے۔ نیاز الدین خاں کے نام 27 جون 1917ء کو ایک خط میں رقم طراز ہیں۔

''رموز بے خودی کو میں اپنے خیال میں ختم کر چکا تھا۔ مگر پرسوں معلوم ہوا کہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ ترتیب مضامین کرتے وقت یہ بات ذہن میں آئی کہ ابھی دو تین ضروری مضامین باقی ہیں۔ یعنی قرآن اور بیت الحرام کا مفہوم ومقصود حیات ملیہ اسلامیہ میں کیا ہے۔ ان مضامین کے لکھ چکنے کے بعد اس حصہ مثنوی کو ختم سمجھنا چاہیے مگر ایسے ایسے مطالب ذہن میں آ رہے ہیں کہ خود مسلمانوں کے لئے موجب حیرت پیش نہیں کیا گیا۔ نئے سکول کے مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ یورپ جس قومیت پر ناز کرتا ہے وہ محض بودے اور سست تاروں کا بنا ہوا ایک ضعیف چیتھڑا ہے۔ قومیت کے اصول حق صرف اسلام نے ہی بتائے ہیں جن کی پختگی اور پائیداری مرور ایام واعصار سے متاثر نہیں ہو سکتی۔ گرامی کے نام یکم جولائی 1917ء کے مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''دوسرا حصہ قریب الاختتام ہے مگر اب تیسرا حصہ ذہن میں آ رہا ہے اور مضامین دریا کی طرح اُمڈے آ رہے ہیں اور حیران ہو رہا ہوں کہ کس کس کو نوٹ کروں۔ اس حصے کا مضمون ہوگا'' ۔ حیات مستقبل اسلامیہ'' میری سمجھ اور علم میں یہ تمام باتیں قرآن شریف میں موجود ہیں اور استدلال ایسا صاف وواضح ہے کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تاویل سے کام لیا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے قرآن شریف کا یہ مخفی علم مجھ کو عطا کیا ہے۔ میں نے پندرہ سال تک قرآن پڑھا ہے اور بعض آیات وسورتوں پر مہینوں بلکہ برسوں غور کیا ہے اور اتنے طویل عرصے کے بعد مندرجہ بالا نتیجے پر پہنچا ہوں مگر اس کا لکھنا آسان نہیں۔

نیاز الدین خاں کو 4 نومبر 1917ء کے خط میں لکھتے ہیں:

دوسرے حصے کے مضامین سے پہلے حصے پر کافی روشنی پڑے گی اور بہت سی تر جیحات جو پہلے حصے کے اشعار کی، کی رہی ہے خود بخود غلط ہو جائے گی۔ اسلامی نیشلزم کی حقیقت اس سے واضح ہو گئی اور یہ کہنے میں کوئی مبالغہ یا خودستائی نہیں کہ اس رنگ کی کوئی نظم یا نثر اسلامی لٹریچر میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ نومبر 1917ء کے آخر میں ''رموز بے خودی'' اختتام کو پہنچی۔ 27 نومبر کو اقبال اس امر کی اطلاع نیاز الدین کو دیتے ہیں۔ 27 دسمبر کی یہ اطلاع بھی قابل ذکر ہے ''مثنوی کل سنسر کے محکمے سے واپس آ گئی ہے۔ انشاءاللہ آج کاتب کے حوالے کی جائے گی۔ اپریل 1918ء میں رموز بے خودی چھپ کر منظر عام پر آ جاتی ہے اور اس کے فوراً بعد اسرار خودی کا دوسرا ایڈیشن تیار کیا جاتا ہے اور اس میں حافظ شیرازی کے بارے میں اشعار خارج کر کے ''درحقیقت شعر واصلاح ادبیات اسلامیہ'' کے عنوان سے نئے اشعار شامل کیے جاتے ہیں۔ اس طرح اسرار ورموز کی یہ منزل تکمیل کو پہنچتی ہے۔

اسرار خودی اور رموز بے خودی اقبال کے بنیادی فلسفہ حیات کی ترجمان ہیں۔ ان کا باقی کلام اس کی توضیح وتفسیر کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان تخلیقات کا مخلص پیش کر دیا جائے۔ مختصر اور آسان ترین لفظوں میں خودی کا مطلب ہے خود کو پہچاننا اور پہچان کر عمل اور محنت کے ذریعے سے بڑے مقاصد کی تکمیل کرنا۔ فرد اپنی خودی (شخصیت) کی تعمیر کے بعد اپنے آپ کو اجتماعی مقاصد کے لیے وقف کر دیتا ہے اور اپنی خودی کو ملت کی اجتماعی خودی میں ضم کر دیتا ہے (اس مرحلے کو اقبال بے خودی قرار دیتے ہیں) فرد اور جماعت کا یہ رابطہ بالکل فطری اور ایک دوسرے کی بقاء کے لیے ضروری ہے۔ اسی رابطے سے ایسا مثالی معاشرہ جنم لیتا ہے جو سرتاپا احکام الٰہی کا پابند ہو کر نیابت الٰہی کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اسرار اور رموز کے ان دونوں مرحلوں کے چند مدارج اور لوازم فکر اقبال کے مطابق یہ ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اقبال اسرار خودی میں بتاتے ہیں کہ نظام عالم کا منبع و سرچشمہ خودی ہے۔تمام مظاہر کائنات میں خودی کی شان جلوہ گر ہے۔گویا یہ جہان رنگ و بو خدا کی خودی مطلق نے تخلیق کیے ہیں۔اپنا اظہار خودی کی فطرت ہے اور وہ تخلیق کے لیے بیتاب ہے۔وہ اپنے اثبات کے لئے نئے نئے پیکر بناتی رہتی ہے۔خودی مقاصد کے ہونے اور پیدا کرنے پر موقوف ہے۔زندگی مدعا اور مقصد سے قائم ہے۔زندگی کا راز جستجو میں ہے اور جستجو آرزو کے اندر جنم لیتی ہے۔ہم انہی آرزوؤں کے پیدا ہونے اور ان کے لئے سرگرم ہونے ہی میں زندگی ہے:

ماز تخلیق مقاصد زندہ ایم   از شعاع آرزو تا بندہ ایم

سوال نمبر 26۔ علامہ اقبال کے حالات زندگی قلم بند کریں۔

جواب۔

اقبال کے حالات زندگی: علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستدان، مسلم صوفی اور تحریک پاکستان کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔اردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے اور یہی ان کی بنیادی وجۂ شہرت ہے۔شاعری میں بنیادی رجحان تصوف اور احیائے امت اسلام کی طرف تھا۔علامہ اقبال کو دور جدید کا صوفی سمجھا جاتا ہے۔بحیثیت سیاستدان ان کا سب سے نمایاں کارنامہ نظریۂ پاکستان کی تشکیل ہے جو انہوں نے 1930ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے پیش کیا تھا۔یہی نظریہ بعد میں پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔گو کہ انہوں نے اس نئے ملک کے قیام کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن انہیں پاکستان کے قومی شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال 9 نومبر 1877 کو سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے، ماں باپ نے نام محمد اقبال رکھا۔انہوں نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہی حاصل کی اور مشن ہائی اسکول سے میٹرک اور مرے کالج سیالکوٹ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔شعر و شاعری کا شوق بھی آپ کو یہیں پیدا ہوا اور اس شوق کو فروغ دینے میں آپ کے ابتدائی استاد مولوی میر حسن کا بڑا دخل تھا۔لاہور کے بازار حکیماں کے ایک مشاعرے میں انہی دنوں اقبال نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اس شعر کا سننا تھا کہ محفل مشاعرہ میں موجود افراد پھڑک اٹھے اور مرزا ارشد گورگانی نے اسی وقت پیشگوئی کی کہ اقبال مستقبل کے عظیم شعراء میں سے ہوگا۔

ایف اے کرنے کے بعد آپ اعلیٰ تعلیم کے لیے لاہور چلے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاس کیے یہاں آپ کو پرفیسر آرنلڈ جیسے فاضل شفیق استاد مل گئے۔1905 میں علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔بعد میں آپ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے آپ نے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ابتداء میں آپ نے ایم اے کرنے کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے لیکن آپ نے بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنایا۔وکالت کے ساتھ ساتھ آپ شعر و شاعری بھی کرتے رہے۔1926ء میں آپ پنجاب قانون ساز اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔آپ آزادی وطن کے علمبردار تھے۔سیاسی تحریکوں میں حصہ لیتے تھے۔مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے آپکا الہ آباد کا مشہور صدارتی خطبہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے اس خطبے میں آپنے پاکستان کا تصور پیش کیا۔1931ء میں آپنے گول میز کانفرنس میں شرکت کر کے مسلمانوں کی نمائندگی کی۔آپ کی تعلیمات اور قائداعظم کی ان تھک کوششوں سے ملک آزاد ہو گیا اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔لیکن پاکستان کی آزادی سے پہلے ہی علامہ انتقال کر گئے تھے۔لیکن ایک عظیم شاعر اور مفکر کے طور پر قوم ہمیشہ ان کی احسان مند رہے گی۔جس نے پاکستان کا تصور پیش کر کے برصغیر کے مسلمانوں میں جینے کی ایک نئی آس پیدا کی۔

شاعر مشرق علامہ اقبال حساس دل و دماغ کے مالک تھے آپ کی شاعری زندہ شاعری ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔یہی وجہ ہے کہ کلام اقبال دنیا کے ہر حصے میں پڑھا جاتا ہے اور مسلمانان عالم اسیبڑی عقیدت کے ساتھ زیر مطالعہ رکھتے اور ان کے فلسفے کو سمجھتے ہیں۔اقبال نے نئی نسل میں انقلابی روح پھونکی اور اسلامی عظمت کو اجاگر کیا۔ان کے کئی کتابوں کے انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، چینی، جاپانی اور دوسرے زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔جس سے بیرون ملک بھی لوگ آپ کے معترف ہیں۔بلا مبالغہ علامہ اقبال ایک عظیم مفکر مانے جاتے ہیں۔

تعلیم۔

اقبال نے دستور کے مطابق تقریباً پانچ سال کی عمر میں مسجد شوالہ والی اور مسجد میر حسام الدین محلّہ کشمیریاں کے مدرسے میں قرآن مجید نظرہ اور فارسی کی مروجہ ابتدائی کتب سے مطالعے کا آغاز کیا اور چند سال (چند سال سے مراد تین سال ہو سکتے ہیں) یہ سلسلہ جاری رہا۔ہم تصور کر سکتے ہیں گھر کی تربیت اور مکتب کی تعلیم نے اقبال کے ذہنی سانچے کو دین اسلام کے بنیادی تصورات (توحید و رسالت) اور مسلمانوں کی تہذیبی و معاشرتی اقدار کے مطابق ڈھالنے میں خاص حصہ لیا ہوگا۔یہ پختہ بنیاد لے کر اقبال سکاچ مشن سکول میں جدید درسی نظام سے روشناس ہوتے ہیں یہاں بھی مولوی سید میر حسن جیسے فاضل اور مشفق استاد کی رہنمائی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں ۔

میسر آئی ۔ جو انہیں ادب کے حوالے سے خیر شر میں تمیز کرنا اور اوراپنے کردار کو حسن ، خیر اور صداقت کی راہوں پر چلنا سکھاتی ہے ۔ بچپن کی معصومانہ شوخیاں تو معمول کی باتیں ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اقبال فطرتاً ذہین اور شوخ طبع تھے لیکن استادوں اور بزرگوں کے ادب و احترام کو وہ ملحوظ رکھتے تھے ۔ سکول کی تعلیم سے اقبال کی دلچسپی کو ثبوت افراد خانہ کے بیانات کے علاوہ ان درسی کتب سے بھی ملتا ہے جو اقبال کی اس زمانے کی یادگار کے طور پر محفوظ رہ گئیں اور جن کے حاشیے پر اقبال کی تحریریں موجود ہیں اقبال کو مطالعے کا بہت شوق تھا اور وہ رات کو دیر تک دیئے کی لو میں پڑھنے کے عادی تھے سکول کی تعلیم کے ساتھ اقبال کے تفریحی مشاغل میں دو باتیں مصدقہ ہیں ایک تو کبوتر پالنے کا شوق جو اس زمانے میں سیالکوٹ خصوصاً محلّہ کشمیریاں میں عام تھا ۔ کبوتروں کا یہ شوق 1924-25 تک رہا ۔ دوسرا تفریحی مشغلہ موسیقی اور شاعری سے دلچسپی کا تھا ۔ ایک رویت کے مطابق اقبال کو بچپن ہی سے شاعری سے لگاؤ تھا ۔

پھر وہ سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں داخل ہو گئے ۔ اس امر کی کوئی دستاویزی شہادت موجود نہیں کہ وہ سکول کس سال ، کس عمر اور کس درجے میں داخل ہوئے ۔ انہوں نے 1891ء میں اینگلو ورنیکلر مڈل سکول کا امتحان پاس کیا ۔ جو اس زمانے میں یونیورسٹی کے امتحانات کا پہلا زینہ تھا ۔ دیگر لازمی مضامین کے علاوہ انہوں نے اس امتحان میں عربی فارسی (اختیاری) میں ہی کامیابی حاصل کی ۔ 1893ء میں اقبال نے سکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ کے طالب علم کی حیثیت سے انٹرنس کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا ۔ عربی ان کا اختیاری (آپشنل) مضمون تھا ۔ یہ امتحان گجرات کے سنٹر سے دیا تھا ۔ اسی سال ان کی پہلے شادی کریم بی بی دختر خان بہادر عطا محمد سول سرجن گجرات سے ہوئی ۔ اس بیوی سے اقبال کے دو بچے تولد ہوئے ۔ معراج بی بی اور آفتاب اقبال ۔

انٹرنس کا امتحان پاس کر کے اقبال نے سکاچ مشن کالج میں داخلہ لیا جا سیالکوٹ میں 1888ء سے قائم تھا ۔ یہاں انٹرمیڈیٹ تک تعلیم کا انتظام تھا ۔ اقبال نے آرٹس میں انگریزی (لازمی) کو علاوہ فلسفہ اور عربی کے مضامین لیے ۔ 1895ء میں انہوں نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ۔ سکاچ مشن کالج سیالکوٹ سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد اقبال 1895ء گورنمنٹ کالج لاہور کی بی اے کلاس میں داخل ہوئے ۔

علامہ اقبال کی اردو شاعری پر ایک نوٹ : علامہ اقبال نے شعر گوئی کا آغاز اس وقت کیا جب وہ سیالکوٹ میں سکول کے طالب علم تھے ۔ سکاچ مشن سکول کی طالب علمی کے دوران وہ مشاعروں میں شریک ہونے لگے تھے ۔ 1896ء وہ لاہور گورنمنٹ کالج میں بی اے کے طالب بنے اور پھر 1899ء میں انہوں نے ایم اے کا امتحان پاس کیا ۔ تعلیم کے دوران وہ لاہور کے مشاعروں میں شریک ہونے لگے اور انہوں نے بعض اوقات ایسی غزلیات لکھیں جن کے اشعار نے سامعین کو چونکا دیا ۔

اردو شاعری کا آغاز ۔

1901ء سے 1905 تک وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے ساتھ ساتھ شعر گوئی کس سلسلہ جاری رہا ۔ ان کا کلام جو غزلیات کے علاوہ نظم کی بھی کئی اصناف پر محیط تھا ملک کے مشہور ادبی رسائل خصوصاً مخزن لاہور میں طبع ہونے لگا ۔ شعر گوئی کا یہ سلسلہ جاری تھا اور اس کے ساتھ ہی ان کی توجہ نثر کی طرف ہوگئی انہوں نے کچھ مضامین لکھے "علم الاقتصاد" اس زمانے میں شائع ہوا ۔ جو 1904ء میں اردو میں جدید معاشیات پر لکھی جانے والی اولین کتابوں میں شمار ہوتی ہے ۔ 1905ء میں اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ روانہ ہوئے اور 1908ء تک وہیں مقیم رہے اس دوران انہوں نے باریٹ لاء اور جرمنی سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں ۔ یورپ میں قیام میں ان کی توجہ زیادہ تر حصول تعلیم کی طرف رہی ۔ تاہم اس عرصے میں بھی ان کی نظم گوئی کا سلسلہ ایک حد تک جاری رہا ۔ یورپ سے واپسی پر انہوں نے چیف کورٹ میں وکالت شروع کر دی ۔

1910ء میں اقبال نے ذاتی تاثرات پر مبنی ایک ڈائری انگریزی میں لکھنی شروع کی ۔ جس چند ماہ تک جاری رہنے کے بعد ختم ہوگئی ۔ اردو شاعری کی تخلیق کا سلسلہ برابر جاری رہا ۔ 1915ء تک اقبال اپنی بہت ساری مشہور نظمیں مثلاً گورستان شاہی ، شکوہ ، حضور رسالت آب ﷺ میں ، شمع اور شاعر ، فاطمہ بنت عبداللہ ، جواب شکوہ ، والدہ مرحومہ کی یاد میں وغیرہ لکھ چکے تھے ۔ جو کئی سال بعد بانگ درا میں شامل کی گئیں ۔ اس دوران میں ان کی توجہ فارسی شاعری کی طرف ہوگئی ۔ ان کپہلی فارسی تصنیف اسرار خودی 1915ء میں شائع ہوئی ۔ اس کے رموز بے خودی 1918ء میں اور 1923ء میں تیسرا فارسی مجموعہ کلام پیام مشرق کے نام سے شائع ہوا ۔

گویا اس وقت تک کیفیت یہ تھی کہ علامہ اقبال کو ان کے اردو کلام کی وجہ سے بہت شہرت نصیب ہو چکی تھی ۔ لیکن ان کے تینوں شعری مجموعے فارسی زبان میں چھپے تھے جن سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد اردو والوں کے مقابلے میں بہت کم تھی ۔ اس لیے ہر طرف سے اصرار ہو رہا تھا کہ اردو مجموعہ کلام چھپنا چاہیے ۔ غزل بیشتر شعراء کی محبوب صنف سخن رہی ہے ۔ بہت سے شعراء کی طرح اقبال نے بھی اپنی شاعری کا آغاز غزل سے کیا ہے اقبال کی غزل مختلف ادوار سے گزری اور ہر دور حسن مضمون کے اعتبار سے بہتر تھا ۔ مسلسل محنت سے اقبال نے غزل کو درجہ کمال تک پہنچایا ۔ اقبال کی غزل کی خصوصیات جاننے کے لیے ان ادوار کا مختصر جائزہ لیتے ہیں ۔

اقبال کا پہلا مجموعہ کلام بانگ درا 1924ء میں شائع ہوا ۔ جس میں اقبال نے غزل کے تین دور متعین کئے یعنی آغاز سے 1905 تک کا دور اور 1905ء سے 1908ء دوسرا دور ہے بعد کا دور تیسرا دور ہے ۔ بال جبرائیل کی غزلیات علامہ اقبال کی غزل کا چوتھا اور آخری دور تصور کی جاتی ہیں ۔ چونکہ بال جبرائیل اور ضرب کلیم کی غزلیات میں فنی اور معنوی اعتبار سے کوئی نمایاں فرق نہیں ہ لہذا دونوں مجموعوں کی غزلیات چوتھے دور کی غزلیات شمار کی جاتی ہیں ۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ، پروپوزل ، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں ۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اقبال نے پہلے دور میں موضوعات کے اعتبار سے غزل روائتی مضامین یعنی تصوف ،اخلاق ،حسن وعشق ،وعدہ محبوب اور شوق دیدار کو موضوع بنایا اقبال نے داغ (جو کہ ان کے استاد بھی تھے) کی پیروی میں جو غزلیں کہی ہیں ان مین زبان اور روزمرہ کی سادگی پائی جاتی ہے ۔موضوعات عاشقانہ ہیں ان میں تغزل کی شوخی بھی ہے ۔مثلاً

بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا — تیری آنکھ مستی میں ہشیار کیا تھی
تامل تو تھا ان کو آنے میں قاصد — مگر یہ بتا طرز انکار کیا تھی

اسی دور میں غزلوں میں فارسی تراکیب کا استعمال بھی بکثرت ملتا ہے غلزار ہست وبود ہستی ناپائیدار ،نقش کف پائے یار ،دام تمنا ،پرستش اعمال اور اس قسم کی دوسری تراکیب اس دور میں عام ملتی ہیں ۔غزل کے روائتی اسلوب میں بھی اقبال نے تبدیلیاں کی ہیں اور اکثر اشعار میں مطلع اور مقطع کا التزام موجود نہیں ہے ان باتوں سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ پہلے دور تک غزل میں اقبال کا کوئی واضح انداز نظر متعین نہیں ہوا تھا ۔البتہ کہیں کہیں مستقبل کے اقبال کا فلسفیانہ رنگ بھی اپنی جھلک دکھاتا ہے ۔

اقبال کی غزل کا دوسرا دور قیام یورپ 1905-1908ء کا زمانہ ہے اور یہ زمانہ ہے کہ قبال کے فکری مزاج میں تبدیلی واقع ہوئی نئے معاشرے نے زندگی سے متعلق علامہ نظریات کو تبدیل کر رکھ دیا ۔قدرتی طور پر اس کا اثر علامہ اقبال کی شاعری پر بھی ہوا ۔اس دور کی غزلوں میں طنز کی ہلکی سی لہر بھی پیدا ہوئی اور حسن ومحبت کے تذکرے سے نکل کر عصری سیاست کے دائرہ میں داخل ہوگئی ۔مثلاً یہ اشعار دیکھیے ۔

دیار مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے — کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہوگا
کمال وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوک نشتر سے تو جو چھیڑے — یقین ہے مجھ کو گرے رگ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا
نرالا ہمارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا — بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے

اقبال کی غزل کا تیسرا دور یورپ سے واپسی کے بعد شروع ہوتا ہے ۔اس عرصے میں بھی اقبال کی غزل خوب سے خوب کا سفر طے کرتی رہی ہے یہ دور بھی دوسرے دور کی غزل کی طرح مضمون اور زبان کے اعتبار سے جدت کا پہلو لیے ہوئے ہے ۔اس دور کی غزل میں مضامین کے اعتبار سے اقبال کی انفرادیت نمایاں نظر آتی ہے اس دور کی غزلوں میں اقبال اپنے اپنے مخصوص طرز فکر اور نظری حیات کے ساتھ صاف طور پہچانے جاتے ہیں ۔اس دور کی غزل کا انداز ملاحظہ ہو ۔

پھر باد بہار آئی اقبال غزل خواں ہو — غنچہ ہے اگر گل ہو ،گل ہے تو گلستاں ہو
تو بچا بچا کر نہ رکھا سے ترا آئینہ وہ آئینہ — کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

بال جبریل کی غزلیات کا تعلق علامہ اقبال کی چوتھے دور کی غزلیات سے ہے ۔بال جبریل 1935ء میں شائع ہوئی ۔بانگ درا اور بال جبریل کی اشاعت میں گیارہ سال کا فرق ہے اس وقت تک اقبال کی شاعری نہ صرف ارتقائی منازل طے کر چکی تھی بلکہ اقبال کی فکری حیثیت بھی متعین ہو چکی تھی ۔اب اقبال اپنی فکر کے مخصوص نتائج تک پہنچ چکے ہیں لہذا اب بات کہنے کے انداز میں اعتماد کے ساتھ ساتھ ایک طرح کا جوش اور سرمستی بھی ہے ؛

حور وفرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں — میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں
تو نے یہ کیا غضب کیا ،مجھ کو بھی فاش کر دیا — میں ہی تو راز تھا سینہ کائنات میں
پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ ودمن — مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن

ہر دور میں اقبال کی غزلوں میں موضوع اور اسلوب کے اعتبار سے تبدیل پیدا ہوتی گئی ۔اقبال کی شاعری میں بال جبریل کی گزلیات بے حد متنوع شکل اختیار کر گئیں ۔غزل میں چونکہ علامہ کا موضوع جدید اور نیا تھا ،لہذا اسلوب بھی نیا رنگ اختیار کرتا گیا ۔متنوع اور نئے افکار نے افکار نے اسلوب میں جدت پیدا کی ۔حضر علامہ نے نئی نئی تراکیب وضع کیں ۔غزل کے روائتی اور متعدد بار استعمال شدہ الفاظ مثلاً محمل ،لیلیٰ ،لالہ ،شوق ،بلبل ،پروانہ ،گیسو اور حسن وعشق کو انہوں نے اپنی خلاقی کے زور سے طرح طرح کے معنی پہنا کر ان میں نئی روح پھونک دی ۔غزل کی روائتی زبان کو غزل ہی میں اس طرح استعمال کرنا کہ ایک لفظ مختلف انداز میں زیور معانی سے آراستہ معلوم ہو اقبال کا بہت بڑا کارنامہ ہے ۔

اقبال کی غزلوں کی سب سے اہم اور نمایاں خوبی غزل کی زبان کا نیا پن ہے اقبال کی غزل کی زبان اردو کے تمام شعراء کی زبان سے مختلف ہے چونکہ اقبال ک اپیغام نیا تھا لہذا اس کے لیے اقبال کو اپنی غزل میں نئے انداز کی تراکیب بھی وضع کرنا پڑیں اقبال نے اپنی فلسفیانہ فکر کے اظہار کے لیے غزل کی زبان استعمال کی بقول آل احمد سرور ''اقبال نے میر وغالب کی زبان سے نٹشے ،برگساں ،رومی ،مارکس ،گوئٹے اور ملٹن کے خیالات کی ترجمانی کی'' اقبال نے پہلی بار غزل میں قوموں کے عروج وزوال ،تاریخ سالم ،قرآنی تعلیمات ،بین الاقوامی مسائل اور مشرق ومغرب کے مزاج کے فرق کو غزل کا موضوع بنایا ۔اس بنا پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مضامین کے اعتبار سے اقبال نے غزل میں ایک انقلاب برپا کیا ۔اقبال نے غزل جیسی لطیف اور نرم ونازک صنف شاری میں فلسفے کے دقیق اور ٹھوس مسائل کو بڑی خوبصورتی سے داخل کیا ۔غزل کی دنیا میں اس انقلاب سے اقبال کے بعد آنے والے شعراء بھی بڑی حد تک متاثر ہوئے اور آج کے مزاج پر اقبال کے اثرات

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

03345504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نمایاں ہیں۔اقبال کا کمال یہ ہے کہ ان کی غزلوں میں تاثیر،شرینی ،تغزل اور سعریت جیسی وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جنہیں ایک اچھی غزل کے لوازم کہا جا سکتا ہے۔

اقبال کی غزل میں نئے انداز کی زبان اور موضوعات کی وسعت کے بعد ان کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ان کی غزل کا لہجہ نہایت توانا ہے لہجے کی یہ توانائی اقبال کی غزل میں

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں — وہ گلستان کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

مقام شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں — انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

زبان اور موضوعات کی تبدیلی کا فطری نتیجہ ہے۔اقبال کی غزل کا لہجہ برعکس اردو غزل کے دوسرے بیشتر شعراء کے جن کا لہجہ افسردگی آمیز اور مایوسانہ ہے۔امید افزا ہے لہجے کی اس مثبت تبدیلی سے بھی اردو غزل ایک نئے رنگ سے آشنا ہوئی اقبال کے لہجے میں قوت اور توانئی کا انداز دیکھیے ؛

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔